جنگوں کے سوداگر
N
S
S
I
مسعود انور

جنگوں کے سوداگر

مسعود انور

انتساب

ایک اللہ کے ماننے والوں کے نام جو شیطان اور
اس کے چیلوں کے خلاف مسلسل مصروفِ جہاد ہیں

فہرست

پیش لفظ

یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہے جو یہ جاننا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں کیا ہو رہا ہے اور آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ یہ اچانک پورے ملک میں آگ و خون کا کھیل کیوں شروع ہو جاتا ہے۔ شر پسند پورے ملک کو کیسے یرغمال بنا لیتے ہیں۔ بےنظیر بھٹو کو کس نے قتل کر دیا اور اب تک ان کے قاتلوں اور پس پشت قوتوں کی شناخت اور ان تک رسائی کیوں نہیں ہو پا رہی۔ بےنظیر بھٹو کے قتل کے بعد اچانک منظم طریقے سے پورا سندھ کیوں کر آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ یہ کراچی اچانک مقتل کیسے بن جاتا ہے اور اچانک ہی ان بلوائیوں کا خود بہ خود سوئچ کیسے آف ہو جاتا ہے۔ یہ کون لوگ ہیں جو ان کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ یہ کون سفاک لوگ ہیں جو کراچی میں زندہ انسانوں کے جسم میں ڈرل کر کے ان کو بدترین تشدد کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں حتیٰ کہ قتل کرنے سے پہلے ان کی کھال تک اتاری جاتی رہی ہے۔ کراچی سمیت ملک بھر میں ڈاکوؤں کا راج کیوں ہے۔ یہ اچانک ملک کی سیاست میں نان ایشوز کو کیسے ایشو میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ شکر اور آٹے کے وسیع ذخائر کے باوجود کیسے ان کا بحران پیدا ہوتا ہے کہ عوام بیچارے اسی کی فراہمی کی خاطر دن دن بھر قطار میں کھڑے رہتے ہیں۔ یہ کس کے ایجنٹ ہیں جن کے کانوں پر اس وقت تو کبھی جوں نہیں رینگتی جب بھارت پورے پاکستان کا پانی بند کر دے مگر جیسے ہی کسی ترقیاتی منصوبے کی بازگشت سنائی دے تو ان کے پیٹ میں مروڑ اٹھنے لگتے ہیں اور یہ پورے سندھ میں زندگی کو معطل کر کے رکھ دیتے ہیں۔

یہ کہاں سے اچانک معین قریشی اور شوکت عزیز جیسے بینکار ملک میں وارد ہو جاتے ہیں اور اقتدار کے بعد کہاں گم ہو جاتے ہیں اور نام نہاد آزاد پریس کو ان کا کبھی خیال کیوں نہیں آتا۔ یہ کیا کچھ

کر گئے اس کا کوئی حساب کتاب کیوں نہیں رکھتا۔ سلمان شاہ، حفیظ شیخ، شوکت ترین اینڈ کمپنی نے ملک میں کیا مالی دہشت گردی مچائی ہے مگر اس پر سب مہر بہ لب کیوں ہیں۔ پورے پاکستان کے اثاثہ جات ملٹی نیشنل کمپنیوں کو کیوں مفت تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ کنٹرولڈ ذرائع ابلاغ کیسے اور کیوں کر پوری قوم کو نان ایشوز میں پھنسا کر رکھتے ہیں۔ یہ اور اس جیسے انگنت سوال ہیں جو میں اپنے آپ سے بھی کرتا رہا اور کئی محفلوں میں ان کا سامنا بھی کرتا رہا۔ ان سوالوں کا جواب تلاش کرنے کے دوران جو انکشافات ہوئے، یہ کتاب اس کی تلخیص ہے۔ ان میں سے ہر موضوع ایسا ہے کہ اس پر ایک کتاب تصنیف کی جا سکتی ہے مگر میں نے کوشش کی کہ سب سے پہلے اہل وطن کو مختصراً یہ تو بتا ہی دیا جائے کہ ان کے ساتھ کیا واردات ہو چکی ہے، کیا بیت چکی ہے اور مزید کیا سازشیں کی جا رہی ہیں۔ تاریخ پر تحقیق کا صرف یہ فائدہ ہے کہ اس کا علم ہو جاتا ہے کہ غلطیاں کس طرح ہوئیں اور مستقبل میں ایسی ہی غلطیوں سے کس طرح بچا جا سکتا ہے۔

گوکہ ایک عام آدمی کے لئے اس کی بہت اہمیت ہے کہ صدر زرداری اور وزیراعظم گیلانی کیا کر رہے ہیں اور وکلاء و ججوں کے ساتھ ان کے ملاکھڑے کا کیا نتیجہ نکلا۔ مگر کسی نے ابھی تک اس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وکلاء رہنماؤں کو اتنی بھاری مالی معاونت کس نے اور کیوں فراہم کی کہ وہ اتنی زبردست تحریک چلا سکیں یا وہ کون دیالو لوگ ہیں جو القاعدہ یا طالبان کو لامحدود فنانس کر رہے ہیں۔ ایک ریاست اگر ایک ہفتہ کی جنگ لڑے تو معاشی طور پر تیس سال پیچھے چلی جاتی ہے مگر سندھ، بلوچستان کے علیحدگی پسند ہوں، کراچی کے لسانی چیمپئن ہوں یا سرحد کے وارلارڈز ان کو کون اسلحہ و لامحدود فنانسز فراہم کرتا ہے۔ جب ہم انقلاب روس کو پڑھتے ہیں تو ہمیں اس کا جواب مل جاتا ہے۔ جب تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ کس طرح منظم طریقے سے پورے اسپین میں بیک وقت تین سو گرجا گھروں کو آگ لگا دی گئی تو بے نظیر بھٹو کے قتل کے بعد اچانک

پورے کراچی میں ہزاروں گاڑیوں اور سندھ بھر میں ٹرالروں، ریلوے اسٹیشنوں، ٹرینوں اور بینکوں سمیت نجی املاک کو لوٹنے اور آگ لگانے کی وجہ خود بہ خود سمجھ میں آ جاتی ہے اسی طرح جب یورپ میں تشدد کو پڑھتے ہیں پتہ چلتا ہے کہ زندہ انسانوں کو ڈرل کرنے کا طریقہ کار سب سے پہلے وہاں پر اپنایا گیا۔ کراچی میں تو وہی فرنچائز استعمال کیا گیا ہے۔

پاکستان، افغانستان اور عراق کے لئے نائین الیون کا واقعہ ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہوا۔ نائن الیون کا سانحہ کیا رونما ہوا دنیا ہی تبدیل ہو گئی۔ اچانک دوستی و دشمنی کا معیار ہی تبدیل ہو گیا۔ امریکہ کے کل کے دوست طالبان اور مجاہدین نہ صرف دشمن ٹھہرے بلکہ ان کی خلاف جنگ پہلی ترجیح ٹھہری۔ اپنا ایجنٹ صدام حسین قابل گردن زدنی قرار پایا۔ جن کے لئے کل تک ریڈ کارپٹ بچھایا جاتا تھا اچانک ان کے لئے موت کا تعاقب شروع کر دیا گیا۔

گوکہ یہ تبدیلی ایک عام آدمی کے لئے اچانک ثابت ہوئی مگر یہ ایسی نہیں ہے جیسی کہ نظر آئی۔ پاکستان کے اندرونی حالات ہوں یا افغانستان اور عراق میں فوج کشی، اصل میں یہ ایک طویل المیعاد منصوبہ کے حتمی راؤنڈ کا آغاز ہے۔ یہ منصوبہ تین ہزار برس قبل شروع ہوا تھا جس پر نظر ثانی 1773 میں فرینکفرٹ میں ایک صراف باؤیر کی دکان پر ہوئی۔ اس سازش کے تحت الومیناتی کو وجود میں لایا گیا اور پھر درجہ بدرجہ دنیا بھر پر قبضہ کی سازش پر کام شروع کر دیا گیا۔ تمام کلیت پسند ریاستیں محض اس لئے وجود میں لائی گئیں کہ یہاں پر الومیناتی بلاشرکت غیرے راج کر سکے اور ان کو پوری دنیا قبضے کے لئے استعمال کر سکے۔

جب بھی کوئی قوم ان سودخوروں کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیتی ہے تو یا تو اس ملک میں انقلاب آ جاتا ہے یا پھر اس کو جنگ کی آگ میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ اس معاملے میں کوئی رحم نہیں ہے، کوئی تخصیص نہیں ہے اور کوئی استثناء نہیں ہے۔

جیسے جیسے خفیہ طاقتوں کے بین الاقوامی معاملات کے پس پشت کام کرنے کے طریقہ کار کا مطالعہ کرتے جائیں ویسے ویسے حادثات یا خودکشی کے نتیجے میں ہونے والی مشکوک اموات، لاپروائی، فیصلہ کرنے میں غلطیوں اور غیر ارادی فاش غلطیوں کے نتیجے میں ہونے والے سبوتاژ کا راز کھلتا جاتا ہے۔

یہ سازشی نہ تو کسی ایک مخصوص رنگ، نسل یا ملک سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی کسی مذہب سے۔ ان سب میں صرف ایک قدر مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ سب شیطان کے ماننے والے ہیں۔ اپنی دولت کو بڑھانے کے لئے انہوں نے ہر غیر قانونی طریقہ اختیار کیا جس میں سرکاری عمال کو رشوت دے کر زیر زمین سرگرمیوں کو تحفظ دینا، منشیات کی اسمگلنگ اور فروخت، قحبہ گری اور اس کے لئے عورتوں اور بچوں کی اسمگلنگ، بااختیار ممالک میں بغاوتیں کروانا اور پھر اپنا اسلحہ ان ممالک کو بھاری قیمت اور سود پر فروخت کرنا شامل ہے۔ اب ہم 'ابھی یا کبھی نہیں' کے موڑ پر پہنچ چکے ہیں۔ ان سے بچاؤ کا پہلا مرحلہ آ گیا ہے۔ اس وقت یا تو پوری دنیا متحد ہو کر ان کا مقابلہ کر کے آزادی حاصل کر لے ورنہ یہ نیم آزادی بھی خطرے میں ہے۔

مسعود انور

14 فروری 2010

عالمی تحریک انقلاب

اپنے آپ کو دانشور سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا بہت سے مسلمان بھی اس وقت طنزاً مسکرانے لگتے ہیں جب کسی سازش کے پیچھے صیہونی یا یہودی ہاتھ کا ذکر کیا جائے۔ ان کا تبصرہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو تو ہر معاملہ میں یہودیوں کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ ایسے تبصرے کرنے والوں کی اکثریت کا نظریاتی تعلق کمیونزم یا سیکولرازم سے ہوتا ہے۔ لیکن تاریخ بڑی بے رحم ہے، خاموشی سے ریکارڈ کرتی چلی جاتی ہے لیکن اس ریکارڈ کو ترتیب دینے اور حالات و واقعات کا بے لاگ تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ سب کچھ کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ مسلمانوں کو تو صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ یہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ لیکن یہودی ذہن نصاریٰ کو بھی اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنے سے نہیں چوکتا۔ یہودی تعداد میں تھوڑے ہیں لیکن اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ دنیا پر قبضہ جمانے کے لئے عالمی معیشت پر قبضہ کرنا ہوگا اور وہ اس میں کامیاب رہے ہیں۔ یہ اللہ کی معتوب قوم ہے لیکن اسے شیطان کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔ شیطان جس نے اپنے رب سے بغاوت کرتے ہوئے عہد کیا تھا کہ وہ اللہ کے بندوں کو بھٹکاتا رہے گا۔ تاریخ کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات چھپی نہیں رہتی کہ عالمی جنگوں، خونی انقلابات اور لوگوں کو آپس میں لڑانے میں شیطان کے ان چیلوں کا ہی ہاتھ ہے۔ پھر بھی کوئی حقائق سے نظریں چرائے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ نے اس کے دل پر مہر لگا دی، کانوں اور آنکھوں پر پردے ڈال دیے۔ اب تو پاکستان میں بھی انقلاب فرانس کے طرز کے انقلاب کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ یہ جانے بغیر کہ اس انقلاب کے پیچھے بھی یہودی سازش کارفرما تھی۔ تو کیا یہ سمجھا جائے کہ پاکستان میں انقلاب

فرانس کا اعادہ کرنے کے خواہش مند بھی یہودی سازش کا شکار ہو گئے ہیں؟
ماضی میں ہونے والے ان تمام واقعات کی وجوہات کو جن سے ہم آج براہ راست متاثر ہیں، جاننے کے لئے ہمیں تاریخ کا لازمی مطالعہ کرنا پڑے گا کیونکہ تاریخ خود کو دہراتی ہے۔تاریخ خود کو اس لئے دہراتی ہے کیونکہ اس دنیا کی ابتدا کے ساتھ ہی نورانی اور شیطانی قوتوں کے درمیان اس دنیا پر اللہ کی حاکمیت کے خلاف ایک مستقل جدوجہد شروع ہو چکی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ الہامی اور شیطانی دونوں قوتیں مختلف گروہوں میں بٹی ہوئی ہیں۔ یہ گروہ حالانکہ ایک ہی مقصد کے لئے کام کر رہے ہوتے ہیں مگر اکثر ان کا کام کرنے کا انداز ایک دوسرے کے مخالف ہوتا ہے۔طریقہ کار کے اس اختلاف کی بناء پر اس موضوع پر کام بہت پیچیدہ ہے۔نقطہ نظر میں یہ اختلاف بسا اوقات پروپیگنڈہ کا بھی پیدا کردہ ہوتا ہے تاکہ جھوٹ اور آدھے سچ کو عام کیا جا سکے اور اکثر اس کو ایک میڈیم کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے تاکہ کسی بھی واقعے کے بارے میں خام سچائی کو چھپایا جا سکے۔

جنگوں کے سوداگروں کا بہترین ہتھیار پروپیگنڈہ ہے جس کی مدد سے وہ نوع انسانی کو سیاسی، مذہبی، سماجی اور معاشی طور پر مخالف کیمپوں میں تقسیم کر کے ان کو جذباتی طور پر اس مقام پر لے آتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے اور مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔وہ تمام وجوہات جس سے ہم آج شدید متاثر ہیں کو جاننے کے لئے تمام شواہد کا ہمیں پوری احتیاط کے ساتھ بغور مطالعہ کرنا پڑے گا۔اس امر کے لئے سچائی کو جھوٹ سے اور فکشن کو فیکٹ سے الگ کرنا ہوگا۔ ماضی کے واقعات کو بھی دیکھنا ہو گا کہ کس طرح وہ وقوع پذیر ہوئے اور ان کے اثرات سے ہم آج براہ راست متاثر ہیں۔

مذہب کے حوالے سے دنیا دو حصوں میں منقسم ہے۔ایک وہ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں دوسرے وہ

جو اس قسم کے کسی بھی عقیدے سے انکاری ہیں۔ یہ حقیقت انتہائی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ یہی ثابت کرے گی کہ جنگیں اور انقلابات صرف اسی بناء پر وقوع پذیر ہوئے کہ کبھی ایک اور کبھی دوسرے گروپ نے اس دنیا پر مکمل قبضے کی کوششیں کیں۔

اللہ کے وجود کا تصور مختلف مذاہب میں مختلف ہے۔عقیدہ توحید ہم کو بتاتا ہے کہ اللہ ایک ہی ذات ہے جس نے اس کائنات کی تشکیل کی اور وہی اصل حکمراں ہے جب کہ نظریہ وحدت الوجود کے ماننے والوں کا کہنا ہے کہ کائنات اور خدا دونوں ایک ہی طاقت کے مختلف مظاہر ہیں۔اس اصنام پرستی کی مختلف اقسام مختلف مذاہب اور نظام فلسفہ میں پائی جاتی ہیں۔ بدھ ازم اور ہندوازم اسی نظریہ کا پرچار کرتے ہیں۔

ایک اللہ پر یقین کے ساتھ ہی انسان خود بخود فرشتوں اور شیطان پر ایمان لے آتا ہے۔شیطان جس کو مردود قرار دے کر آسمان سے نکال دیا گیا اور اس نے اس وقت سے ہی انسان سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا تھا اور انسان کو گمراہ کرنے کے لئے قیامت تک اللہ سے مہلت طلب کی تھی۔

مختلف مذاہب پر کی گئی ایک اسٹڈی کے مطابق دور دراز کے علاقوں میں رہنے والے قبیلوں جن کا دور جدید سے کوئی تعلق نہیں ہے، میں بھی دنیا کے خالق کے بارے میں تصورات پائے جاتے ہیں۔ان کے ہاں بھی ان سوالات کا جواب موجود ہے کہ انسان کو کیوں پیدا کیا گیا، کس مقصد کے لئے انسان زندہ ہے اور مرنے کے بعد ہم کہاں جائیں گے۔حتی کہ وسطی افریقہ اور آسٹریلیا کے پسماندہ ترین قبائل میں بھی اللہ کی موجودگی کا تصور موجود ہے۔ وہ اس دنیا کے علاوہ ایک اور ماورائی دنیا اور مرنے کے بعد اپنی روحوں کے ایک اور دنیا میں ہمیشہ رہنے کے بارے میں عقائد رکھتے ہیں۔

دوسری جانب اصنام پرستی پر یقین رکھنے والے کسی ماورائی ذات پر یقین نہیں رکھتے۔ان کا کہنا ہے

کہ اللہ نے کبھی بھی اس دنیا میں اپنے وجود کو ثابت نہیں کیا۔ ان ملحدوں کے مختلف گروپ ہیں جن میں کمیونسٹ، گرینڈ اورینٹ میسنز، فری تھنکرز، لیگ آف گاڈلیس کے ارکان، الومیناتی، نہیلسٹ، انارکسٹ، نازی اور مافیا شامل ہیں۔ مختلف دہری افراد اس طرح سامنے آنے کے بجائے اپنے آپ کو سیکولرازم کے پردے میں بھی چھپاتے ہیں۔

ان دہریوں کی اکثریت اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ اس دنیا میں صرف ایک حقیقت ہے اور وہ ہے مادّہ۔ یہ مادّہ جس کو کبھی توانائی بھی کہا جاتا ہے کے اس دنیا میں مختلف مظاہر ہیں جس میں سبزہ، جانور اور انسان سب شامل ہیں۔ وہ روح اور مرنے کے بعد کسی اور دنیا کی موجودگی سے یکسر انکاری ہیں۔

آگے اس کتاب میں ہم اس بات کے شواہد پیش کریں گے کہ جدید کمیونزم کو 1773 میں تشکیل دینے والے بین الاقوامی بینکار تھے اور جب سے لے کر اب تک وہ اس کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے آرہے ہیں۔ تاکہ اس دنیا پر اور انسانی روحوں پر شیطان کا تسلط قائم کیا جاسکے۔

لینن نے اپنی کتاب "لیفٹ ونگ کمیونزم" میں واضح کیا ہے کہ "ہماری تھیوری (کمیونزم) کوئی طے شدہ عقیدہ نہیں ہے۔ یہ اقدامات کا ایک مینوئل ہے۔ جس طرح لوسیفر نے آسمانی انقلاب کے دوران کیا تھا آج کے اکثر لیڈر اسی طرح کہتے اور کرتے ہیں۔ سرخ اور کالے نظریہ دہریت میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہے۔ اس میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ طریق کار کا ہے کہ کس طرح ان مخالف کیمپوں کے رہنماء اس دنیا کے وسائل پر قبضہ کرسکیں اور اپنے کلیت پسندی کے نظریات (دہری آمریت) کا نفاذ کرسکیں۔"

کارل مارکس Karl Marx (1818 تا 1883) ایک یہودی النسل جرمن تھا جس کو جرمنی سے نکال دیا گیا تھا۔ بعد ازاں اس کی انقلابی سرگرمیوں کی بناء پر اس کو فرانس سے بھی نکال دیا

گیا اور اس کو انگلینڈ میں سیاسی پناہ حاصل کرنا پڑی۔ 1848 میں اس نے اپنی کتاب کمیونسٹ مینیفیسٹو کو شائع کیا۔ اس نے خود اس بات کو تسلیم کیا کہ یہ طویل مدتی منصوبہ ہے اور پوری دنیا کو سوویت سوشلسٹ ریپبلک میں تبدیل کرنے میں صدیاں لگیں گی۔

کارل رٹر Karl Ritter (1779 تا 1859) بھی ایک جرمن تھا۔ وہ جیو پولیٹیکل سائنس اور تاریخ کا پروفیسر تھا۔ اس نے کارل مارکس کے کمیونسٹ تھیسس کی ضد لکھی اور مارکس کے جواب میں اس نے بھی ایک منصوبہ پیش کیا جس کے تحت آریائی نسل پہلے یورپ پر حکومت حاصل کرے اور پھر بتدریج پوری دنیا پر قابض ہوجائے۔ آریائی نسل سے تعلق رکھنے والے پیشتر دہری رہنماؤں نے کارل رٹر کی تھیوری کو قبول کرلیا اور اس کے تحت انہوں نے نازی ازم کو منظم کیا تاکہ دنیا پر مکمل کنٹرول کے اپنے خفیہ منصوبوں کی تکمیل کرسکیں اور دنیا کو کلی آمریت کے ذریعے ایک دہری دنیا میں تبدیل کرسکیں۔ اس بات میں شبہ ہے کہ کمیونسٹ اور فاشسٹ تنظیموں کے چند سربرآوردہ رہنماؤں کے علاوہ دیگر رہنما بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے یا نہیں کہ وہ اور ان کی تنظیمیں الومیناتی اور شیطان ازم کے پیروکاروں کے خفیہ منصوبوں کی تکمیل کے لئے استعمال ہورہی ہیں۔

ان دونوں دہری گروپ کے لیڈروں نے کہا کہ ریاست ہی سب سے زیادہ برتر ہے۔ یہ اس لئے کہا گیا کہ ریاست کا سربراہ عملاً زمین پر خدا کا روپ دھار سکے۔ ان دونوں ازم پر عمل کرنے سے انسان کو عملاً خدا کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے۔

کارل مارکس اور کمیونزم کے مقابلے میں کارل رٹر اور نازی ازم کے بارے میں لوگوں کو کم آگاہی حاصل ہے۔ رٹر بہت عرصہ تک فرینکفرٹ جرمنی میں تاریخ کا پروفیسر رہا۔ بعد ازاں وہ برلن یونیورسٹی آگیا جہاں پر وہ جغرافیہ کی تعلیم دیتا رہا۔ تعلیمی حلقوں میں وہ تاریخ، جغرافیہ، اور جیو

پولیٹیکل سائنس پر اتھارٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ چونکہ آریان پارٹی کے مقاصد اور منصوبے ہمیشہ خفیہ رہے اس لئے ہٹلر اور نازی لیڈروں کے تعلق کے بارے میں بہت کم منظر عام پر آسکا۔ تاہم برطانیہ کی خفیہ ایجنسی کے اہلکاروں نے اس بارے میں اپنی حکومت کو مطلع کیا تھا مگر حیرت انگیز طور پر اس مرتبہ بھی سیاسی رہنما اور سفارتکار یا تو صورتحال کی گہرائی کو سمجھنے سے قاصر رہے یا پھر مجرمانہ طور پر انہوں نے اس کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا۔

کمیونزم کے اینٹی تھیسس میں ہٹلر نے جرمن رہنماؤں کو قابل عمل تجاویز دیں کہ کس طرح وہ آریان نسل کے لئے دنیا پر بلاشرکت غیرے حکومت حاصل کر سکتے ہیں۔

کمیونزم کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے فاشزم یعنی نیشنل سوشلزم کا نظریہ پیش کیا۔ ہٹلر نے اس امر کی نشاندہی کی کہ کمیونزم کی کامیابی کے لئے یہودی فیکٹر استعمال کیا جائے گا اس لئے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تمام غیر یہودی فیکٹر استعمال کئے جائیں۔

دنیا پر قبضے کے کھیل کا آغاز جرمنی میں واقع ایمشیل میئر باؤیر Amschel Mayer Bauer المعروف روتھس شیلڈ Rothschild کے ہاؤس آف کاؤنٹنگ سے ہوا۔ جہاں پر تیرہ سود خور صراف جمع ہوئے اور انہوں نے دنیا پر بلاشرکت غیرے قبضے کے لئے تمام یورپی تاجداروں اور اس وقت کی حکومتوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔

تاریخ ہم پر یہ حیرت انگیز انکشاف کرتی ہے کہ جب ضرورت پڑی جیسا کہ برطانوی تاجدار کے خلاف مہم تھی تو یہودی اور یہودی مخالف قوتیں متحد ہو گئیں۔ اور جب عوام آپس میں لڑ رہے تھے تو الومیناتی کے لیڈر جنہوں نے خفیہ طاقت اور عالمی تحریک انقلاب تشکیل دی، کسی بلند محفوظ جگہ پر بیٹھ کر دنیا کے مستقبل کے فیصلے کر رہے تھے۔

نازی ازم اور کیمونزم کے رہنماؤں کو متعدد مرتبہ کراس اور ڈبل کراس کیا گیا۔ جب ان رہنماؤں کو

حقیقت کا علم ہوا تو اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی اور وہ الومیناتی کے ایجنٹوں کے ہاتھوں ٹشو پیپر کی طرح استعمال ہو چکے تھے اور بعد میں ان کے ساتھ سلوک بھی استعمال شدہ ٹشو پیپر کا ہی کیا گیا۔

کوئی بھی فوجی لیڈر ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرانے کا جس میں پل بھر میں ایک لاکھ سے زائد نفوس لقمہ اجل بن گئے اور اس سے دگنی تعداد ہمیشہ کے لئے مفلوج ہو گئی کا فوجی جواز پیش نہیں کر سکتا۔ یہ بم اس وقت برسائے گئے جب جاپانی فوج کو تقریباً شکست ہو چکی تھی اور پسپائی کا عمل گھنٹوں یا دنوں کی بات تھی۔ اس کا صرف ایک منطقی جواب ہے وہ یہ کہ خفیہ طاقت جس کے حکومتوں پر اثر و نفوذ کو آگے ثابت کریں گے صرف اسٹالن کو تنبیہ کرنا چاہتی تھی کہ اگر حکم عدولی کی تو کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

شیطانی قوتوں کو اس امر کا ادراک ہو گیا تھا کہ دنیا کے تمام اثاثوں پر کنٹرول کے لئے اور ایک دہری مادی کلی آمریت کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا کی تمام حکومتوں کا خاتمہ کر کے وہاں پر اپنے ایجنٹوں کی حکومت قائم کریں۔ اس مقصد کے لئے ان قوتوں نے فیصلہ کیا کہ وہ دنیا کو مختلف مسائل پر مخالف کیمپوں میں تقسیم کریں۔ عہد نامہ عتیق کے زمانہ میں ان قوتوں نے دنیا کو یہودی جو ایک خدا پر ایمان رکھتے تھے اور آریان جو شیطان پر یقین رکھتے تھے، کے مخالف کیمپوں میں تقسیم کیا ہوا تھا تاہم شیطانی قوتوں کو دنیا پر قبضے کی سازشوں میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

عالمی تحریک انقلاب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سود خوروں اور جھوٹے ربّیوں کے ایک چھوٹے سے گروپ کی انسانیت کے خلاف کارستانیوں اور سازشوں کو پوری یہودی قوم کا جرم قرار دینا ناانصافی پر مبنی ہوگا۔ اسی طرح پوری جرمن اور اطالوی قوم کو نازی ازم اور فاشزم کا ذمہ دار قرار دینا غلط ہوگا کیونکہ یہ آریان نسل کے چند لوگوں کی سازش تھی تاکہ وہ کیمونزم اور

صیہونیت کا راستہ روک سکیں۔ یہ بات زیر نظر رہے کہ چاہے وہ سرخ کمیونزم ہو یا سیاہ نازی ازم، شیطان نے اس کو انسانی روحوں کو اللہ سے دور کرنے کے لئے استعمال کیا۔ جن افراد نے ان ملحدانہ اور دہری نظریات کو قبول کر کے اس کی ترویج کے لئے کام کیا انہوں نے اپنی روحوں کا سودا شیطان سے کرلیا۔

تاریخی واقعات کا تسلسل الومیناتی مقاصد کا ہونا ثابت کرتے ہیں۔ ماہرین دینیات تسلیم کرتے ہیں کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کو حضرت عیسیٰ نے شیطان کا معبد خانہ قرار دیا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ ہزاروں اور سیکڑوں برس طویل عرصہ تک کسی منصوبہ کا تسلسل کے ساتھ روبہ عمل رہنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے پس پشت شیطان ہے۔

تاریخ ثابت کرتی ہے کہ سینیکا Seneca (4 قبل مسیح تا 65 بعد از مسیح) کو صرف اس لئے موت کا سامنا کرنا پڑا کہ اس نے حضرت عیسیٰ کی طرح ان سودخوروں کی حرکتوں کو طشت از بام کرنے اور ان کے اثر و رسوخ کو جو رومی شہنشاہیت میں سرایت کر چکا تھا کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ سینیکا ایک رومن فلاسفر تھا جس کو نیرو Nero کے بچپن میں ہی اس کا اتالیق مقرر کر دیا گیا تھا۔ وہ طویل عرصہ تک نیرو کا قریب ترین دوست رہا۔ نیرو سے بعد ازاں پوپائیا نے شادی کرلی اور وہ اس کو سودخوروں کے اثر میں لے آئی۔ نیرو تاریخ کا بدنام ترین آمر ہے جس کو اس کی سنگدلی، بے رحمی، زوال یافتہ اقدامات، فحاشی اور اخلاق باختگی کی بناء پر تمام تر برائیوں کا ہم معنی قرار دیا جاتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ سینیکا کا اثر نیرو پر ختم ہوتا گیا تھا مگر اس نے سر عام سود خوروں پر تنقید اور ان کی شیطانی سازشوں کو طشت از بام کرنا نہیں چھوڑا تھا۔ حتیٰ کہ سودخوروں نے نیرو سے سینیکا کے خاتمہ کا مطالبہ کر دیا۔ سینیکا عوام میں مقبول تھا اس لئے نیرو نے عوامی غیض و غضب سے بچنے کے لئے سینیکا کو سر عام موت کی سزا دینے کے بجائے اس کو حکم دیا کہ وہ خود اپنی

زندگی کا خاتمہ کرلے۔

یہ پہلا ریکارڈ شدہ کیس ہے جس میں سودخوروں نے ایک شخص کو محض اس لئے خودکشی پر مجبور کیا کہ وہ ان کے لئے مشکلات پیدا کر رہا تھا مگر یہ آخری واقعہ ثابت نہیں ہوا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہم کو تاریخ میں ملتے ہیں جس میں ان سودخوروں نے اپنے مخالفین کو قتل کر دیا اور ان کو بعد میں حادثات یا خودکشی قرار دیا گیا۔

اسی طرح کا ایک بدنام ترین واقعہ جیمس فوریسٹال James V. Forrestal کا ہے۔ 1945 میں جیمس فوریسٹال کو اس امر کا یقین ہو چکا تھا کہ امریکی بینکاروں کے ان بینکاروں سے قریبی تعلقات ہیں جو بنک آف انگلینڈ، فرانس اور دیگر ممالک کے بینک کنٹرول کرتے ہیں۔ اس کی ڈائریوں کے مطابق وہ اس بات کا بھی قائل ہو چکا تھا کہ یہ بین الاقوامی ساہوکار الومیناتی ہیں اور ان کا جنگ عظیم اول اور دوم کرانے میں بنیادی ہاتھ تھا۔ اس نے امریکی صدر روزویلٹ Roosevelt اور دیگر اعلیٰ حکام کو سچائی سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ اسے قتل کر دیا گیا اور اعلیٰ سطح پر اس کو خودکشی تسلیم کرلیا گیا۔

رومی شہنشاہ جسٹینیان اول Justinian (Flavius Anicius Justianiamus) I (483 تا 565) نے تاریخی قانونی کتاب "کارپس جیورس سویلائیز" Corpus Juris Civilis لکھی۔ اس زمانے میں یہودی تاجروں کو غیر قانونی طریقہ تجارت اختیار کرنے اور اسمگلنگ کی بناء پر غیر یہودی تاجروں پر سبقت حاصل تھی۔ جسٹینیان اول کی کتاب کو دسویں صدی تک قانون کی نصابی کتاب کی حیثیت حاصل تھی۔ حتیٰ کہ آج بھی اس کتاب کو قانونی تعلیم میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ جسٹینیان نے کوشش کی کہ کسی طرح ان یہودی تاجروں کو غیر

قانونی کاروبار سے باہر کر دیا جائے۔مگر سود خوروں نے اس کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔اس دور کے یہودیوں کے بارے میں یہودی انسائکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ "ان کو تمام تر مذہبی آزادی حاصل تھی۔وہ ہر جگہ اپنے تجارتی دفاتر کھول سکتے تھے۔غلاموں کی تجارت ان رومن یہودیوں کا اصل ذریعہ معاش تھا اور اس غیر قانونی تجارت پر 335، 336، 339 اور 384 صدی عیسوی میں ان کے خلاف قانونی اقدامات کئے گئے۔"

یہ تمام کہانی بالکل واضح ہے اور سیاہ وسفید میں ہے۔لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ یہودی تاجر اور سود خوروں نے غلاموں کی اپنی غیر قانونی تجارت کو بند نہیں کیا۔یہ ریکارڈ پر ہے کہ وہ ہر طرح کی غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث رہے جس میں منشیات کی تجارت، قحبہ گری، شراب کی اسمگلنگ، پرفیوم، ہیرے اور دیگر قیمتی اشیاء کی اسمگلنگ شامل ہے۔اپنی ان غیر قانونی سرگرمیوں کو تحفظ دینے کے لئے انہوں نے بے دریغ سرکاری افسران کو رشوتیں دیں۔اس کے لئے منشیات اور عورتوں کا بھی استعمال کیا جس سے عوامی اخلاقیات تباہ ہو کر رہ گئیں۔تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ اس امر کے باوجود کہ جسٹینیان رومی شہنشاہ تھا مگر وہ بھی اتنا طاقتور نہیں تھا کہ خواہش رکھنے کے باوجود ان کا خاتمہ کر سکے۔

ایڈورڈ گبن Edward Gibbon (1737-1794) ان یہودی تاجروں اور ساہوکاروں کو یوروپی بادشاہتوں کے زوال اور خاتمہ کا پورا پورا کریڈٹ دیتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ نیرو کی بیوی پوپایا Popaea نے ہی ایسی صورتحال پیدا کی کہ عوام نشے میں دھت ہو کر اپنی ہی تباہی پر آمادہ ہو گئے۔رومن بادشاہت کے خاتمہ کے ساتھ ہی یورپ میں یہودی تسلط قائم ہو گیا اور یوروپی اقوام اس دور میں داخل ہو گئیں جس کو تاریخ داں یورپ کے تاریک دور سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس بارے میں انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں مذکور ہے "ان (یہودی تاجروں اور ساہوکاروں) میں تجارت کی غیر معمولی صلاحیت تھی جس کی بناء پر ان کو زیرک قرار دیا جاتا تھا۔دور تاریکی میں مغربی یورپ کی تقریباً تمام تر تجارت خصوصاً غلاموں کی تجارت ان ہی یہودیوں کے ہاتھ میں تھی"۔

وقت کے ساتھ ساتھ یہودیوں کی جائز و ناجائز ہر طرح کی تجارت پر گرفت مضبوط سے مضبوط ہوتی چلی گئی۔ان کا یہ غلبہ دور و نزدیک پھیلتا گیا حتیٰ کہ تمام یورپی ممالک کی معیشت تقریباً ان کی مٹھی میں آ گئی۔یہ حقیقت کہ یہودیوں نے کرنسی جاری کرنے اور اس پر اپنا کنٹرول قائم رکھنے کے لئے خصوصی کوششیں کیں، یہ روتھس شیلڈ (1743 تا 1812) کے اس نعرہ سے آشکار ہے جو اس نے سازش میں شریک اپنے ساتھیوں کے سامنے لگایا۔" آیئے ہم کسی بھی قوم کی کرنسی کو جاری کریں اور اس کو کنٹرول کریں بلا خوف اس کے کہ وہاں کے قوانین کون بناتا ہے۔"

ان یہودیوں کی دیگر اقوام کے خلاف سازشیں یہاں تک پہنچیں کہ یورپی حکومتوں کو ان کے خلاف اقدامات کرنا پڑے۔1215 میں رومن کیتھولک نظام نے لیٹیران کونسل Lateran Council کا چوتھا اجلاس طلب کیا جس میں یہودیوں کی ریشہ دوانیوں اور جارحیت پر غور کیا گیا۔(اس دور تک یورپی سلطنتوں میں مذہبی پیشوا اور تاجداروں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔) اس موقع پر کیتھولک پیشواؤں نے سود کے خاتمہ اور یہودی سود خوروں کے خلاف کارروائی پر زور دیا۔اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ یہودی اپنے کوارٹروں سے باہر نہیں نکلیں گے اور عیسائیوں کو ملازم نہیں رکھیں گے۔عیسائیوں کی یہودیوں کی ملازمت پر اس لئے پابندی عائد کی گئی تھی کہ یہودی جوائنٹ اسٹاک کمپنیز کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے عیسائیوں کو فرنٹ مین کے طور پر ملازم رکھتے تھے اور خود پس منظر میں رہتے تھے اس طرح ان کی تمام بے رحمانہ کارروائیوں کا سارا الزام عیسائیوں پر آتا تھا۔مزید یہ کہ وہ عیسائی خواتین کو ملازم رکھنے کے بعد ان کی آبروریزی

کرتے تھے اور ان کو قحبہ گری کے لئے مجبور کرتے تھے۔ بعد میں یہی خواتین رشوت کے طور پر سرکاری عمال کو پیش کی جاتی تھیں تاکہ یہودیوں کی تمام ناجائز سرگرمیاں جاری رہ سکیں۔ اس حقیقت کے باوجود کیتھولک مذہبی پیشواؤں کو حکومت کی بھرپور حمایت حاصل تھی وہ یہودی ساہوکاروں پر ان قوانین کا بعینہ نفاذ نہ کر سکے۔ ان تمام اقدامات کے نتیجے میں الوہیناتی کی کلیسا کے خلاف نفرت بڑھتی گئی۔ اس نے کلیساء کو ریاست سے الگ کرنے کے لئے سیکولرازم کا نعرہ نکالا اور اس کو مقبول بنانے کے لئے اپنی مہم تیز کر دی۔

1253 میں فرانسیسی حکومت نے یہودیوں کو ملک سے نکل جانے کا حکم دے دیا کیوں کہ وہ ریاستی قوانین کی مسلسل خلاف ورزی کر رہے تھے۔ اکثر یہودی فرانس سے بے دخل ہونے کے بعد انگلینڈ آ گئے۔ 1255 تک ان یہودی ساہوکاروں نے اکثر کلیسائی اور ریاستی اہلکاروں پر اپنا اثر و رسوخ قائم کر لیا۔ 1255 میں لنکن میں سینٹ ہیو St. Hugh میں ہونے والے سفاکانہ قتل کی شاہ ہنری سوئم King Henry III نے یہودیوں کے خلاف تحقیقات کرائیں جس میں اٹھارہ یہودی اکابرین اور ان کے مذہبی پیشوا ملوث پائے گئے۔ ان پر مقدمہ چلا اور ان کو موت کی سزا دی گئی۔ 1272 میں شاہ ہنری سوم کا انتقال ہو گیا اور ایڈورڈ اول Edward I نے تخت سنبھالا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ یہودی لازمی طور پر سود کو ترک کر دیں۔ 1275 میں اس نے پارلیمنٹ سے جیوری کے قوانین کو منظور کروایا۔ یہ قوانین اس طرح بنائے گئے تھے کہ سود خور یہودیوں کی کارروائیوں کو جو وہ عیسائی اور یہودی قرضداروں کے ساتھ سود کی وصولی کے لئے کر رہے تھے کو روک سکیں۔ یہ قوانین برطانوی تاریخ میں شائد اولین قوانین تھے جس میں پارلیمنٹ میں عوام نے بھرپور حصہ لیا تھا۔ ان قوانین کو یہودی مخالف اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں قانون کی پابندی کرنے والے یہودیوں کو تحفظ دیا گیا تھا۔

جیسا کہ پہلے بھی ہوتا رہا تھا، یہودیوں نے قوانین کو سنجیدہ نہیں لیا اور سمجھا کہ جس طرح وہ لیٹیران کونسل کے فیصلہ کو نظر انداز کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اسی طرح اب بھی کلیساء اور سرکاری عمال کو رشوتیں دے کر وہ اس فیصلہ کی بھی خلاف ورزی کر سکیں گے۔ مگر یہی ان کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ 1290 میں شاہ ایڈورڈ نے دوسرا شاہی فرمان جاری کیا جس کے تحت تمام یہودیوں کو انگلینڈ سے جلاوطن کرنے کا حکم جاری کیا گیا۔ یہ اس دور کا نقطہ آغاز تھا جس کو تاریخ داں عظیم انخلاء The Great Eviction کے نام سے پکارتے ہیں۔ شاہ ایڈورڈ اول کے اس اقدام کی پیروی دیگر یورپی فرمانرواؤں نے بھی شروع کر دی۔

1306 صدی عیسوی میں فرانس نے تمام یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔ 1348 میں سیکسونی نے اس کی پیروی کی۔ 1360 میں ہنگری نے، 1370 میں بیلجیئم نے، 1380 میں سلاویکیہ نے 1420 میں آسٹریا نے، 1444 میں نیدرلینڈ نے اور 1492 صدی عیسوی میں اسپین نے تمام یہودیوں کو ملک بدر کر دیا۔

اسپین سے یہودیوں کا انخلاء ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے اسپین میں ہونے والی تفتیش پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ تحقیقات اس لئے کی گئیں تاکہ کیتھولک سے الگ ہونے والے پروٹسٹنٹوں کو سزا دی جا سکے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تحقیقات جو پوپ کے حکم پر شروع کی گئی تھیں کا مقصد ان زندیقوں کو بے نقاب کرنا تھا جو عیسائی مذہب کو اندر سے تباہ کر رہے تھے۔ تحقیقاتی افسران کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ ملزم یہودی ہیں کہ غیر یہودی، کالے ہیں یا سفید۔

چودہویں صدی عیسوی میں پہلی مرتبہ یہودی سودخوروں کو یہ حق ملا کہ وہ ریاست کو جو بھی قرضہ فراہم کریں اس کو عوام پر ٹیکس کے ذریعے وصول کر سکتے ہیں۔ ان یہودی سودخوروں نے ٹیکس کی

وصولی کے لئے وہ بے رحمانہ اور سفاکانہ طریقے استعمال کئے کہ عوام چیخ اٹھے۔ پادری فرنانڈو کی شعلہ بیان تقاریر نے عوام میں آگ لگادی اور اس کا خاتمہ یہودیوں کے خوفناک قتل عام پر ہوا۔ ایک مرتبہ پھر مٹھی بھر یہودی ساہوکاروں کی غلط کاریوں اور گناہوں کا نتیجہ ساری قوم کو بھگتنا پڑا۔ 1495 صدی عیسوی میں لتھوانیا نے یہودیوں کو نکال باہر کیا۔ 1498 میں پرتگال نے ، 1540 میں اٹلی نے اور 1551 صدی عیسوی میں باویریا نے یہودیوں کو ملک بدر کردیا۔ اس عظیم انخلاء کے دوران دولتمند اور بااثر یہودی بوراڈیوکس، ایوگنان، شمالی اٹلی، مارسائل اور دیگر کیتھولک ریاستوں میں چھپنے میں کامیاب ہوگئے مگر جیسا کہ انسائکلو پیڈیا بریٹانیکا میں مذکور ہے کہ "عام یہودیوں کو صرف اور صرف مشرق میں پولینڈ اور ترک سلطنت میں پناہ ملی۔" ان یہودیوں کا کچھ حصہ مغربی یورپ میں ہی رک کر ابتلاء و آزمائش کا سامنا کرتا رہا حتی کہ ان کی نشاۃ ثانیہ کا دور آگیا اور یورپ میں "تاریک دور" کا آغاز ہوا۔

جب یورپ میں عظیم انخلاء کا عمل جاری تھا تو تمام یہودی ایک باڑے میں رہا کرتے تھے۔ اس طرح وہ عام آبادی سے کٹ کر رہتے تھے اور براہ راست ربّی یا اپنے اکابرین کے زیر کنٹرول ہوتے تھے۔ یہ ربّی اور اکابرین اکثر الومیناتی یا یہودی ساہوکاروں کے جو اپنی پناہ گاہوں میں محفوظ تھے کے زیر اثر ہوتے تھے۔ ان باڑوں میں الومیناتی کے ایجنٹ ان یہودیوں کے دلوں میں ان تمام لوگوں کے جو ان کے انخلاء کے ذمہ دار تھے کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکاتے رہتے تھے۔ یہودی ربّی اپنے وعظ میں یہودیوں کو ذہن نشین کراتے رہتے کہ وہ خدا کی منتخب مخلوق ہیں اور وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جب وہ انتقام لینے کے قابل ہوں گے اور دنیا پر ان کی حکومت ہوگی۔

یہ بات واضح رہے کہ مشرقی یورپ میں رہنے والے یہودی بند وبستی احاطوں میں رہتے تھے۔ یہ احاطے مغربی روس کی سرحد سے شروع ہوکر شمال میں بحیرہ بالٹک تک اور جنوب میں بحیرہ اسود تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں پر رہنے والے زیادہ تر یہودی خازار نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خازار یہودی اپنی سفاکانہ ثقافت اور مالی معاملات میں ظالمانہ بے رحمی کے لئے مشہور تھے۔ ان کے نزدیک اخلاقیات بے معنی لفظ تھا۔ ان کو ہبریو (عبرانی) یہودیوں سے ملانا نہیں چاہئے جو نسبتا نرم، تہذیب یافتہ اور چرواہے تھے۔

ان باڑوں کے اندر الومیناتی کے ایجنٹوں کے لئے ان یہودیوں کے اندر نفرت اور انتقام کا جذبہ پیدا کرنا چنداں مشکل نہ تھا۔ ان منفی جذبوں کے ساتھ انہوں نے عالمی تحریک انقلاب تشکیل دی جس کی بنیاد دہشت گردی پر تھی۔ اس کے آغاز کے ساتھ ہی بین الاقوامی ذہن رکھنے والے ساہوکاروں اور ان کے مبلغوں نے عالمی تحریک انقلاب کی نہ صرف منصوبہ بندی شروع کردی بلکہ اس کو فنانس کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر کنٹرول بھی حاصل کرلیا۔ انہوں نے عالمی تحریک انقلاب کو عیسائی کلیساء اور یورپی تاجداروں کے خلاف انتقام کے لئے ایک آلہ کے طور پر استعمال کیا۔

تاریخ نے ثابت کردیا ہے کہ کس طرح ان ساہوکاروں نے بین الاقوامی کمیونزم کی انقلابی تحریک کو منظم کیا۔ انہوں نے دہشت گردی کے انفرادی فعل کو ایک منظم انقلابی تحریک سے تبدیل کردیا۔ اس کے بعد انہوں نے ان تمام ممالک میں جہاں جہاں سے یہودیوں کو بے دخل کیا گیا تھا، میں یہودیوں کی مخفی واپسی کو ایک منظم منصوبہ بندی کے تحت یقینی بنایا۔ کیونکہ یہ واپسی غیر قانونی تھی اس لئے اس کے لئے زیرزمین سرگرمیوں کا ایک پورا نیٹ ورک تشکیل دیا گیا۔ چونکہ یہ تمام یہودی جو یورپی ممالک میں خفیہ طور پر داخل ہوئے تھے اور ان شہروں کے زیر زمین نیٹ ورک کا حصہ تھے،

غیر قانونی ہونے کی بناء پر قانونی روزگار حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ان کو فنڈز کی فراہمی کے لئے بلیک منی مارکیٹ کا نظام تشکیل دیا گیا۔یہ تمام یہودی ہر قسم کے غیر قانونی کام اور تجارت میں ملوث ہو گئے۔ ہمیشہ کی طرح جوائنٹ اسٹاک کمپنیز کا اصول یہاں پر بھی اپنایا گیا اور وہ ساہوکار جو اس تمام زیر زمین سرگرمیوں کو کنٹرول کر رہے تھے وہ ہمیشہ خفیہ رہے۔

کاؤنٹ ڈی پونکنز Count de Poncins، مسز نیسٹا ویبسٹر Mrs. Nesta Webster، سر والٹر اسکاٹ Sir Walter Scott اور دیگر مصنفین اور تاریخ دانوں کا شبہ تھا کہ الومیناتی اور عالمگیریت کا حامی ایک گروپ ہی عالمی تحریک انقلاب کے پس پشت خفیہ طاقت ہے۔تاہم اب معمے کے موجود تمام ٹکڑے جوڑنے کے بعد یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ یہی حقیقت ہے۔

ان یہودیوں کی ان ممالک سے جہاں سے ان کو بے دخل کیا گیا تھا خفیہ واپسی کا منصوبہ کس قدر مکمل تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ یہودی انگلینڈ میں 1600 صدی عیسوی میں اور ہنگری میں 1500 میں واپس آ چکے تھے۔ہنگری سے ان کو 1582 میں دوبارہ بیدخل کر دیا گیا۔ سلاویکیہ میں یہ 1562 میں واپس پہنچے اور 1744 میں دوبارہ بے دخل کر دئے گئے۔لتھوانیا میں یہ واپس 1700 صدی عیسوی میں پہنچے۔اس بات سے قطع نظر کہ یہ کتنی مرتبہ بے دخل کئے گئے، بے شمار یہودی زیر زمین رہے جہاں سے وہ عالمی تحریک انقلاب کی خفیہ سرگرمیوں میں مصروف رہے۔

انقلاب برطانیہ

چونکہ عظیم انخلاء کا آغاز کنگ ایڈورڈ اول کی جانب سے یہودیوں کی برطانیہ بے دخلی سے شروع ہوا تھا اس لئے فرانس، ہالینڈ اور جرمنی کے ساہوکاروں نے فیصلہ کیا کہ یہ عین انصاف کے مطابق ہوگا کہ اگر وہ اپنی انقلابی تیکنیک کو انگلینڈ سے آزمانے کا سلسلہ شروع کریں۔انہوں نے اپنے ایجنٹوں کو جس کو وہ سیل (Cell) کہتے ہیں کے ذریعے بادشاہ اور اس کے عمال، آجر اور اجیر، حکمراں طبقہ اور ملازمین، کلیساء اور ریاست کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنی شروع کر دیں۔ سازشیوں نے سیاست اور مذہب میں متنازعہ مسائل کھڑے کرنے شروع کر دیئے تا کہ عوام کو مخالف کیمپوں میں تقسیم کیا جا سکے۔سب سے پہلے انہوں نے انگلینڈ کے عوام کو کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں تقسیم کیا اس کے بعد پروٹسٹنٹ کو کنفرمسٹ Confirmists اور نان کنفرمسٹ Non-Confirmists میں تقسیم کیا گیا۔

جب بادشاہ چارلس اول کے اپنی پارلیمنٹ سے اختلافات بڑھ گئے تو ہالینڈ میں رہنے والے ایک ساہوکار مناسح بن اسرائیل Manasseh Ben Israel نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے اولیور کرامویل سے رابطہ کیا۔انہوں نے اس کو برطانوی بادشاہ کو اتار پھینکنے کے لئے بھاری رقوم کی پیشکش کی۔پرتگال کے فرنانڈز کارواجال Fernandez Carvajal کا تاریخ میں اکثر تذکرہ ایک عظیم یہودی (جو کرامویل Cromwell کا چیف ملٹری کنٹریکٹر تھا) کی حیثیت میں کیا جاتا ہے۔اس نے "راؤنڈ ہیڈز" "Round Heads" کی تنظیم نو کر کے ان کو ایک ماڈل فوج میں تبدیل کر دیا۔اس نے ان کو دنیا کے بہترین ہتھیار دیئے اور بھاری رقوم فراہم کیں جس سے وہ سب کچھ خرید سکتے تھے۔اسی اثناء میں سیکڑوں یہودی انگلینڈ اسمگل کئے گئے جو وہاں کی زیر

زمین دنیا میں جذب ہو گئے۔

اس وقت انگلینڈ میں اس زیر زمین دنیا کا سربراہ ڈی سوزا نامی یہودی تھا۔فرنانڈز کارواجال نے اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کر کے ڈی سوزا De Souze کو انگلینڈ میں پرتگال کا سفیر مقرر کروا دیا۔اب ڈی سوزا کے گھر میں سفارتی تحفظ کی چھتری تلے انقلابی رہنما چھپے ہوئے تھے جہاں سے وہ زیر زمین دنیا کے باسیوں کے ذریعے اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے تھے۔

جیسے ہی انگلینڈ میں انقلاب لانے کا فیصلہ کیا گیا یہودیوں نے انگلینڈ میں کالوینی ازم (Calvinism) کو متعارف کرایا تاکہ عوام میں ریاست اور کلیساء کو الگ کیا جا سکے۔عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ یہ عیسائیوں کا اندرونی معاملہ تھا۔اس کے برخلاف یہ یہودیوں کی پیدا کردہ سازش تھی۔کالوین Calvin کا اصل نام کوہن Cohen تھا۔جب اس نے نظریات کے پرچار کے لئے جنیوا سے فرانس کا سفر کیا تو اس کا نام بدل کر کوئن Cauin ہو گیا۔بعد ازاں انگلینڈ میں اس نے کالوین Calvin کا نام اختیار کر لیا۔تاریخ بتاتی ہے کہ شائد ہی کوئی انقلابی منصوبہ ہو جس کا آغاز سوئٹزرلینڈ سے نہ ہوا ہو اور شائد ہی کوئی یہودی انقلابی رہنما ہو جس نے اپنا نام نہ تبدیل کیا ہو۔

1936 صدی عیسوی میں پیرس میں ہونے والی بی نائی بی رتھ (B'nai B'rith) کی تقریبات میں کالوین نے اپنے یہودی النسل ہونے کا اعتراف کیا تھا۔

اولیور کرامویل Oliver Cromwell یہودی انقلابی منصوبہ بندی کا ایک حصہ تھا اس کے ثبوت لارڈ الفریڈ ڈگلس Lord Alfred Douglus نے اپنے ویکلی پلین انگلش (Weekly Plain English) میں شائع کئے تھے۔یہ رسالہ نارتھ برٹش پبلشنگ کمپنی کے تحت شائع ہوتا تھا۔3 ستمبر 1921 کو شائع ہونے والے شمارے کے ایک آرٹیکل میں وہ

رقمطراز ہیں کہ کس طرح ایمسٹرڈم، ہالینڈ کا ان کا ایک یہودی دوست ایل ڈی والکرٹ L.D. Valkert ان کے پاس ایک فائل لے کر آیا جو سائناگاگ آف ملجیم ایم (Synagogue of Muljeim) کے ریکارڈ پر مشتمل تھی۔یہ والیوم نپولین کی جنگوں کے دوران کھو گیا تھا اس میں سائناگاگ کے ڈائریکٹروں کو لکھے گئے خطوط اور ان کے جوابات شامل تھے۔

یہ خطوط جرمن زبان میں لکھے گئے۔ایک خط جس پر 16 جون 1647 کی تاریخ درج ہے، کے مطابق

اوسی (اولیور کرامویل) کی طرف سے ایبینیزر پریٹ Ebenezer Pratt کے لئے

"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مالی مدد کے جواب میں انگلینڈ میں یہودیوں کے داخلے کی حمایت کی جائے گی تاہم یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک چارلس زندہ ہے۔چارلس کو مقدمہ چلائے بغیر سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔اس کے لئے مناسب شواہد درکار ہیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔لہٰذا یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ چارلس کو قتل کر دیا جائے لیکن قاتل کو خریدنے کی ضرورت نہیں پڑے گی اگر اس کو فرار میں مدد دے دی جائے۔"

اس مکتوب کے جواب میں ریکارڈ کے مطابق ای پریٹ نے اولیور کرامویل کو 12 جولائی 1647 کو جواب میں لکھا کہ

"جیسے ہی چارلس کو ہٹا دیا گیا اور یہودیوں کو داخلے کی اجازت دے دی گئی مالی گرانٹ منظور کر لی جائے گی۔قتل بہت خطرناک ہے۔چارلس کو فرار کا موقع دیا جائے۔اس کی دوبارہ گرفتاری کے بعد اس پر مقدمہ چلانا اور اس کو سزائے موت دینا ممکن ہو گا۔حمایت آزادانہ ہے مگر شرائط پر گفتگو اس وقت تک بیکار ہے جب تک مقدمہ شروع نہیں ہو جاتا۔"

اسی سال 12 نومبر کو چارلس کو فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ جی ہاں اور پھر وہ پکڑا بھی گیا۔ ہولیز اور لڈلو دونوں تاریخ داں جو اس موضوع پر اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں، ریکارڈ پر ہے کہ اس فرار کو وہ کرامویل کا فریب اور چال سمجھتے تھے۔ چارلس کی گرفتاری کے ساتھ ہی واقعات تیزی کے رونما ہوئے۔ کرامویل نے فوری طور پر برٹش پارلیمنٹ سے ان تمام ارکان کو ہٹا دیا جن کے بارے ذرہ برابر بھی شبہ تھا کہ وہ شاہ کے وفادار ہیں۔ ان تمام تر اقدامات کے باوجود کہ 5 دسمبر 1648 کو ایوان کے رات بھر جاری رہنے والے اجلاس میں اکثریت نے اس بات سے اتفاق کرلیا کہ "بادشاہ کی جانب سے جن مراعات کی یقین دہانی کروائی گئی ہے وہ معاملے کو حل کرنے کے لئے اطمینان بخش ہیں۔"

اس قسم کا کوئی بھی حل کرامویل کو بین الاقوامی ساہوکاروں کی جانب سے وعدہ کی گئی رقم کے لئے نا اہل قرار دے دیتا جس کا اس کو چارلس کے قتل کی صورت میں دیئے جانے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس لئے کرامویل نے دوبارہ مداخلت کی اور کرنل پی رائیڈ کو حکم دیا کہ جن لوگوں نے بادشاہ کے حق میں ووٹ دیا ہے ان سے پارلیمنٹ کو پاک کر دیا جائے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کو تاریخ کی کتابوں میں پی رائیڈ کی تطہیر کا نام دیا گیا۔ اس عمل کے بعد پارلیمنٹ میں پچاس افراد رہ گئے۔ اس پارلیمنٹ کو "رمپ پارلیمنٹ"(Rump Parliament) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ رمپ انگریزی زبان میں سرین کو کہتے ہیں۔ ان کے پاس مکمل اختیارات تھے۔ 9 جنوری 1649 کو ایک "ہائی کورٹ آف جسٹس" کے قیام کا اعلان کیا گیا تاکہ بادشاہ پر مقدمہ چلایا جا سکے۔ اس عدالت کی دو تہائی افراد کا تعلق کرامویل کی فوج سے تھا۔ اس تمام کے باوجود سازشی پورے انگلینڈ سے ایک بھی ایسا وکیل نہ ڈھونڈ سکے جو بادشاہ پر فرد جرم عائد کر سکے۔ کار واجال نے مناصح بن اسرائیل کے انگلینڈ میں ایک یہودی تارک وطن ایجنٹ آئزک ڈوری سلاس

IsaacDorislauss کو ہدایت دی کہ وہ بادشاہ پر فرد جرم عائد کرے۔ چارلس کو مجرم عدالت میں مجرم پایا گیا مگر انگلینڈ کے کسی شہری کے پیش کردہ الزامات کے تحت نہیں بلکہ بین الاقوامی سود خوروں کے عائد کردہ الزامات کے تحت 30 جنوری 1649 کو وہائٹ ہال لندن کے ایوان ضیافت کے سامنے بادشاہ کا سر برسر عام قلم کر دیا گیا۔ سائنا گاگ آف شیطان کے ڈائریکٹروں کی ہدایت پر یہودی سود خوروں نے ایڈورڈ اول کی جانب سے انگلینڈ سے بے دخلی کا انتقام لے لیا تھا اور کرامویل اپنا انعام وصول کر چکا تھا۔

چارلس سے چھٹکارا پانے اور انتقام لینے کے ساتھ ساتھ یہ سود خور اور بھی مقاصد رکھتے تھے۔ انہوں نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا تاکہ انگلینڈ کی معیشت اور حکومت پر کنٹرول حاصل کر سکیں۔ ان کا منصوبہ تھا کہ یورپ کی دیگر مملکتوں کو انگلینڈ کے ساتھ جنگ میں ملوث کر سکیں۔ ان جنگوں کے شروع ہوتے ہی انہوں نے ان مملکتوں کے سربراہوں کو جنگی اخراجات پورے کرنے کے لئے فوری طور پر قرضوں کی فراہمی شروع کر دی اور اس طرح وہ تمام یورپی ریاستوں کو بھاری قرضوں تلے دبانے میں کامیاب ہو گئے۔

1649 میں شاہ چارلس کو قتل کرنے سے لے کر 1694 تک بنک آف انگلینڈ کے قیام تک کے ترتیب وار واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ کس طرح انگلینڈ کا قومی قرضہ بڑھتا چلا گیا۔ یہ بین الاقوامی بینکار اپنے قرض بڑھانے کے لئے مسلسل یورپ میں ایک عیسائی کے ہاتھوں دوسرے عیسائی کا گلا کٹواتے رہے۔

1649 یہودیوں کی مالی مدد سے کرامویل نے آئرلینڈ کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ برطانوی پروٹسٹنٹوں پر آئرش کیتھولک عیسائیوں کے قتل کا الزام آیا۔

1650 مانٹروس جو کرامویل کا باغی تھا اس کو گرفتار کر کے سزائے موت دی گئی۔

1651 چارلس دوم نے انگلینڈ پر حملہ کیا مگر شکست کھا کر دوبارہ فرانس بھاگ گیا۔

1652 انگلینڈ نیدر لینڈ کے ساتھ جنگ میں ملوث ہوگیا۔

1653 کراموپل نے خود کو انگلینڈ کا لارڈ پروٹیکٹر مقرر کرنے کا اعلان کر دیا۔

1654 انگلینڈ مزید جنگوں میں ملوث ہوگیا۔

1656 امریکی کالونیوں میں مسائل شروع ہوگئے۔

1657 کراموپل مرگیا اور اس کے بیٹے رچرڈ Richard کو اس کی جگہ پروٹیکٹر مقرر کر دیا گیا۔

1659 رچرڈ سازشوں سے بددل ہو کر مستعفی ہوگیا۔

1660 جنرل مونک General Monk نے لندن پر قبضہ کرلیا اور چارلس دوم نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

1661 کراموپل اور اس کے ساتھیوں آئریٹون Ireton اور بریڈشا Bradshaw کی سازش طشت ازبام ہوگئی جس سے عوام میں سخت ردعمل پیدا ہوا اور ان کی لاشوں کو قبروں سے نکال کر لٹکا دیا گیا۔

1662 مذہبی تنازعات پیدا کئے گئے تاکہ پروٹسٹنٹوں کو تقسیم کیا جاسکے۔ کلیساء کے مخالف نان کنفرمسٹ عیسائیوں کو مقدمات اور سزا کا سامنا کرنا پڑا۔

1664 انگلینڈ نیدر لینڈ کے ساتھ دوبارہ جنگ میں مصروف ہوگیا۔

1665 انگلینڈ کو ایک عظیم کساد بازاری کا سامنا کرنا پڑا۔ بیروزگاری اور غذائی قلت نے اہل برطانیہ کی صحت کو شدید متاثر کیا اور طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔

1666 انگلینڈ فرانس اور نیدر لینڈ کے ساتھ ایک اور جنگ میں مصروف ہوگیا۔

1667 الومیناتی کے ایجنٹوں نے سیاست اور مذہب دونوں میں ازسرنو نئے تنازعات کا آغاز کر دیا۔

1674 انگلینڈ اور نیدر لینڈ میں امن قائم ہوگیا۔ وہ لوگ جو جنگ کا ماحول پیدا کرنے کے لئے سازشیں کر رہے تھے انہوں نے اب اپنا کردار تبدیل کرلیا اور شادی کرانے کا کردار سنبھال لیا۔ انہوں نے عام سے شخص ولیم اسٹریڈ ہولڈر William Stadholder کو ڈچ فوج کا کپتان جنرل مقرر کروایا اور پھر وہ ولیم پرنس آف اورنج Prince of Orange ہوگیا۔ ڈیوک آف یارک Duke of York کی بڑی بیٹی پرنسیس میری Princess Mary سے اس کی ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ ڈیوک آف یارک سبکدوش کئے جانے والے بادشاہ کا قریبی عزیز تھا اور اس سے بادشاہت کے حق میں صرف ایک درجہ نیچے تھا۔

1677 پرنسیس میری کی شادی ولیم پرنس آف اورنج سے ہوگئی۔ تاہم ان کو برطانیہ کا تخت دلانے کے لئے ضروری تھا کہ چارلس دوم اور ڈیوک آف یارک دونوں سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

1683 ان دونوں سے چھٹکارے کے لئے رائے ہاؤس Rye House کا منصوبہ بنایا گیا مگر یہ ناکام ہوگیا۔

1685 شاہ چارلس دوم کا انتقال ہوگیا۔ ڈیوک آف یارک نے انگلینڈ کا تخت سنبھال لیا اور اس کا نیا نام جیمس دوم King James II قرار پایا۔ اس کے تخت سنبھالتے ہی اس کے خلاف بدنامی کی مہم L'infame کا آغاز کر دیا گیا۔ ڈیوک آف مون موتھ Duke of Monmouth سے رابطہ کر کے اس کو ضروری یقین دہانی کرانے کے ساتھ ساتھ مالی مدد بھی فراہم کی گئی تاکہ وہ بادشاہ کے خلاف بغاوت کر سکے۔ 30 جون کو اس کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ

ہوا جس میں ڈیوک آف مون موتھ کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو گیا۔ اس کو 15 جولائی کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اگست میں جج جیفریز Judge Jeffreys نے باغیوں کے خلاف مقدمات کا آغاز کیا جس کو تاریخ دانوں نے خونی جیوری The Bloody Assizes کا نام دیا۔ انتہائی سنگدلی اور بے رحمانہ طریقے سے تین سو کے قریب باغیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور دیگر ایک ہزار کو غلامی کی سزا سنائی گئی۔ اس سے بہ آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس طرح خفیہ طاقتیں پس منظر میں رہ کر کام کرتی ہیں جس میں بگاڑ کا ذمہ دار اور مورد الزام ہمیشہ دوسروں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان ایجنٹوں کو جو ملزم ٹھہرائے جاتے ہیں تحلیل کر دیا جاتا ہے اور ثبوت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتے ہیں۔ ولیم آف اورنج کی جانب سے انگلینڈ کا تخت سنبھالنے کے لئے اب بھی شاہ جیمس دوم کو ہٹانا ضروری تھا۔ اس وقت انگلینڈ میں ہر شخص سحر زدہ اور سراسیمہ تھا۔ کسی کو سچائی کا علم نہیں تھا اور ہر کوئی اس صورتحال کا دوسرے کو مورد الزام ٹھہرا رہا تھا مگر خفیہ طاقتیں محفوظ تھیں۔

1688 ان خفیہ طاقتوں نے ولیم آف اورنج کو ٹور بے Torbay کے ساحل پر اترنے کا حکم دیا۔ اس نے 5 نومبر کو حکم کی تعمیل کی۔ شاہ جیمس دوم کو تخت سے دستبردار ہونا پڑا اور وہ فرانس فرار ہو گیا۔ وہ اپنے خلاف چلنے والی بدنامی کی مہم، سازشوں اور اپنی حماقتوں کی بناء پر عوام میں انتہائی غیر مقبول تھا۔

1689 ولیم آف اورنج اور پرنسیس میری نے اپنے آپ کو انگلینڈ کا بادشاہ اور ملکہ مقرر کرنے کا اعلان کر دیا۔ جیمس دوم تخت سے دستبرداری کے لئے آسانی کے ساتھ تیار نہیں تھا اور نہ ہی وہ بغیر جنگ کے ہتھیار ڈالنے پر راضی تھا۔ چونکہ وہ کیتھولک تھا اس لئے خفیہ طاقتوں نے ولیم آف اورنج کو پروٹیسٹنٹ کے چیمپئن کے طور پر پیش کیا۔ 15 فروری 1689 کو جیمس دوم آئرلینڈ پہنچا اور

کیتھولک اور پروٹیسٹنٹوں کے درمیان معرکہ ہوا۔ اس جنگ میں فتح کی خوشی میں آج تک اورنج مین ہر سال 12 جولائی کو جشن مناتے ہیں۔ شائد ہی دونوں طرف کی فوج میں سے کسی کو علم ہو کہ 1640 صدی عیسوی سے 1689 صدی عیسوی کے درمیان ہونے والی یہ مذہبی جنگیں اور جھڑپیں بین الاقوامی بینکاروں کی طرف سے سازشوں کا نتیجہ تھیں تاکہ انگلینڈ کو کمزور کیا جا سکے اور اس کی معیشت و حکومت پر قبضہ کیا جا سکے۔ اس مقصد کے لئے پہلا ہدف بنک آف انگلینڈ کا قیام تھا تاکہ برطانوی حکومت کو جنگ کے لئے اکسایا جائے اور اس کے لئے قرض فراہم کئے جا سکیں اور اس کو قرضوں کے بوجھ تلے دبا دیا جائے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ کس طرح وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے۔

تمام تنازعات، جنگوں اور مالی بحران کا دنیا بھر میں کبھی بھی کسی قوم کو فائدہ نہیں پہنچا سوائے عالمی بینکاروں اور سودخوروں کے ایک چھوٹے سے گروپ کے۔ جیسے ہی ڈچ جنرل نے برطانیہ کا تخت سنبھالا اس نے برطانوی حکام کو یہودی سودخوروں سے ساڑھے بارہ لاکھ پاؤنڈ اسٹرلنگ کا قرضہ حاصل کرنے کا حکم دیا۔ تاریخ میں ہے کہ اس کے لئے برطانیہ کی طرف سے سر جون ہوبلن Sir John Houblen اور ولیم پیٹرسن Willian Patterson نے مذاکرات میں حصہ لیا مگر سودخوروں کے کہیں نام نظر نہیں آتے۔

تاریخی دستاویز بتاتی ہیں کہ ان سودخوروں کی شناخت کو خفیہ رکھنے کے لئے یہ مذاکرات ایک کلیساء میں ہوئے۔ ان سودخوروں نے برطانیہ کو قرض فراہم کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی مگر اس کے لئے اپنی شرائط پیش کیں جس کو قبول کر لیا گیا۔ ان شرائط میں شامل تھا کہ

اول: جو لوگ قرض فراہم کریں گے ان کے نام خفیہ رکھے جائیں گے اور بنک آف انگلینڈ کے قیام کے لئے چارٹر جاری کیا جائے گا۔

دوم: بنک آف انگلینڈ کے ڈائریکٹروں کو یہ قانونی حق حاصل ہوگا کہ وہ کرنسی کے لئے گولڈ اسٹینڈرڈ Gold Standadard کو قائم کریں جس کے ذریعے وہ قرض کی فراہمی کا نظام قائم کریں گے۔

سوم: ہر ایک پاؤنڈ کے سونے کے عوض جو بنک میں سیکورٹی کی صورت میں ہوگا وہ دس پاؤنڈ کا قرض جاری کر سکیں گے۔

چہارم: بنک ریاست کو جاری کئے گئے قرض کو منظم کرے گا اور اصل رقم اور سود کی وصولی کو عوام پر براہ راست لگائے گئے ٹیکسوں کے ذریعے ممکن بنائے گا۔

اس طرح محض ساڑھے بارہ لاکھ پاؤنڈ کے لئے ولیم آف اورنج نے پورے انگلینڈ کی عوام کو ان یہودیوں کی اقتصادی غلامی میں دے دیا۔ اس طرح یہودی سودخوروں کی جاہ طلبی کی تکمیل ہوگئی۔ انہوں نے ایک قوم کی کرنسی جاری کرنے اور اس کو کنٹرول کرنے کے تمام اختیارات حاصل کر لئے۔

سونے کو کرنسی جاری کرنے کے لئے معیار مقرر کرنے سے ان سودخوروں کو اپنی دولت لامحدود طریقے سے ضرب دینے کے مواقع مل گئے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ بنک آف انگلینڈ کے ڈائریکٹرز محض سو پاؤنڈ مالیت کے سونے کے عوض ایک ہزار پاؤنڈ کے قرض جاری کر سکتے تھے اور وہ سود سو پاؤنڈ پر نہیں بلکہ پورے ایک ہزار پاؤنڈ پر وصول کر رہے تھے۔ پانچ فیصد سالانہ سود کے لحاظ سے وہ ایک ہزار پاؤنڈ پر پچاس پاؤنڈ سود وصول کر چکے تھے۔ یہ ایک ہزار پاؤنڈ صرف ایک سو پاؤنڈ کی سیکورٹی پر جاری کئے گئے تھے اس طرح وہ ایک سال کے اندر ہی اپنا پچاس فیصد قرض وصول کر چکے تھے۔ اگر کوئی فرد بنک سے قرض لینے جائے تو اس کو ایک

ہزار پاؤنڈ سے زیادہ کی جائیداد یا سونا رہن رکھوانا پڑتا تھا۔ اور اگر وہ مقررہ وقت میں ادائیگی میں ناکام ہوجائے تو اس کی جائیداد قرق کر لی جاتی تھی۔ اس طرح محض ایک سو پاؤنڈ مالیت سونے کی سیکورٹی سے ایک ہزار پاؤنڈ سے زائد کی جائیداد اور سونا ان سودخوروں کے چنگل میں آجاتا تھا۔

ان بینکاروں کی کبھی بھی یہ خواہش نہیں رہی کہ انگلینڈ اپنے قرضہ جات کو ادا کرے۔ ان کی سازش رہی کہ دنیا کی تمام اقوام قرضوں میں مسلسل ڈوبی رہیں۔

صرف برطانیہ میں 1694 صدی عیسوی سے لے کر 1698 صدی عیسوی کے دوران چار سال کے عرصے میں قرض کی مالیت ایک لاکھ پاؤنڈ سے بڑھ کر سولہ لاکھ پاؤنڈ تک پہنچ گئی۔ قرضہ جات میں یہ اضافہ محض جنگوں کی وجہ سے ہوا۔ 1650 صدی عیسوی سے 1722 صدی عیسوی کے دوران انگلینڈ کی ممتاز فوجی شخصیت کا نام تھا جان چرچل John Churchill۔ اس کی سودخوروں کے لئے زبردست جنگی خدمات کی بناء پر اس کو پہلی مرتبہ مارلبورو کا ڈیوک Duke of Marlborough مقرر کیا گیا۔

خفیہ طاقتوں نے ایک مرتبہ پھر طنابیں کھینچیں اور اسپین کے ساتھ جنگیں شروع ہوگئیں۔ 1701 میں ڈیوک آف مارلبورو جان چرچل کو ہالینڈ کی فوج کا کمانڈر ان چیف مقرر کر دیا گیا۔

یہودی انسائیکلو پیڈیا کے مطابق ڈیوک آف مارلبورو جان چرچل کو ان بے بہا خدمات پر ڈچ یہودی بینکار سولومن میڈینا Solomon Medina کی جانب سے کم از کم چھ ہزار پاؤنڈ سالانہ کی ادائیگی کی گئی۔

انقلاب فرانس کے واقعات بتاتے ہیں کہ اس دوران برطانیہ کا قرض جو 1698 میں سولہ لاکھ پاؤنڈ تھا 1815 میں بڑھ کر 88 کروڑ 50 لاکھ پاؤنڈ ہوگیا۔ 1945 میں یہ قرض 22 ارب 50 کروڑ 35 لاکھ سے زائد ہوچکا تھا اور اس کے بعد صرف ایک سال میں یہ مالیت دگنی ہوکر

44 ارب 55 کروڑ پاؤنڈ تک پہنچ گئی تھی۔ 2009 میں یہ قرض بڑھ کر ڈیڑھ ٹریلین پاؤنڈ اسٹرلنگ تک پہنچ گیا ہے۔اس کی سب سے بڑی وجہ بین الاقوامی بینکاروں کی شروع کی گئی 'دہشت کے خلاف جنگ'War on Terror' میں برطانیہ کی شرکت ہے۔

الومیناتی کا قیام اور نیو ورلڈ آرڈر کا اجرا

گذشتہ باب میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح سودخوروں کے ایک چھوٹے سے گروپ نے خود کو خفیہ رکھتے ہوئے محض ساڑھے بارہ لاکھ پاؤنڈ کی چھوٹی سی رقم کے عوض پورے برطانیہ کی معیشت کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جس طرح سے برطانیہ پر قبضہ کے لیے یہودی سودخوروں اور ساہوکاروں نے 1640 سے 1649 کے درمیان سازشیں کیں بالکل اسی طرح انہوں نے 1789 میں فرانس میں انقلاب کے لئے سازشیں کیں۔

یہودی انسائکلو پیڈیا کہتا ہے کہ "ایڈوم جدید جیوری میں شامل ہے" Edom is in Modern Jewery۔ یہ اعتراف انتہائی اہم ہے کیونکہ ایڈوم کا مطلب سرخ ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ایک یہودی سنار ایمشیل موسس باؤیر Amachel Moses Bauer نے مشرقی یورپ میں مسلسل اپنی نقل وحرکت سے تنگ آ کر 1750 میں فرینکفرٹ جرمنی میں رہنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس نے یہاں پر ایک کاؤنٹنگ ہاؤس کھول لیا۔ اس نے دکان کے نشان کے طور پر اس کے دروازے پر ایک سرخ شیلڈ Red Shield کو آویزاں کیا۔ یہ سرخ نشان اس لئے اہم ہے کہ مشرق میں بند وبستی علاقوں میں رہنے والے تمام انقلابی یہودی اپنے لئے سرخ پرچم استعمال کرتے تھے جو سرخ خون کی علامت ہے۔ ایمشیل موسس باؤیر کے ہاں 1743 میں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اس نے ایمشیل میئر باؤیر Amachel Mayer Bauer رکھا۔ 1754 میں جب یہ بچہ صرف گیارہ برس کا تھا تو اس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ اس بچے نے کم عمری میں ہی سودخوری اور ساہوکاری کے وہ تمام داؤ پیچ سیکھ لئے جو اس کے باپ نے اس کو سکھائے تھے۔ اس کے باپ کی خواہش تھی کہ اپنے بچے کو ربی بنائے مگر موت نے اس کو مہلت نہیں دی۔

باپ کے انتقال کے بعد ایمشیل میئر باؤیر اوپن ہیمر بنک Oppenheimer Bank میں بطور کلرک ملازم ہوگیا۔ اس نے جلد ہی اپنی صلاحیتوں کو ثابت کردیا اور بنک کی جونیئر پارٹنر شپ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ بعد میں وہ فرینکفرٹ واپس آگیا اور اپنے باپ کے چھوڑے ہوئے کاروبار کو سنبھال لیا۔ وہ سرخ شیلڈ ابھی تک اسی طرح دکان پر آویزاں تھی۔ اس سرخ شیلڈ کی خفیہ اہمیت کو پہچانتے ہوئے ایمشیل میئر باؤیر نے اس کو اپنے خاندان کے نئے نام کے طور پر اپنانے کا فیصلہ کرلیا۔ جرمن زبان میں ریڈ شیلڈ کو روتھس شیلڈ Rothschild کہتے ہیں اس طرح ہاؤس آف روتھس شیلڈ کا قیام عمل میں آیا۔

ایمشیل میئر باؤیر 1812 صدی عیسوی تک حیات رہا۔ اس کے پانچ بیٹے تھے جو تمام کے تمام سود خوری اور ساہوکاری میں یکتا تھے تاہم ان میں سے ناتھان Nathah نامی بیٹا سب سے آگے تھا۔ اس کو اکیس سال کی عمر میں اس کے باپ نے انگلینڈ بھیجا تاکہ بنک آف انگلینڈ کا کنٹرول حاصل کیا جاسکے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ یورپ کے دیگر ممالک میں اپنے باپ اور بھائیوں کے کاروبار کو منظم شکل دے تاکہ یورپ کے اقتصادی نظام پر اجارہ داری حاصل کی جاسکے۔ اس تمام دولت کو ایک پول Pool کی شکل دے کر بعد ازاں ان خفیہ مقاصد کے لئے استعمال کرنا تھا جس سے ان کے باپ نے ان کو آگاہ کردیا تھا۔ اپنی صلاحیتوں کو ثابت کرنے کے لئے ناتھان روتھس شیلڈ نے ان بیس ہزار پاؤنڈ کو جو وہ انگلینڈ سرمایہ کاری کے لئے لے کر آیا تھا کو محض تین سال کے اندر اندر تین گنا کر کے ساٹھ ہزار پاؤنڈ میں تبدیل کردیا۔

عالمی تحریک انقلاب کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات مدنظر رہے کہ انقلاب فرانس میں اور اس کے بعد آنے والے تمام انقلابات میں سرخ پرچم کا استعمال کیا گیا۔ اس کی اہمیت اس سے واضح ہے کہ لینن نے 1917 صدی عیسوی میں جب بین الاقوامی بینکاروں کی مالی مدد سے روسی حکومت

کو اکھاڑ پھینکا اور پہلی کلی آمریت قائم کی تو اس وقت جو پرچم ڈیزائن کیا گیا اس کا رنگ سرخ تھا۔ اس پر ایک ہتھوڑے اور درانتی کے ساتھ ساتھ جوڈا ازم Judeaism کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک تارہ بھی تھا۔

1773 میں جب میئر روتھس شیلڈ صرف تیس برس کا تھا اس نے دیگر بارہ امیر ترین اور بااثر افراد کو فرینکفرٹ مدعو کیا۔ اس کا مقصد ان لوگوں کو قائل کرنا تھا کہ اگر وہ تیار ہوجائیں تو سب کی دولت اور اثر ورسوخ کو استعمال کر کے عالمی تحریک انقلاب کو فنانس کرنے اور اس پر کنٹرول کے لئے استعمال کیا جائے۔ تاکہ پوری دنیا کی دولت، وسائل اور انسانی دولت پر قبضہ کیا جاسکے۔

اس اجلاس میں روتھس شیلڈ نے اس کا انکشاف کیا کہ کس طرح انگلینڈ میں انقلاب کو اس نے منظم کیا۔ اس دوران اس سے جو غلطیاں اس سے سرزد ہوئی تھیں اس نے ان کی بھی نشاندہی کی۔ انقلابی دورانیہ بہت طویل تھا اور مزاحمت کاروں کو اتنی تیزی اور سفاکی کے ساتھ ختم نہیں کیا جاسکا جس کی ضرورت تھی۔ طے شدہ 'دہشت کے تسلط' کو جس کے تحت عوام کو مغلوب اور محکوم بنانا تھا اس طرح موثر طور پر روبہ عمل نہیں لایا جاسکا جس کی منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ ان تمام غلطیوں کے باوجود انقلاب کے مطلوبہ مقاصد حاصل ہو چکے تھے۔ بینکار جنہوں نے انقلاب کے لئے اکسایا تھا، انگلینڈ کی اقتصادیات پر قابض ہو چکے تھے اور قرض کا کھیل شروع ہو چکا تھا۔ بین الاقوامی سطح پر سازشوں کے ذریعے انہوں نے جو جنگ اور بغاوتیں 1694 میں شروع کی تھیں کی بناء پر وہ قرضوں کی مالیت کوئی گنا ضرب دے چکے تھے۔

انقلاب انگلینڈ کے بارے میں اپنے دلائل دینے کے بعد روتھس شیلڈ نے حاضرین مجلس کو بتایا کہ انگلینڈ سے حاصل ہونے والے فوائد کی ان فوائد کے سامنے کچھ بھی اہمیت نہیں ہے جو انقلاب فرانس سے حاصل ہوں گے۔ اس پروجیکٹ کے لئے تمام افراد کو اپنی دولت پول کرنی پڑے گی

تا کہ مطلوبہ وسائل کو خریدا جا سکے۔ جیسے ہی وہاں پر موجود افراد نے اس نئے پروجیکٹ کے لئے حامی بھری اور ایک معاہدہ طے پا گیا تو روتھس شیلڈ نے انقلاب لانے کے لئے اپنے منصوبہ کو ان کے سامنے پیش کیا۔ انتہائی مہارت کے ساتھ اس ساری دولت کو اس طرح استعمال کیا جانے والا تھا کہ عوام تقریباً قحط کا شکار ہو جائیں اور بیروزگاری کی بناء پر بھوک کے کنارے پہنچ جائیں۔ پھر اس سے زیادہ مہارت کے ساتھ پروپیگنڈہ مشینری کا استعمال کیا جائے تا کہ اس تمام تر صورتحال کی ذمہ داری بادشاہ، اس کے دربار و وزراء، معززین، کلیسا، صنعتکاروں اور آجروں پر ڈال دی جائے۔ ان کے اجرتی پروپیگنڈہ کرنے والے حکمران طبقہ کے خلاف عوام میں نفرت اور بیزاری کے جذبات پیدا کئے جائیں اور اس کے لئے حکمران طبقہ کی عیاشیاں، ناانصافیاں اور جبر و استبداد کے متعلق تمام تر ممکن جھوٹے اور سچے واقعات کو حوالے کے طور پر پیش کیا جائے۔ یہ اجرتی پروپیگنڈہ کرنے والے ان طاقتور افراد کے خلاف جو ان کے منصوبوں میں مزاحم ہوں بدنامی و رسوائی کے گمراہ کن واقعات گھڑیں تا کہ ان کو معاشرہ میں علیحدہ کیا جا سکے۔

اس جامع تعارف کے بعد روتھس شیلڈ نے اپنا ایکشن پلان ان کے سامنے پیش کیا۔ تاریخ میں موجود اس منصوبے کی جو جزئیات مل سکیں وہ یہ ہیں۔

1) روتھس شیلڈ نے منصوبہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ عام لوگوں کی اکثریت اچھائی کے مقابلے میں شیطنیت کی طرف مائل ہے اس لئے مطلوبہ نتائج اکیڈمک بحث کے بجائے دہشت گردی اور فسادات کے ذریعے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اس نے دلیل پیش کی کہ ابتدا میں انسانی معاشرہ سنگدل اور اندھا معاشرہ تھا جو بتدریج قانون کے مطابق ڈھل گیا۔ اس نے کہا کہ یہ قانون کیا ہے۔ یہ بھی طاقت کی ایک شکل ہے۔

2) اس نے کہا کہ سیاسی آزادی ایک تصور ہے حقیقت نہیں۔ سیاسی طاقت حاصل کرنے کے لئے

ضروری ہے کہ لبرل ازم کی تبلیغ کی جائے تا کہ منتخب افراد شاہی اختیارات میں سے کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور ان میں اور شاہ میں اختیارات کی جنگ شروع ہو جائے۔

3) مقرر نے زور دیا کہ سونے کی طاقت نے آزاد حکمرانوں کے اختیارات کو بھی غصب کر لیا ہے۔ اس نے زور دیا کہ وفاداری کے لفظ کو آزادی سے بدل دیا جائے اور جدید دور میں یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ اس آزادی کو استعمال کس طرح کیا جائے۔ آزادی کے نام پر طبقاتی جنگیں ہوں گی۔ اس نے کہا کہ اس کی فکر بے معنی ہے کہ یہ قائم حکومتیں اندرونی دشمنوں کے ہاتھوں ختم ہوں گی یا بیرونی دشمنوں کے ہاتھوں مغلوب۔ ان سب کو سرمایہ درکار ہوگا جو سب کا سب ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

4) اس کا کہنا تھا کہ ہمارا حق طاقت میں مضمر ہے۔ لفظ حق ایک تجریدی معنی رکھنے والا لفظ ہے جس کے کوئی حقیقی معنی نہیں ہیں۔ میں نے ایک نیا حق تلاش کیا ہے۔ حملہ کر کے موجودہ حکومتوں کو منتشر کر دینا۔

5) اس نے اپنے سامعین کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ "ہمارے وسائل اس وقت تک خفیہ رہنے چاہیں جب تک کہ اتنی طاقت نہ حاصل ہو جائے کہ مدمقابل کوئی بھی طاقت نہ ہو جو اس کو تباہ کر سکے۔ اس نے سامعین کو مزید متنبہ کیا کہ اگر اس کے پیش کردہ منصوبے سے ذرہ برابر بھی انحراف کیا گیا تو وہ خود صدیوں کی غلامی میں جا سکتے ہیں۔

6) روتھس شیلڈ نے 'ہجوم کی نفسیات' کے استعمال پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اس سے عوام پر بہ آسانی کنٹرول حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس نے وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہجوم اندھا، بہرہ اور کسی بھی دلیل سے عاری ہوتا ہے اور محض اپنے لیڈر کی منشاء پر انحصار کرتا ہے۔ صرف اور صرف ایک جابر حکمران ہی اس ہجوم کو قابو کر سکتا ہے اور اگر اس ہجوم کو آزادی دے دی جائے تو جلد ہی یہ

معاشرہ کو انارکی کا شکار کر سکتا ہے۔

7) اس نے بتایا کہ اس کے ایجنٹ نوجوانوں کا اخلاق بگاڑنے کے لئے شراب، منشیات اور اخلاقی بگاڑ کے تمام ہتھکنڈے استعمال کریں گے۔ اس نے تجویز پیش کی کہ اس مقصد کے لئے خصوصی طور پر تربیت یافتہ ایجنٹ بطور استاد تعینات کئے جائیں۔ دربار، کلرک اور گورنیس کی پوزیشنوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا جائے۔ حرام کاری کی جگہوں پر ہماری ایجنٹ عورتیں ان گوئم Goyim کو اس لت میں ڈال دیں۔ اس تعیش اور بدکاری کا اتباع کرنے میں ہائی سوسائٹی کی خواتین رضاکارانہ طور پر آگے آگے ہوں گی۔ ہمیں رشوت، دھوکا اور فریب کو کسی بھی لیے نہیں روکنا چاہئے تاکہ اس کو آخری حد تک پہنچایا جا سکے۔

8) سیاسیات کا تذکرہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ ہم کسی کی بھی پراپرٹی کو کسی بھی لیے کسی بھی بہانے ضبط کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اس نے اعلان کیا کہ ہم جنگ کی ہولناک ہیبت کو خاموش سزائے موت سے بدل دیں گے تاکہ دہشت کا دور دورہ کبھی بھی ختم نہ ہو۔

9) اس نے کہا کہ یہ ہم ہی تھے جنہوں نے قدیم دور میں آزادی، مساوات اور اخوت کے الفاظ متعارف کرائے تھے تاکہ جم غفیر کو کنٹرول کیا جا سکے۔ اب ان الفاظ کے مسلسل دہرانے سے گوئم اس کو اپنا حق سمجھنے لگے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ قدرتی طور پر ان تینوں کی اس دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ قدرت اور آباء واجداد پر فخر کے کھنڈرات سے ہم نے زر کو پیدا کیا ہے۔ اس جھوٹے فخر کو قائم رکھنے کے لئے ان کو زر کی ضرورت ہے اور اس کے لئے انہیں ہم پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔

10) اس کے بعد اس نے اپنی جنگ کی تھیوری پیش کی۔ (اس نے 1773 میں ایک اصول طے کیا تھا جس کا مشترکہ اعلان امریکہ و برطانیہ کی حکومتوں نے 1939 میں کیا)۔ اس نے کہا کہ یہ لازم ہے کہ چاہے جو بھی جنگ شروع کرے ہم امن کانفرنسیں منعقد کرائیں گے تاکہ جنگ میں

طرفین میں سے کسی کو بھی زمینی فائدہ حاصل نہ ہو سکے۔ جنگ کسی کی فتح یا شکست کے لئے نہیں بلکہ اس لئے شروع کرائی جائے گی کہ دونوں طرف کی اقوام کو نئے قرضوں تلے دبایا جا سکے اور وہ ہمارے ایجنٹوں کے مزید تسلط میں آجائیں۔

11) اس کا اگلا منصوبہ انتظامیہ کے بارے میں تھا۔ اس نے سامعین سے کہا کہ دولت کے ذریعے اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ سرکاری عمال (پبلک آفسز Public Offices) کے لئے جو لوگ منتخب کئے جا رہے ہیں وہ ہمارے تابع ہوں اور ہماری کمانڈ کے زیر اثر ہوں تاکہ ان کو بساط پر پیادے کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔ ہم حکومتوں کے پس منظر میں رہ کر بطور مشیر اپنا کام کریں گے۔ جو لوگ بھی مشیر مقرر کئے جائیں ان کی افزائش و تربیت بچپن سے ہی ہمارے نظریات کے مطابق کی جائے تاکہ وہ پوری دنیا کو اس طرح چلا سکیں جس طرح ہم چاہتے ہیں۔

12) پروپیگنڈہ اس سارے منصوبے میں بنیادی اہمیت کا حامل تھا۔ اس نے وضاحت کی کہ کس طرح وہ اپنی دولت ملا کر عوامی اطلاعات کے تمام مراکز پر قبضہ برقرار رکھیں گے۔ مگر یہ سب پس منظر میں رہ کر کیا جائے گا تاکہ جو بھی جھوٹا پروپیگنڈہ ہو یا جھوٹی کہانیاں شائع کی جائیں اس کا الزام دوسروں پر آئے۔ اس نے کہا کہ "اخبارات کا شکریہ کہ ہمارے ہاتھ سونے سے بھرے ہوئے ہیں حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ اس کو ہم نے خون اور آنسوؤں کے سمندر میں سے جمع کیا ہے-------لیکن ہم نے اپنے لوگوں کی جو قربانیاں دی ہیں اس نے ہمیں اس سے کہیں زیادہ ادا کیا ہے۔ ہماری طرف کا ہر آدمی گوئم کے ہزار افراد کے برابر ہے۔"

13) پھر اس نے اس امر کی وضاحت کی کہ جب بھی معاشرہ بدترین فسادات اور دہشت کا شکار ہو تو ان کا ایجنٹ سامنے آئے۔ جب وہ امن و امان کو بحال کر دے تو عوام کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ مجرموں اور غیر ذمہ داروں کا شکار تھے اور ہمارا ایجنٹ ہی ان کا نجات دہندہ ہے۔ ہماری

ایماء پر سوسائٹی میں تشدد اور لوٹ مار کا بازار گرم کرنے والے مجرموں اور نفسیاتی مریضوں کو ان کا کام ختم ہونے کے بعد سر عام سزائیں دی جائیں تا کہ عوام کا اعتماد ہمارے ایجنٹوں پر بحال رہے اور وہ کارکنان کے چیمپیئن کے طور پر ابھر کر سامنے آئیں۔ اس موقع پر ایک مقرر نے مزید اضافہ کیا کہ ہم اس کے خلاف زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں یعنی گوئم کی موت۔

14) اگلے مرحلے میں اس نے بتایا کہ کس طرح صنعتی بحران اور مالیاتی خوف کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پیدا کریں گے۔ "عوام پر بے روزگاری اور بھوک کو مسلط کر دیا جائے گا کیونکہ ہم غذا کی قلت پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ سب کچھ قانونی طریقے سے ہوگا"۔ اس کے بعد ان کے ایجنٹ ہجوم کو کنٹرول کر رہے ہوں گے اور اس ہجوم کے سامنے جو بھی آئے گا وہ راستے سے صاف ہو جائے گا۔

15) براعظمی فری میسنری Freemasonary کے اندر سرایت کرنا ان کے ایجنڈے کا اگلا نکتہ تھا جس پر سیر حاصل بحث ہوئی۔ مقرر نے کہا کہ ان کا مقصد ان تمام سہولیات اور خفیہ رکھنے کی صلاحیت کو استعمال کرنا ہے جس کی فری میسن پیشکش کر رہے ہیں۔ اس نے تجویز پیش کی کہ بلیو فری میسنری کے اندر وہ خود گرینڈ اورینٹ لاجز Grand Orient Lodges بنائیں تا کہ مخیّرانہ سرگرمیوں کے بھیس میں اپنی باغیانہ سرگرمیوں کو جاری رکھ سکیں۔ اس نے کہا کہ تمام ارکان جو گرینڈ اورینٹ لاجز میں شامل ہوں وہ تبدیلی مذہب کے لئے استعمال کئے جائیں اور گوئم Goyim میں ملحدانہ خیالات کی ترویج کے لئے استعمال کیا جائے۔

16) اس نے دانستہ فریب اور دھوکا دہی کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ایجنٹوں کو اس دلفریب نعرے اور طرز کلام استعمال کرنے کی خصوصی تربیت دی جائے تا کہ عوام کو گمراہ کیا جا سکے۔ اس کا کہنا تھا کہ جو بھی وعدے کئے گئے ہیں اس کی ضد کبھی بھی کی جا سکتی ہے،"

17) اس نے انقلابی جنگ کے منصوبوں کا بھی ذکر کیا۔ اس میں اسٹریٹ فائٹنگ Street Fighting کے خصوصی آرٹ کا بھی تذکرہ تھا۔ اسی میں 'دہشت اور خوف کے تسلط' کے لئے بنائے گئے منصوبوں کی بھی تفصیل پیش کی گئی جو روتھس شیلڈ کے مطابق ہر انقلابی منصوبے کا لازمی حصہ ہے۔ "یہی عوام کو جلد از جلد محکوم بنانے کے لئے سب سے زیادہ آسان اور سستا ترین طریقہ ہے۔"

18) ڈپلومیسی ایجنڈے کا اگلا نکتہ تھا۔ تمام جنگوں کا آغاز ہوتے ہی ہمارے ایجنٹ سفارتکاروں کے روپ میں برسرِ عمل آ جائیں۔ یہ سیاسی، اقتصادی مشیروں کے روپ میں بھی ہو سکتے ہیں تا کہ ہمارے تمام منصوبے روبہ عمل آ جائیں اور ہماری شناخت خفیہ بھی رہ سکے۔ یہ خفیہ سفارتکاری اس لئے بھی ضروری ہے کہ عوام کو ہونے والے خفیہ معاہدوں کی شرائط کے بارے میں علم نہ ہو سکے۔

19) حتمی ہدف ایک عالمی حکومت کا قیام ہے۔ اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بڑی بڑی اجارہ داریاں قائم کی جائیں۔ یہ اتنی بڑی ہوں کہ دولتمند سے دولتمند گوئم کی قسمت کا بھی انحصار اس پر ہو۔ مقرر نے کہا کہ آپ حضرات میں سے جو ماہر اقتصادیات بھی ہیں بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس طرح کے اشتراک کی کیا اہمیت ہے۔

20) اقتصادی جنگ: اس کے تحت گوئم کی جائیداد اور صنعت پر بحث کی گئی۔ بھاری ٹیکسوں کو ناجائز مسابقت کے ساتھ ملا کر گوئم کو معاشی طور پر مفلوج کیا جا سکتا ہے۔ بین الاقوامی مارکیٹ میں انہوں نے محسوس کیا کہ وہ تمام قیمتیں مقرر کی جائیں جو ان کے لئے بہتر ہوں۔ یہ ہدف خام مال کی فراہمی پر کنٹرول حاصل کر کے اور مخالفین کی صنعتوں میں کارکنان کے پرتشدد احتجاج سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس بات کو کہا گیا کہ تمام افراد صنعتی کارکنان کی تنخواہیں اس سطح پر رکھیں جو ان کے مسابقین کو کسی بھی طرح سوٹ نہ کرتی ہوں۔

21) اسلحہ سازی: تجویز کیا گیا کہ اسلحہ سازی کے بڑے بڑے کارخانے فوری طور پر تعمیر کئے جائیں تا کہ گوئم کو بتدریج تباہ کیا جا سکے۔ آخر میں صرف پرولتاریوں کا ایک بڑا طبقہ باقی رہ جائے جو ہمارے مقاصد کی تکمیل میں ہمارا معاون ہو۔ اور فوج و پولیس ہو جس کا کام ہمارے مفادات کا تحفظ ہو۔

22) نیا نظام: ایک نئی عالمی حکومت کو آمر کے ذریعے قائم کیا جائے۔ وہ سائنسدانوں، ماہر معاشیات و اقتصادیات اور صنعتکاروں، امیر ترین افراد میں سے اس حکومت کو چلانے والوں کا انتخاب کرے۔

23) نوجوانوں کی اہمیت: نوجوانوں کی اہمیت کو پرزور دیتے ہوئے روتھس شیلڈ نے کہا کہ ہمارے ایجنٹ معاشرہ اور حکومت کے ہر طبقہ اور ہر سطح پر سرایت کر جائیں تا کہ ان طبقات کے نوجوان حصہ کو بیوقوف بنایا جا سکے، ان کو مدہوش کر دیا جائے اور اخلاقی و مالی ہر طرح سے کرپٹ کر دیا جائے۔

24) قومی اور بین الاقوامی قوانین کو استعمال نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کو توڑ مروڑ کر گوئم کی تہذیبوں کے خاتمے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ ہمارا مقصد ہے کہ قانون کے لفظ کو ثالثی سے تبدیل کر دیا جائے۔

ایجنڈے پر گفتگو کے بعد روتھس شیلڈ نے کہا کہ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ گوئم ہم پر مسلح ہو کر حملہ آور ہو جائیں گے۔ لیکن مغرب میں ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ ہم ایسے کسی خطرے کے ابھرنے سے پہلے ہی ہر بڑے شہر، زمیں دوز راہداریوں اور ہر جگہ پر زیر زمین سرگرمیوں کا ایک جال بچھا دیں گے۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اس طرح کا کوئی خفیہ اجلاس ہوا

تھا اور اگر ہوا تھا تو اس کے راز کس طرح افشاء ہو گئے۔ اس بات کو محض اللہ کی مدد ہی کہا جا سکتا ہے۔

1785 میں ایک گھڑ سوار پیغام رساں تیزی کے ساتھ فرینکفرٹ سے پیرس کی طرف روانہ تھا۔ اس کے پاس موجود دستاویزات میں عالمی تحریک انقلاب کے بارے میں عمومی اور انقلاب فرانس کے بارے میں خصوصی طور پر تمام معلومات درج تھیں۔ یہ معلومات جرمنی کی یہودی الومیناتی کی طرف سے فرانس میں گرینڈ اورینٹ میسن کے گرینڈ ماسٹر کو بھیجی جا رہی تھیں۔ فرانس میں یہ گرینڈ اورینٹ لاج ڈیوک ڈی آرلینز Duc D'Orleans نے انقلابی سرگرمیوں کے لئے تشکیل دیا تھا۔ اس کو میرابیو Mirabeau نے فرینکفرٹ کی یہودی الومیناتی میں متعارف کروایا تھا اس کے بعد ڈیوک کو فرنچ میسنری کا گرینڈ ماسٹر مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے خفیہ انقلابی سرگرمیوں کے لئے گرینڈ اورینٹ لاج تشکیل دیا تھا۔ راستے میں راٹسبون Ratisbon کے قریب یہ گھڑ سوار آسانی بجلی کا شکار ہو گیا اور مر گیا۔ اس کی پشت سے بندھی یہ دستاویزات پولیس تک پہنچیں جو بالآخر حکومت تک پہنچ گئیں۔

ساہوکاروں، کئی بڑے مذہبی پیشواؤں، ڈائریکٹروں اور اکابرین نے اپنے شیطانی مقاصد کی تکمیل کے لئے ایک خفیہ سوسائٹی بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس خفیہ تنظیم کا نام الومیناتی 'Illuminati' تجویز کیا گیا۔ انگریزی لفظ الومیناتی کے معنی روشنی کے علمبردار کے ہیں۔ اصل میں یہ قبالہ Cabala کی تعلیمات کے مطابق لوسیفر Lucifer کا لغوی ترجمہ ہے۔ یہودی الومیناتی کی سپریم کونسل کے ارکان کی تعداد تیرہ ہے۔ یہ افراد کونسل آف تھرٹی تھری کی ایگزیکٹو کونسل کے ارکین میں بھی شامل ہوتے ہیں۔ یہودی الومیناتی کا سربراہ یہ دعوی کرتا ہے کہ اسی کو مذہب کے حوالے سے تمام تر معلومات ہیں۔ یہی وہ آدمی ہیں جنہوں نے نظریہ الحاد تشکیل دیا جو بعد میں

کارل مارکس نے 1848 صدی عیسوی میں کمیونسٹ مینی فیسٹو The Communist Manifesto کے نام سے شائع کیا۔ مارکس ایک یہودی ربّی کا بھتیجا تھا مگر جب اس کو اہم ذمہ داریوں کے لیے چنا گیا تو اس نے ان سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا تھا۔ بالکل اسی طرح جو جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کا طریقہ کار ہے۔

الومیناتی کی سپریم کونسل کی تعداد تیرہ رکھنے کا ایک مقصد دنیا سے مذہب کے خاتمہ کی یاد دہانی بھی ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ اور ان کے حواریوں کی تعداد ملا کر تیرہ تھی۔ یہ اس کے جواب میں ہے۔ راز داری برقرار رکھنے اور کسی بھی غداری سے بچنے کے لئے الومیناتی میں رکنیت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ حلف اٹھائے کہ کونسل آف تھرٹی تھری کے سربراہ کا ہر حال میں وفادار رہے گا اور کوئی بھی فانی انسان اس سے برتر نہیں ہے۔ اس طرح اس کو اس دنیا کا خدا تسلیم کرلیا جاتا ہے۔ آج جب کمیونسٹ پارٹی کا رکن یہ عہد لیتا ہے کہ ریاست سے برتر کوئی نہیں ہے تو دراصل وہ عالمی تحریک انقلاب سے وفاداری کا حلف اٹھا رہا ہوتا ہے۔

انقلاب فرانس

جب فرانس میں انقلاب لانے کا فیصلہ ہوگیا تو الومیناتی کے ایجنٹوں نے مارکوئیس آف میرابیو Marquis of Mirabeau سے رابطہ کیا۔ ان کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے یہ موزوں ترین شخص نظر آیا۔ وہ دربار میں بھی اثر ورسوخ رکھتا تھا دوسرے اس کے ڈیوک ڈی آرلینز Duc D' Oralans سے قریبی دوستانہ تعلقات تھے جس کو الومیناتی نے اپنے فرنٹ مین کی حیثیت سے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس سب سے بڑھ کر یہ کہ میرابیو اخلاق سے عاری شخص تھا اور قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔

میرابیو جو کہ فرانس کا شعلہ بیان مقرر تھا اس سے سودخوروں کے ایجنٹوں کا رابطہ کرنا آسان ترین تھا۔ دوستوں اور مداحوں کے بھیس میں وہ میرابیو کی قربت حاصل کرتے چلے گئے۔ اس کی مالی پریشانیوں کو دور کرنے اور پرتعیش زندگی گزارنے کے لئے انہوں نے اس کو فراخدلانہ قرضے فراہم کیے۔ جب اس کا بال بال قرض میں جکڑ گیا تو اس کو ان کی بات ماننے پر مجبور کر دیا گیا۔ قرضہ جات پر مذاکرات کے دوران اس کی ملاقات ایک یہودی ساہوکار موسس مینڈیل سوہن سے Moses Mendelssohn ہوئی جس نے میرابیو کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے میرابیو کی ملاقات ایک اور یہودی حسینہ سے کروائی جو ہائی سوسائٹی میں اپنے حسن وخوبصورتی کی بناء پر مشہور تھی مگر اخلاقیات سے عاری تھی۔

یہ حسینہ شادی شدہ تھی اور اس کے شوہر کا نام ہرز Herz تھا لیکن میرابیو جیسے شخص کے لئے اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ وہ شادی شدہ تھی بلکہ اس کے نزدیک یہ ایک اور خصوصیت تھی۔ جلد ہی وہ حسینہ اپنا وقت اپنے شوہر سے زیادہ میرابیو کے ساتھ گزارنے لگی۔ مینڈیل سوہن کے ناقابل

ادائیگی قرض میں دبا ہوا میرابیو مسز ہرز کی دلربائی میں ایسا ڈوبا کہ شکار کے لیے ڈالے گئے کانٹے کو ہنسی خوشی نگل گیا۔ ایک اچھے ماہی گیر کی طرح انہوں نے میرابیو کو کام لینے سے پہلے تھوڑا سا وقت دیا۔ اگر وہ سختی کرتے تو مچھلی ہاتھ سے نکل سکتی تھی۔

ان کی دوسری چال یہ تھی کہ اس کو الومیناتی میں شامل کیا جائے۔ اس نے رازداری اور اطاعت کا حلف اٹھایا۔ اب اگلی چال اس کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا تھا۔ اچانک میرابیو کے اسکینڈلز کا انکشاف ہونے لگا۔ اس کی زندگی کے خفیہ گوشے اخبارات میں چھپنے لگے۔ یہ طریقہ کار کسی بھی شخص کے کردار کو تباہ کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے تاکہ وہ کام کے دوران پریشانی کا باعث نہ بنے۔ میرابیو کا اپنے ہم عصروں میں مذاق اڑنے لگا۔ اس سے اس کے اندر انتقام کا جذبہ پیدا ہوا اس طرح وہ انقلابی مقصد کے قریب ہو گیا۔

میرابیو کو ٹاسک دیا گیا کہ وہ ڈیوک ڈی آرلینز کو فرانس میں انقلاب کی سربراہی کے لئے تیار کرے۔ ڈیوک کو یہ تاثر دیا گیا کہ ایک دفعہ بادشاہ تخت سے دستبردار ہو جائے اس کو فرانس کا جمہوری سربراہ تسلیم کرلیا جائے گا۔ انقلاب فرانس کے اصل منصوبہ ساز اتنے محتاط تھے کہ انہوں نے میرابیو اور ڈیوک کسی کو بھی اصل منصوبہ کی ہوا نہ لگنے دی کہ وہ بادشاہ، ملکہ اور ہزاروں معززین کے قتل کا منصوبہ بنائے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے میرابیو اور ڈیوک دونوں کو یہ یقین دلایا تھا کہ انقلاب کا مقصد سیاست اور مذہب کو جبر واستبداد سے نجات دلانا ہے۔ ایک اور وجہ جس کی بنا پر اسے انقلاب فرانس میں فرنٹ مین کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا وہ یہ تھی کہ وہ فرنچ میسنری کا گرینڈ ماسٹر تھا۔

ایڈم ویشاٹ Adam Weisaupt کو یہ ٹاسک دیا گیا تھا کہ وہ گرینڈ اورینٹ میسنری میں الومیناتی کی عبادتی رسومات کو متعارف کروائے اور ان کا آغاز کرے۔۔ وہ فرینکفرٹ جرمنی میں

رہتا تھا۔ میرابیو نے ویشاٹ سے ڈیوک اور ٹیلی رینڈ Talleyrand کو متعارف کرایا۔ 1773 کے اواخر میں ڈیوک نے گرینڈ اورینٹ کی عبادات کو فرانس میں متعارف کرادیا۔ 1788 تک فرانس میں گرینڈ اورینٹ میسنری سے ملحق لاجز کی تعداد دو ہزار تک پہنچ گئی تھی جبکہ افرادی قوت کی تعداد ایک لاکھ تک تھی۔

اس طرح یہودی الومیناتی نے گرینڈ اورینٹ لاجز کے بھیس میں فرانس میں کام شروع کردیا۔ بعد ازاں ان لاجز میں انقلابی کمیٹیاں تشکیل دے دی گئیں۔ اس طرح پورے فرانس میں زیر زمین انقلابی ڈائریکٹروں نے اپنا کام شروع کردیا۔

ایک مرتبہ جب میرابیو اپنے دوست ڈیوک ڈی آرلینز کو خفیہ قوتوں کی خواہش کے مطابق بلیو یا نیشنل فری میسنری میں لانے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے اپنے دوست کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اس کے ساتھ ہوا تھا۔ اب ڈیوک بھی اسی گلابوں کی سیج پر آ گیا اور چار سال کے اندر اندر قرضوں تلے اتنا دب گیا کہ ان قرضوں کو اتارنے کے لئے وہ ہر قسم کے غیر قانونی کام پر آمادہ ہو چکا تھا۔ لیکن مالی بحران کو دور کرنے کے لئے وہ جو بھی کام کرتا تھا آخر میں پراسرار انداز میں وہ ناکام ہو جاتا تھا اور وہ مزید سے مزید نقصان اٹھا کر نئے قرض لیتا گیا۔

1780 میں وہ آٹھ لاکھ لیورز کا قرضدار ہو چکا تھا۔ ایک مرتبہ پھر سودخور میدان میں کودے اور انہوں نے تمام مسائل کے حل کے لئے اپنی مدد کی پیشکش کردی۔ انتہائی مہارت کے ساتھ انہوں نے قرض کی فراہمی اور مالی مدد کی سیکورٹی کے طور پر اس کے محلات، زرعی زمینوں حتی کہ اس کی رہائش گاہ (Palais Royal) شاہی محل کو بھی گروی رکھ لیا۔ ایک معاہدہ کے تحت اس نے اپنے یہودی فنانسروں کو یہ اختیار دیا کہ وہ اس کی جائیداد اور محلات کا انتظام کر سکتے ہیں تاکہ اس کی آمدنی میں مناسب اضافہ ہو سکے اور اس کے مالی واجبات کو پورا کیا جا سکے۔ ڈیوک ڈی

آرلینز کبھی بھی کاروباری لحاظ سے کامیاب شخصیت نہیں رہا تھا۔ جائیداد کی دیکھ بھال اور آمدنی میں اضافہ کے لئے یہودی بینکار دوستوں کے ساتھ یہ ڈیل دیکھنے میں ایک اچھا کاروباری معاہدہ تھا۔انہوں نے اس کو پیشکش کی تھی کہ وہ اس کی مایوس کن ناکامیوں کو عظیم مالی کامیابیوں سے بدل دیں گے۔ وہ اس کے علاوہ چاہتا بھی کیا تھا۔ یہ اس کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ اس میں بھی کوئی چال ہوسکتی ہے۔ یہ بات بھی مشکوک لگتی ہے کہ وہ اپنا جسم وروح شیطان کے ہاتھوں فروخت کر چکا تھا۔لیکن عملاً وہ ان کے ہاتھوں میں اپنا سب کچھ فروخت کر چکا تھا۔

خفیہ طاقتوں نے ہدایت کی کہ ڈیوک کے شاہی محل اور جائیداد کی دیکھ بھال کے لئے کوڈیرلوس ڈی لاکلوس Choderlos de Laclos کو مقرر کیا جائے۔ ڈی لاکلوس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ہسپانوی نژاد یہودی تھا۔ جب اس کو ڈیوک کی جائیداد جس میں شاہی محل بھی شامل تھا کا منیجر مقرر کیا گیا اس وقت تک وہ مشہور پورنوگرافک کتابیں تصنیف کر چکا تھا۔ وہ سر عام اپنے کام کا دفاع یہ کہہ کر کیا کرتا تھا کہ یہ سب محبت کے مظاہر ہیں اور اس کی سیاست ہی محبت ہے۔

اس کی چنداں اہمیت نہیں ہے کہ ڈی لاکلوس کون تھا اور کیا تھا مگر اس کی بہت اہمیت ہے کہ منیجر مقرر ہونے کے بعد اس نے کیا کیا۔ اس نے ڈیوک کے رائل پیلس کو دنیا کے بدنام ترین مقام میں تبدیل کر دیا۔ شاہی محل میں اس نے ہر قسم کی شہوانی تفریح کا بندوبست کیا جس میں حیوانی حرکات کی جاتی تھیں۔ شرمناک شو ہوتے تھے، عریاں تصاویر کی گیلری تھی اور پورنوگرافک کتابوں کی لائبریری تھی۔ حتیٰ کہ حیوانی جنسی طریقوں کو باقاعدہ اسٹیج پر پرفارم کیا جاتا تھا۔ ان آدمیوں اور عورتوں کو جو عیاشی اور اوباشی چاہتے تھے انہیں ان کی جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے خصوصی طور پر جگہ فراہم کی جاتی تھی۔ اس طرح رائل پیلس ایک ایسے مرکز میں تبدیل ہو گیا تھا جو فرانسیسی ثقافت

کے ساتھ ساتھ مذہبی اقدار کو تباہ کرنے میں ہراول دستے کا کردار ادا کر رہا تھا۔ یہ قبالہ کے اس نظریہ کے عین مطابق تھا کہ نوجوانوں کو اخلاقیات سے محروم کر دینا ہی بہترین انقلاب ہے۔

ڈی لاکلوس کے ساتھ پالرمو Palermo کا ایک یہودی اور بھی تھا۔ اس کا نام کیگلی اوسترو Cagliostro تھا مگر وہ جوزف بالسامو Joseph Balsamo کے نام سے معروف تھا۔ اس نے ڈیوک کی جائیداد میں سے ایک عمارت کو پرنٹنگ ہاؤس میں تبدیل کر دیا جہاں سے انقلابی پمفلٹ شائع ہوتے تھے۔ اس نے پروپیگنڈہ کرنے والوں کی ایک ٹیم بھی بھرتی کی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ وہ اسٹیج پر کھیلوں کو پرفارم کرتے تھے، کنسرٹ کرتے تھے اور مباحثوں کا اہتمام کرتے تھے تاکہ انسانی جبلت کے مطابق اس کو انقلابی مقصد کے لئے تیار کیا جاسکے۔ بالسامو نے جاسوسوں کی ایک ٹیم بھی بھرتی کی ہوئی تھی تاکہ خفیہ طاقتوں کو معزز افراد کی کردار کشی کے لیے مواد میسر رہے۔

وہ خواتین وحضرات جو لاکلوس اور بالسامو کے جال میں پھنس جاتے تھے وہ بلیک میل ہو کر ان کی انگلیوں کے اشارے پر ناچنے لگتے تھے۔ اس طرح ڈیوک کی اسٹیٹ انقلابی سرگرمیوں کے مرکز میں تبدیل ہوگئی جبکہ لیکچر ہال، تھیٹروں، آرٹ گیلریوں، ایتھلیٹک کلب، جوئے خانوں، قحبہ گھروں اور شراب خانوں ومنشیات کے اڈوں کی صورت میں زبردست کاروبار کرنے لگے۔
ڈیوک ڈی آرلینز کی اسٹیٹ کو عالمی تحریک انقلاب کی پس پشت خفیہ قوتوں نے ان کے ایجنٹ تیار کرنے کی فیکٹریوں میں تبدیل کر دیا جن کو وہ اپنی بساط پر پیادے کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ اسکڈر Scudder جس نے "پرنس آف دی بلڈ" Prince of the Blood تصنیف کی لکھتا ہے کہ صرف ڈیوک کی اسٹیٹ میں ہی پولیس کے کرنے کے لئے اتنا کام تھا جتنا پورے شہر میں نہیں تھا۔ مگر عوام کے لئے یہ بدنام ترین جگہ ڈیوک کی ملکیت تھی جو بادشاہ

کا کزن تھا۔ صرف چند مٹھی بھر لوگ تھے جو اس بات سے آگاہ تھے کہ یہ جگہ سودخوروں کے زیر انتظام ہے جو اسے انقلابی تنظیم کو چلانے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

کوریئر کے جسم سے برامدگی کے بعد یہ حساس خفیہ دستاویزات حکومت کے حوالے کر دی گئیں۔ حکومت نے فوری طور پر الومیناتی کے ہیڈ کوارٹر پر چھاپے کا حکم دیا جہاں سے عالمی تحریک انقلاب کے حوالے سے سازشوں کے مزید ثبوت برامد ہوئے۔ حکومت نے فوری طور پر فرانس، انگلینڈ، پولینڈ، جرمنی، آسٹریا اور روس کی حکومتوں کو اس عالمی سازش سے خبردار کیا مگر جیسا کہ ہوتا آیا ہے کہ کسی بھی حکومت نے اس سازش کو سنجیدہ ہی نہیں لیا۔ مگر کیوں؟ اس کا آسان ترین جواب یہ ہے کہ عالمی تحریک انقلاب کے پس پشت طاقت ان منتخب حکومتوں کی طاقت سے زیادہ تھی۔ اور جوں جوں کہانی آگے بڑھتی گئی یہ حقیقت بار بار ثابت ہوتی گئی۔

جن بدخواہ لوگوں نے عالمی تحریک انقلاب کا سازشی منصوبہ ترتیب دیا ان کو عام مہذب افراد پر اس لئے بھی سبقت حاصل ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے حظ اٹھاتے ہیں اور خوبصورت چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں جبکہ شیطان کے چیلے کے دل میں ان چیزوں کو دیکھ کر نفرت، حسد اور جلن کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ ان کو برباد کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔

جب تمام حکومتیں عالمی تحریک انقلاب کے بارے میں معلومات کو سنجیدہ لینے پر آمادہ نہ ہوئیں تو فرانس کی ملکہ میری انٹوئینیٹ Queen Marie Antionette کی بہن نے اسے ذاتی خطوط لکھ کر آنے والے خطرات سے خبردار کرنے کی کوشش کی۔ ان خطوط میں انقلابی منصوبہ، اس کا بین الاقوامی بینکاروں سے تعلق، اس کھیل میں فری میسنز کا کردار اور خود ملکہ کو درپیش چیلنجوں کے بارے میں اس نے تفصیل سے متنبہ کیا۔ ملکہ میری انٹوئینیٹ آسٹریا کے بادشاہ

فرانسس اول Francis I کی بیٹی تھی۔ اس کی شادی فرانس کے بادشاہ لوئی شش از دہم Louis XVI سے ہوئی تھی۔ وہ بالکل الومیناتی کے اس منصوبہ پر یقین نہ کر سکی جس کے بارے میں اس کی سگی بہن اس کو خبردار کر رہی تھی۔ اپنی بہن کی بار بار کی اس تنبیہہ پر کہ الومیناتی خیراتی فری میسنری کی آڑ میں کلیساء اور فرانس کی بادشاہت دونوں کو تباہ کرنے کے درپے ہیں، ملکہ میری انٹوئینیٹ نے جواب دیا کہ "جہاں تک فرانس کا تعلق ہے، مجھے یقین ہے کہ تم فری میسنری کے متعلق کچھ زیادہ ہی فکرمند ہو۔ یہ یورپ میں کہیں اور تو ہو سکتا ہے مگر یہاں فرانس میں اس کا دور دور تک ہونے کا کوئی امکان نہیں۔"

وہ کتنا غلط تھی یہ تاریخ نے ثابت کر دیا۔ چونکہ اس نے اپنی بہن کی تنبیہات پر کان دھرنے سے انکار کر دیا تھا اس لئے اسے شوہر سمیت گلوٹین جانا پڑا۔ 1917 سے 1919 کے درمیان حکومت برطانیہ کو ان بین الاقوامی بینکاروں سے متعلق جو عالمی تحریک انقلاب کے پس پشت خفیہ طاقت تھے کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل ہوئیں۔ یہ معلومات حکومت برطانیہ اور امریکی انٹیلیجنس اہلکاروں نے فراہم کی تھیں جبکہ اس کی تصدیق اوڈینڈائیک Oudendyke اور سر ایم فنڈلے Sir M Findlay نے بھی کی تھی۔ اوڈینڈائیک اس وقت سینٹ پیٹرز برگ میں نیدرلینڈ کے سفیر تھے۔ جب سینٹ پیٹرز برگ میں ہجوم نے برطانوی سفارتخانے کو تباہ کر دیا تھا اور کمانڈر ای این کرومی Commadner E N Cromie کو قتل کر دیا تھا اس وقت سے وہ وہاں پر برطانوی مفادات کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔

تاریخ کے اکثر طالب علم سمجھتے ہیں کہ ملکہ میری انٹوئینیٹ ایک ایسی عورت تھی جس کے اپنے شوہر کے دوستوں کے ساتھ آزادانہ تعلقات تھے، وہ عاشق مزاج اور انتہائی فضول خرچ عورت تھی۔ اصل میں یہ وہ تصویر ہے جو بالسامو اور اس کی پروپیگنڈہ مشین نے پینٹ کی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ

بدنامی کی اس مہم کے بعد ہجوم ملکہ کے قتل کے درپے ہوگیا تھا۔ جیسا کہ تاریخ دانوں نے ثابت کیا کہ یہ سب محض جھوٹ کا پلندہ تھا۔ جس حوصلہ کے ساتھ اس نے اپنے دشمنوں کی جانب سے مسلط کردہ تکلیفوں کو سہا، جس عظمت کے ساتھ اس نے اپنی تباہی کے سامان کو بھگتا اور جس پامردی کے ساتھ اس نے اپنی جان دی، یہ سب کچھ کسی فاحشہ عورت کے کردار میں ممکن نہیں تھا۔

ملکہ میری انٹوئینیٹ کو بدنام کرنے کے لئے ویشاٹ اور مینڈیل سوہن نے ڈائمنڈ نیکلس کا منصوبہ بنایا۔ اس وقت فرانس اپنی تاریخ کے بدترین مالی بحران کا شکار تھا اور فرانسیسی حکومت بین الاقوامی سودخوروں سے قرض کی بھیک مانگ رہی تھی۔ شاہی خاندان کے لئے زیورات تیار کرنے والے سناروں میں سے ایک سنار کو ایک خفیہ ایجنٹ نے ملکہ کی طرف سے ہیروں کے ایک قیمتی ترین نیکلس کی تیاری کا حکم دیا۔ اس وقت اس نیکلس کی قیمت کا تخمینہ ڈھائی لاکھ لیور لگایا گیا۔ جب یہ نیکلس تیار ہوگیا تو سنار یہ نیکلس لے کر ملکہ کے پاس پہنچا تو ملکہ نے یہ نیکلس لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ اس نے اس قسم کا کوئی آرڈر دیا ہی نہیں۔ اس ضمن میں ہونے والی ہر قسم کی ادائیگی سے بھی اس نے انکار کیا۔ اس نیکلس کی خبر حسب منصوبہ لیک کردی گئی۔ بالسامو اپنی پروپیگنڈہ مشین کو حرکت میں لے آیا اور اس نے ملکہ پر اعتراضات اور تنقید کی بوچھاڑ کردی۔ اس کے کردار کو پاش پاش کردیا گیا، اس کی ساکھ کو تباہ کرنے کے لئے سرگوشیوں کی مہم چلائی گئی۔ ہمیشہ کی طرح اس بہتان طرازی کے ذمہ داروں کی طرف کسی نے بھی انگلی نہیں اٹھائی۔ یہ سب کچھ ہونے کے بعد بالسامو نے اپنے ماسٹر پیس لکھنے شروع کیے۔ اس نے لاکھوں کی تعداد میں پمفلٹ چھاپے جن میں کہا گیا تھا کہ یہ قیمتی نیکلس ملکہ کے ایک خفیہ عاشق نے ملکہ کو اس کے حسن کے خراج کے طور پر بھیجا تھا۔

بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ اس سازشی منصوبہ کے ذمہ داروں نے کارڈینل پرنس ڈی روہن

Cardinal Prince de Rohan کو ایک مکتوب بھیجا جس میں ملکہ کے جعلی دستخط کیے گئے۔ اس خط میں کارڈینل سے کہا گیا کہ ملکہ نصف شب کو اس سے ڈیوک کے رائل پیلس میں ملاقات کی خواہشمند ہے تاکہ ہیروں کے نیکلس کے بارے میں صفائی پیش کرسکے۔ اس موقع پر ایک طوائف سے ملکہ کا کردار ادا کروایا گیا اور حسب منصوبہ یہ خبر پھر لیک ہوگئی۔ اب ایک تیر سے دو شکار ہوئے اور ملکہ کے ساتھ ساتھ کارڈینل بھی پروپیگنڈہ مشین کی فائرنگ رینج پر آگیا۔ یہ واقعہ ایک مرتبہ پھر اخبارات کے ساتھ ساتھ پمفلٹس کے ذریعے خوب اچھالا گیا۔ ریاست و کلیساء کی بلندترین شخصیات اس کا نشانہ تھے ان کے بارے میں اشاروں کنایوں میں خوب خوب فحش گوئی کی گئی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جیسے ہی نیکلس کا کام پورا ہوگیا وہ اچانک منظر سے غائب ہوگیا۔ اس کو خاموشی سے انگلینڈ پہنچا دیا گیا جہاں پر اس کے ہیرے الگ کرلئے گئے۔

جس وقت بالسامو کے پروپیگنڈہ پمفلٹ کلیساء اور ریاست کے اکابرین کے خلاف اقدامات کے لئے عوام کو اکسا رہے تھے اسی وقت الومیناتی کے خفیہ ایجنٹ انقلابی جدوجہد کے ساتھ ساتھ "خوف و دہشت کے تسلط" کے لئے درکار لوگوں کو بطور لیڈر منظم کررہے تھے۔ ان میں دانتن Danton، روبیس پیری Robespierre اور مارات Marat شامل تھے۔ اپنے آپ کو اور مقصد کو خفیہ رکھنے کے لئے یہ لوگ جیل سے رہا کئے گئے مجرموں سے جیکوبیئن اسکول Jacobean Convent میں ملے اور اس کے مقدس احاطے میں ہی ان لوگوں کی فہرست مرتب کی گئی جو انقلاب کے دوران مزاحمت کرسکتے تھے۔ ان لوگوں کو فوری قتل کرنے کے احکامات جاری کئے گئے۔ جس وقت جیلوں سے چھڑائے گئے مجرموں نے فرانسیسی شہروں میں آگ اور خون کا بازار گرم کیا ہوا تھا، آزادانہ لوٹ مار کررہے تھے اور سڑکوں پر آبروریزی کی

جاری تھی اس وقت ایک منظم گروہ بادشاہ کے وفادار ساتھیوں، اہم سیاسی رہنماؤں اور اہم مذہبی رہنماؤں کو چن چن کر قتل کر رہا تھا۔

فرانس میں دہشت کا تسلط

بین الاقوامی بینکاروں نے فرانسیسی انقلاب کا منصوبہ بنایا تا کہ وہ یورپی حکومتوں پر خفیہ طور پر قابض ہوسکیں اور اپنے دیگر منصوبوں پر عمل کر سکیں۔

انقلاب کے پھوٹتے ہی جیکو بین نے Jacobean تمام معاملات کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ الومیناتی اور گرینڈ اور ینٹ میسنری کے منتخب کردہ لوگ تھے۔ انہوں نے ڈیوک ڈی آرلینز کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ابتدا سے استعمال کیا اور جب اس کے کزن بادشاہ کو قتل کرنے کے لئے اس کے ووٹ کی ضرورت تھی وہ کام آیا۔ ڈیوک کو پورا یقین تھا کہ بادشاہ کے قتل کے بعد اس کو قانونی بادشاہ کی حیثیت حاصل ہوگی مگر جیکو بین کے اپنے ارادے تھے۔ جیسے ہی ڈیوک نے بادشاہ کے قتل کے حق میں ووٹ دیا تمام الزام اس پر آ گیا اور اصل منصوبہ ساز تمام تر شکوک وشبہات سے آزاد ہو گئے۔ اور وہ تمام خفیہ طاقتیں جو انقلاب کی پشت پر تھیں نے ڈیوک کے قتل کے بھی احکامات جاری کر دیے۔ ان خفیہ قوتوں نے اپنی پروپیگنڈہ مشین کا سوئچ پوری طرح کھول دیا اور ڈیوک کے خلاف بدنامی کا ایک طوفان امڈ آیا۔ اس کے بعد ایک ناقابل یقین مختصر سے وقت میں وہ مقتل گاہ کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ جب وہ سرخ اینٹوں سے بنے راستے پر موت گاڑی میں مقتل گاہ کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو اس کو دو رویہ کھڑے لعنت ملامت کرنے والوں میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔

ایک مرتبہ میرابیو کو جب اس امر کا احساس ہوا کہ اس نے قصاص میں مدد دے کر غلطی کی تو وہ شرمندہ ہوا تھا۔ میرابیو آوارہ اور بدچلن ضرور تھا مگر خفیہ آقاؤں کی طرف سے قتل کے احکامات اس سے ہضم نہیں ہو رہے تھے۔ میرابیو شروع سے ہی بادشاہ کے خلاف کسی بھی تشدد کے خلاف تھا۔

اس کا منصوبہ تھا کہ بادشاہ لوئی کے اختیارات کو محدود کر دیا جائے اور وہ اس کے چیف ایڈوائزر کا منصب سنبھال لے۔ تاہم جب اس کو یقین ہو گیا کہ اس کے آقا بادشاہ کے قتل کا حتمی فیصلہ کر چکے ہیں اس نے بادشاہ کے پیرس سے فرار کا انتظام کیا۔ جب جیکو بین کو میرابیو کی دھوکا دہی کا علم ہوا تو اس کی تحلیل کے بھی احکامات جاری کر دیئے گئے۔ میرابیو کے قتل کے وقت ایسا موقع نہیں تھا کہ اس پر الزامات عائد کئے جاتے اور اس کو عدالتی موت سے ہمکنار کیا جاتا اس لئے اس کو زہر دے دیا گیا۔ اس کی موت خودکشی معلوم ہوتی تھی۔

دانتن Danton اور روبسپائیری Robespierre دو شیطان تھے جو انسانی شکل میں مجسم ہو گئے تھے۔ انہوں نے الومیناتی کے تشدد کے تسلط کے منصوبے کو آگے بڑھایا تا کہ راہ میں درپیش رکاوٹوں کو ہٹایا جا سکے اور دشمنوں سے بھرپور انتقام لیا جا سکے۔ تاہم جب یہ اپنے آقاؤں کے مقاصد پورے کر چکے تو عملدرامد میں ان کے معاون دو قریبی ساتھیوں پر اسی الزام میں مقدمہ چلایا گیا اور پھانسی دے دی گئی۔

گو کہ لیفائیٹ Lafayette بھی ایک میسن Mason تھا مگر وہ ایک اچھا آدمی تھا۔ اس نے انقلابی قوتوں کے ساتھ اس لئے شمولیت اختیار کی کہ اس کا ایمانداری کے ساتھ خیال تھا کہ تیز رفتار تبدیلی اور اصلاحات کے لئے انقلاب ناگزیر ہے۔ مگر لیفائیٹ کو ایک لمحے کے لئے بھی اس کا خیال نہیں آیا کہ وہ فرانس کے لوگوں کو ایک جبر سے نکال کر دوسری محکومی کی طرف لے جا رہا ہے۔ جب اس نے بادشاہ کو بچانے کی کوشش کی تو اس کو آسٹریا میں جاری جنگ میں جبراً بھیج دیا گیا۔

1789 کے انقلاب فرانس سے لے کر آج تک آنے والے تمام انقلابات کے پس پشت خفیہ قوتیں کئی ڈیوک ڈی آرلینز، میرابیو اور لیفائیٹوں کو استعمال کر چکی ہیں۔ حالانکہ تمام افراد کے نام

نئے تھے اور وہ مختلف جگہوں پر پیدا ہوئے تھے مگر ان کا کردار ایک ہی تھا اور ان کو انقلابی مشین میں ایک جیسے آلہ کے طور پر استعمال کیا گیا۔ ان سب کا کام تھا کہ انقلاب برپا کریں اور جیسے ہی وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے ان کو پس پشت قوتوں نے فوری طور پر تحلیل کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔ ان کی اموات کا اس طرح انتظام کیا گیا کہ ان کے لاشے گناہوں کے غلاف میں لپٹے ہوئے تھے۔ وہ تمام گناہ جو اصل میں بین الاقوامی سازش کے سرغنہ نے کئے تھے۔

سر والٹر اسکاٹ فرانسیسی انقلاب میں خفیہ قوتوں کے کردار سے آگاہ ہو گئے تھے۔ ان کی کتاب "نپولین کی زندگی" جو بھی پڑھے وہ اندازہ کر سکتا ہے کہ مصنف نے اس انقلاب کے پیچھے یہودی ہاتھ کا سراغ پا لیا تھا۔

سر والٹر اسکاٹ Sir Walter Scott کہتے ہیں کہ انقلاب میں حصہ لینے والی کلیدی شخصیات میں سے اکثر غیر ملکی تھیں۔ انہوں نے مشاہدہ کیا کہ اس میں استعمال ہونے والی اکثر اصطلاحات جیسا کہ ڈائریکٹر اور ایلڈر یہودی تھیں۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ ایک شخص مینوئل Manuel کو پراسرار انداز میں پروکیورر آف کمیون Procurerof the Commune مقرر کیا گیا۔ یہی شخص 1792 صدی عیسوی میں ہونے والے قتل عام سے قبل اور دوران پورے فرانس میں گرفتاریوں اور جیل میں حراست کا ذمہ دار تھا۔ اس قتل عام میں صرف پیرس کی جیل میں آٹھ ہزار سے زائد فرانسیسی قیدیوں کو موت کی نیند سلایا گیا۔ سر والٹر اسکاٹ نے اس امر کو بھی نوٹ کیا کہ پیرس کاؤنٹی کونسل جیکوبین کے سینہیڈرین Senhedrin میں تبدیل ہو چکی تھی جس کی صرف ایک پکار تھی خون، مزید خون۔ جب تک روبسپائیری، دانتن اور مرات ان کے مقاصد پورے کرتے رہے ان کو شیطانی دربار میں بلند ترین جگہ حاصل رہی۔ یہ مینوئل تھا جس نے شاہ لوئی اور ملکہ میری کے خلاف حملوں کا آغاز کیا تھا

جس کا اختتام بالآخر گلوٹن پر ہوا تھا۔ مینوئل کو ایک شخص ڈیوڈ کی بھرپور حمایت حاصل تھی۔ وہ پبلک سیکورٹی کی کمیٹی کا لیڈنگ ممبر تھا اور اس نے مینوئل کے کئی متاثرین کا مقدمہ بھی سنا۔ ڈیوڈ کی آواز ہمیشہ خون اور قتل کے لئے ہی بلند ہوئی۔ ایک اور اہم بات یہ کہ روبیسپائیری کو تحلیل کرنے کے احکامات کے بعد دو اور افراد ریوبیل Reubel اور گوہیر Gohir کا کونسل آف ایلڈرز Council of Elders کے ڈائریکٹرز مقرر کئے گئے۔ دیگر تین ڈائریکٹرز کے ہمراہ یہ اس وقت کے فرانس کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔

جی رینیئر G Renier اپنی تصنیف "روبیسپائیری کی زندگی" Life of Robespierre میں لکھتا ہے کہ 27 اپریل 1794 سے لے کر 28 جولائی تک جب روبیسپائیری کو شکست ہو چکی تھی اس وقت فرانس میں تشدد کی لہر اپنے عروج پر تھی۔ اس وقت ایک فرد واحد کی آمریت نہیں تھی بلکہ تقریباً بیس افراد اقتدار میں حصہ دار تھے۔ 28 جولائی کو روبیسپائیری نے کنونشن کے سامنے ایک طویل خطاب کیا مگر اس میں اس نے واضح نام لینے کے بجائے عام سے الزامات لگانے پر اکتفا کیا۔ اس نے کہا کہ، "اس وقت اور اس مقام پر میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس سازش کے مصنفین میں کرپشن اور تباہی کے نظام کے ایجنٹ شامل ہیں اور سب سے زیادہ بڑی بات یہ کہ اس میں شامل غیر ملکی جمہوریہ کو پلٹ دینا چاہتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ الحاد کے حواری جن کی اساس غیر اخلاقیات پر مبنی ہے۔" رینیئر نے مزید لکھا ہے کہ روبیسپائیری نے یہ بھی کہا کہ وہ اب بھی ان پر فتح پا سکتا ہے۔

مگر روبیسپائیری نے نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ دیا تھا۔ اس کو خاموش کرنے کے لئے اس کے جبڑے میں گولی ماردی گئی اور اگلے ہی روز اس کو گلوٹین میں گھسیٹ کر لے جایا جا رہا تھا۔ اس طرح ایک اور میسن جو بہت کچھ جانتا تھا ٹھکانے لگا دیا گیا۔ روسی اور ہسپانوی انقلابات سے قبل

کے واقعات کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ براعظمی فری میسن کے گرینڈ اورینٹ لاجز کے اندر موجود الومیناتی کا خفیہ انقلابی سیکشن اس کا ذمہ دار تھا۔ ہزاروں افراد اور درجنوں تنظیموں کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تاکہ عالمی تحریک انقلاب کے اصل ذمہ داروں کی شخصیت کو پس پردہ رکھا جا سکے۔ آج بہت کم ہی لوگوں کو معلوم ہے کہ روبیسپائیری، مرات اور دانٹن محض مہرے تھے جن کو الومیناتی کے تیرہ ڈائریکٹروں نے استعمال کیا۔ یہی ڈائریکٹر عظیم فرانسیسی انقلاب کے مصنف اور ڈائریکٹر بھی تھے۔ پس پردہ یہی افراد تھے جنہوں نے تشدد کی لہر کے ذریعے اپنی انتقام کی خواہش کو پورا کرنے کا ذریعہ بنایا۔ صرف اور صرف تشدد کے ذریعے ہی وہ اپنے راستے کی انسانی رکاوٹوں کو ہٹا سکتے تھے۔

نپولین کی شکست

متاثرین کے ختم ہو جانے کے بعد یہ افراد جو فرانسیسی انقلاب کو ڈائریکٹ کر رہے تھے نے عالمی سازش کو دوبارہ زندہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اپنی معاشی اور سیاسی طاقت میں اضافہ کے لئے ایمز بلیم میئر روتھس شیلڈ Anselem Mayer Rothschild نے اپنے بیٹے ناتھان میئر کی خصوصی طور پر تربیت کی تاکہ لندن میں ایوان روتھس شیلڈ کی بنیاد ڈالی جا سکے۔ اس کا ارادہ تھا کہ بنک آف انگلینڈ اور ان افراد کے مابین جو فرانس، جرمنی اور ہالینڈ کے بنک کنٹرول کرتے ہیں تعلقات کو پہلے سے کہیں زیادہ مستحکم اور مضبوط بنایا جائے۔ جس وقت ناتھان کو یہ مشن سونپا گیا اس وقت اس کی عمر اکیس برس تھی۔ ان بینکاروں نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے نپولین کو بطور آلہ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے نپولین کی جنگوں کو آرگنائز کیا اور اس کے ذریعے یورپ کے کئی تاجداروں کے تخت الٹ دیے۔

جب نپولین پورے یورپ کو صاف کر چکا تو اس نے 1804 میں اپنے آپ کو بادشاہ کا لقب دیا۔ اس نے اپنے بھائی جوزف Joseph کو نیپلز Naples کا بادشاہ، لوئی Louis کو ہالینڈ کا اور جیروم Jerome کو ویسٹ فالیا Westphalia کا بادشاہ مقرر کیا۔ اسی وقت ناتھان روتھس شیلڈ بھی معاملات طے کر رہا تھا کہ اس کے چار بھائی یورپ کے اقتصادی اور مالیاتی بادشاہوں کی حیثیت حاصل کر سکیں۔ یہ نو قائم شدہ بادشاہتوں کے پس پشت خفیہ طاقت کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان بین الاقوامی سود خور ساہوکاروں نے سوئٹزرلینڈ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنانے کا فیصلہ کیا۔ یہ ان کے درمیان طے پا گیا کہ ان کے اپنے مفاد میں اور سب سے بڑھ کر ان کی اپنی سلامتی کے لئے سوئٹزرلینڈ کو تمام تنازعات میں غیر جانبدار رکھا جائے گا۔ جنیوا میں واقع اپنے

سوئس ہیڈ کوارٹر میں انہوں نے کئی مشترکہ مہمات اور کارٹل تشکیل دیے۔ انہوں نے معاملات اس طرح تشکیل دیے کہ قطع نظر اس کے کہ کوئی بھی کسی سے جنگ لڑے اور کوئی بھی فاتح ہو یا شکست خوردہ، ان سود خوروں کی تجوریاں بھرتی رہیں۔ ان سود خوروں کے گروپ نے جلد ہی اسلحہ و گولہ بارود، جہاز سازی، اسٹیل ملوں، کیمیائی پلانٹس، منشیات کے ڈپو، اور کان کنی کی صنعت پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ اب صرف یہ مسئلہ رہا تھا کہ نپولین کا قد وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا جا رہا تھا اور وہ خود پسندی میں مبتلا ہو کر اپنے خفیہ آقاؤں کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا۔ اس طرح اس نے اپنی موت کے پروانے پر خود ہی دستخط کر دیے۔ یہ نہ تو موسم تھا اور نہ ہی سخت سردی جس نے روس پر ہونے والی فوج کشی جو فتح کے قریب تھی کو تاریخ کی بدترین فوجی شکست میں تبدیل کر دیا۔ اسلحہ و گولہ بارود اور دیگر سپلائی لائن کی فوج کو بروقت فراہمی میں ناکامی کی واحد وجہ مواصلات کے نظام کو سبوتاژ کرنا تھا۔

نپولین کو شکست دینے اور اس کے انخلاء کی خفیہ حکمت عملی پر نپولین کے برسر اقتدار آتے ہی انقلابی قوتوں نے اصولی طور پر کام شروع کر دیا تھا۔ یہ سب بہت سادہ تھا۔ انقلابی تحریک کے رہنماؤں نے خفیہ طور پر اس کا انتظام کیا تھا کہ مسلح فوج کی سپلائی، مواصلات، ٹرانسپورٹ اور انٹیلی جنس کے شعبہ جات کی کلیدی پوزیشنوں پر ان کے ایجنٹوں کی تعیناتی عمل میں آ سکے۔ انقلابی تحریک کے رہنماؤں نے اس امر کا ادراک کر لیا تھا کہ سپلائی لائین کو سبوتاژ کر کے، احکامات کو درمیان میں ہی کہیں روک کر، مختلف اور جعلی پیغامات کا اجراء کر کے، ٹرانسپورٹ کی حرکت کو کسی بھی جعلی وجہ کی بناء پر روک کر یا مس روٹ misroute کر کے اور کاؤنٹر انٹیلی جنس کے ذریعے وہ زمین، فضاء اور سمندر کی کسی بھی بہترین اور منظم فوج کو مکمل افراتفری کا شکار کر سکتے ہیں۔ کلیدی پوزیشنوں پر تعینات دس ایجنٹ فیلڈ میں موجود ہزاروں افراد سے زیادہ کارگر و موثر ہوتے ہیں۔

انیسویں صدی کے آغاز میں نپولین کو تباہ کرنے کے لئے جو طریقہ کار اختیار کیا گیا وہی طریقہ کار 1904 میں جاپان کے مقابلے میں روسی فوج کی شکست کے لئے استعمال کیا گیا۔ پھر بعینہ یہی طریقہ کار 1917 میں روسی فوج میں بغاوت اور 1918 میں جرمن بحریہ میں بغاوت کے لئے استعمال کیا گیا۔

جرمن فوج کی کلیدی پوزیشنوں پر کمیونسٹوں کا تقرر ہی خفیہ تحریکوں کی کامیابی کی اصل وجہ تھی جس کے بعد انہیں 1918 میں عارضی صلح کی اجازت دی گئی۔ یہی طریقہ کار 1936 میں ہسپانوی بری، بحریہ اور فضائیہ کی موثر کارکردگی کو تباہ کرنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ جنگ عظیم دوم میں ہٹلر کی روس کی جانب کامیاب پیش قدمی کے باوجود اس کی شکست کے لئے بالکل یہی حکمت عملی اختیار کی گئی۔ اس طرح تاریخ اپنے آپ کو مسلسل دہرا رہی تھی کیونکہ وہی طاقتیں اسی ایک حکمت عملی کا بار بار استعمال کر رہی تھیں۔ لیکن سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ قدرتی عوامل نہیں تھے بلکہ انسانی کارروائی تھی جو نہ صرف نپولین کے زوال کا سبب بنی بلکہ 1945 میں اور بعد میں چین کی قومی فوج کی شکست کا سبب بنیں۔ پراسرار احکامات جاری کئے گئے جس کی بناء پر کروڑوں ڈالر کا اسلحہ و بارود چین کے حکمران چیانگ کائی شیک کو پہنچنے کے بجائے بحر ہند میں ڈمپ ہوتا رہا۔ جس طریقے سے برطانوی اور امریکی سیاستدانوں نے چین اور کوریا کے کمیونسٹ مخالف اتحادیوں کو دھوکا دیا اس کی سچی کہانی یہ بات ثابت کرتی ہے کہ یہ بین الاقوامی بینکاروں کے ایجنٹ تھے جو ایشیاء پر کمیونزم کے قبضے کی راہ ہموار کر رہے تھے۔ انہی ایجنٹوں نے اعلیٰ سطح پر بقیہ دیگر لوگوں کو گمراہ بھی کیا اور غلط مشورے بھی دیئے۔ کمیونزم جیسا آج ہے ایسا ہی یہ اپنے آغاز کے وقت 1773 میں بھی تھا۔ یہ بین الاقوامی سازشیوں کا ایسا آلہ ہے جسے استعمال کر کے وہ پوری دنیا کے قدرتی وسائل، کل دولت اور انسانی طاقت پر اپنا کلی قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ کس طرح نپولین کو جب 1814 میں پیرس خالی کرنے پر مجبور کیا گیا اور جلاوطن کر کے سینٹ ایلبا St. Elba لے جایا جا رہا تھا، وہ بھاگ گیا تھا اور اس نے دوبارہ کھیل میں واپسی کی کوشش کی تھی۔ مگر نپولین ایسے افراد کے خلاف جدوجہد کر رہا تھا جو کھیل پر حاوی تھے۔ ناتھان روتھس شیلڈ اور اس کا بین الاقوامی جتھہ نپولین کے خلاف جرمنی کی مدد کر رہا تھا۔ جب واٹرلو کی جنگ لڑی جا رہی تھی اس وقت ناتھان پیرس میں تھا۔ اس نے اپنی رہائش کے لئے جو جگہ منتخب کی وہاں سے بادشاہ لوئی کا محل صاف نظر آتا تھا۔ وہ جب چاہتا اپنی رہائش گاہ کی کھڑکی سے شاہی محل کو دیکھ سکتا تھا جسے باغیوں نے شاہی خاندان سے خالی کروالیا تھا۔ اس نے اس امر کا بھی انتظام کرلیا تھا کہ اس کے ایجنٹ میدان جنگ سے خبر رساں کبوتروں کے ذریعے اسے تازہ ترین معلومات ارسال کرتے رہیں۔ ایک مرتبہ اس کو جب یہ یقین ہوگیا کہ ویلنگٹن Wellington فتح یاب ہوگا تو اس نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے برطانوی رائے عامہ کو گمراہ کرنا شروع کردیا کہ ویلنگٹن جلد شکست کھانے والا ہے اور نپولین دوبارہ طاقتور ہوجائے گا۔ اس سارے معاملے میں خبر رساں کبوتروں کا کردار اتنا اہم تھا کہ "مجھے ایک ننھے پرندے نے بتایا" کی انگریزی ضرب المثل وجود میں آگئی۔ جب برطانیہ میں کوئی شخص کسی کو کسی خبر کے بارے میں بتاتا اور وہ اس کا ماخذ دریافت کرتا تو وہ اس کے جواب میں کہتا کہ اوہ، مجھے ایک ننھے پرندے نے بتایا (Oh! A little bird told me)۔ اور یہ ساری ڈس انفارمیشن اسی طرح سینہ بہ سینہ پھیلتی رہتی۔

ناتھان روتھس شیلڈ کے ننھے پرندوں نے واٹرلو کی جنگ کے بارے میں جھوٹ کو اتنے بڑے پیمانے پر پھیلایا کہ اہل برطانیہ خوفزدہ اور حواس باختہ ہوگئے۔ اسٹاک مارکیٹ نیچے آگری اور پاؤنڈ کی قدر و قیمت نہ ہونے کے برابر ہوگئی۔ ہر چیز کی قدر و قیمت اپنی کم ترین سطح پر آگئی۔ اس

موقع پر ناتھان نے ایک چھوٹے سے بحری جہاز کو دو ہزار پاؤنڈ کے عوض چارٹر کیا اور برطانیہ پہنچ گیا۔ اپنی آمد کے فوری بعد ہی اس نے اور اس کے جتھ بندوں نے اسٹاک، پراپرٹی، بانڈز غرض ہر چیز کی خریداری بڑے پیمانے پر شروع کر دی۔ جب ویلنگٹن کی کامیابی کی خبر لندن پہنچی اور لوگوں کو سچ کا علم ہوا تو ہر چیز کی قدر و قیمت اپنی اصل جگہ پر واپس آ گئی مگر اس وقت تک بین الاقوامی سودخور اپنی دولت کو کئی سو گنا ضرب دے چکے تھے۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا وجہ تھی کہ جو چند لوگ ان سودخور بینکاروں کے اصل روپ سے واقف ہو چکے تھے انہوں نے ان کا خاتمہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ سودخور ان لوگوں کو رشوتیں پیش کر رہے تھے۔ اس موقع پر جنگ سے ہونے والے نقصانات کی تلافی کے نام پر ناتھان نے اپنی ناجائز آمدنی میں سے انگلینڈ کو اٹھارہ ملین پاؤنڈ اور پروشیا کو پانچ ملین پاؤنڈ کا قرضہ فراہم کیا۔ 1836 میں جب ناتھان اس دنیا سے رخصت ہوا اس وقت وہ بنک آف انگلینڈ کا مکمل کنٹرول حاصل کر چکا تھا اور انگلینڈ اس کا 885 ملین پاؤنڈ کا مقروض تھا۔

ہزاروں میں سے ایک بھی فری میسن شائد ہی یہ جانتا ہو کہ گرینڈ الومیناتی کے سربراہوں نے کس طرح بین براعظمی میسنری میں اپنے ایجنٹوں کو داخل کیا اور اس کا کنٹرول حاصل کر لیا۔ یہ حقیقت ہے کہ انگلش فری میسنز کے گرینڈ ماسٹروں نے اپنے برادر میسنوں کو خبردار کیا تھا کہ وہ گرینڈ اور رینٹ میسنز سے کسی بھی صورت میں رابطہ نہ رکھیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ الومیناتی نے اپنے آپ کو براعظمی فری میسنز میں خفیہ طور پر قائم کر لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پوپ پائیس نہم Pope PiusIX نے اعلانیہ طور کمیونزم کی مخالفت کی تھی اور تمام کیتھولک عیسائیوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ میسن نہ بنیں۔ انقلاب فرانس میں فری میسن کا کردار ایک زمانے تک بہت زیادہ خفیہ بھی نہیں رہا۔ اس کی ایک مثال فرانسیسی نائبین کے چیمبر Chamber of Deputies میں

1904 میں ہونے والی ایک بحث ہے۔ مارکوئیس آف روزانبے Marquisof Rosanbe جو انقلاب فرانس کے مصنفین میں سے ایک تھا اس موقع پر انقلاب میں فرانسیسی فری میسنوں کے کردار کے بارے میں سوالات کے جوابات دیتے ہوئے کہا کہ "ہم میں اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ فری میسن ہی انقلاب کے اصل مصنف ہیں اور اس کے بارے میں مجھے بائیں بازو سے جو توصیف و ستائش موصول ہوئی ہے اس کے بعد جنٹلمین آپ اس بات کو تسلیم کریں کہ یہ فری میسن ہی تھے جنہوں نے فرانس میں انقلاب برپا کیا"۔

اس کے جواب میں گرینڈ اور رینٹ میسن کے معروف رہنما جومیل نے M Jumel جواباً کہا کہ "ہم تسلیم کرنے سے بھی زیادہ کریں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہم اس کا اعلان کرتے ہیں۔"

1923 میں ایک بہت بڑی ضیافت میں جس میں امور خارجہ کی اعلیٰ ترین شخصیات نے شرکت کی جس میں سے بیشتر کا تعلق لیگ آف نیشنز آرگنائزیشنز سے تھا، گرینڈ اور رینٹ کے صدر نے ٹوسٹ تجویز کرتے ہوئے کہا کہ "فرانسیسی فری میسنز کی بیٹی جمہوریہ فرانس کے نام۔ عالمگیر فری میسن کی بیٹی عالمگیر جمہوریہ کے نام۔"

اس امر کے ثبوت کے طور پر کہ 1923 سے آج تک فرانسیسی سیاست پر گرینڈ اور رینٹ فری میسنز کا کنٹرول ہے، میں واقعاتی شہادتیں بہت اہم ہیں۔ سب سے اہم فتح جو بین الاقوامی بینکاروں نے حاصل کی وہ یہ کہ ان کے ایجنٹوں نے تمام سیاسی رہنماؤں کے مشیر کی حیثیت حاصل کر لی۔ حتیٰ کہ بدنام زمانہ ورسائی کا معاہدہ طے پا گیا اور وہ 1924 میں فرانس میں ایم ہیریوٹ M Herriot کی حکومت منتخب کروانے میں کامیاب ہو گئے۔ ہر وہ پالیسی جو گرینڈ اور رینٹ فری میسنری کے سربراہ 1923 سے ڈکٹیٹ کرواتے تھے ہیریوٹ حکومت کی جانب سے وہ ایک سال کے اندر اندر موثر ہو جاتی تھی۔

جنوری 1923 میں گرینڈ اور رینٹ لاجز نے ویٹیکن میں سفارت خانے کی بندش کا حکم جاری کیا اور فرانسیسی پارلیمنٹ نے 24 اکتوبر 1924 کو اس حکم پر عملدرامد کر دیا۔

1923 میں گرینڈ اور رینٹ لاجز نے لیسٹی (Laicity) کا خیال پیش کیا (جو گرینڈ اور رینٹ کے نظریے کی بنیادی ضرورتھی)۔ ہیریوٹ نے اس کا باقاعدہ سرکاری اعلان 17 جون 1924 کو کر دیا

31 جنوری 1923 کو گرینڈ اور رینٹ لاجز نے سزا یافتہ اور غداری میں ماخوذ افراد کی عام اور مکمل معافی کا مطالبہ کیا۔ اس سے کئی اہم کمیونسٹ لیڈروں کو فائدہ ملنا تھا جس میں مارتی Martty بھی شامل تھا۔ مارتی نے بعدازاں بدنام زمانہ انٹرنیشنل بریگیڈ نامی مسلح تنظیم کو منظم کیا جس نے 1936 تا 1939 میں اسپین میں کمیونسٹوں کی طرف سے مسلح جدوجہد میں حصہ لیا۔ چیمبر آف ڈپٹیز نے 15 جولائی 1924 کو عام معافی کا اعلان کیا جس کے بعد فرانسیسی معاشرہ الوبیناتی کے بین الاقوامی گینگسٹرز کی آماجگاہ بن گیا جن کے آقا گرینڈ اور رینٹ میسنری کی سپریم کاؤنسل یعنی الوبیناتی تھے۔

اکتوبر 1922 میں گرینڈ اور رینٹ لاجز نے ایک مہم کا آغاز کیا تاکہ ماسکو میں قائم ہونے والی سوویت حکومت کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کئے جاسکیں۔ اس تحریک کو کامیابی کے لئے بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا اور ہیریوٹ Herriot کے اقتدار میں آتے ہی ان کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ ماسکو حکومت کے ساتھ تعلقات کی اس مہم کا آغاز 1922 میں کیا گیا تھا اور تعلقات کے قیام کا اعلان 28 اکتوبر 1924 کو ہیریوٹ نے کر دیا۔

اسپین کے ہائی رینکنگ ملٹری لاجز نے جو بعدازاں اس انکشاف کے بعد کہ انہیں عالمی تحریک انقلاب نے بطور آلہ استعمال کیا تھا گرینڈ اور رینٹ سے باغی ہوگئے تھے، انکشاف کیا کہ گرینڈ اور رینٹ کے ہر میسن کو غیر محدود اتباع واطاعت کا حلف لینا ہوتا ہے جس میں وہ اقرار کرتا ہے کہ ریاست کا سربراہ ہی اس کا خدا ہے۔

گرینڈ اور رینٹ کے اس وقت کے اہم رہنماؤں میں لیون بلم Leon Blum شامل تھا۔ وہ 1872 میں پیرس میں ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوا۔ ڈریفس Dreyfus کے معاملات میں اپنی کارکردگی کی بناء پر وہ معروف ہوا۔ 1936 میں وہ فرانس کا وزیراعظم منتخب ہوا اور جون 1937 تک وہ اس منصب پر فائز رہا۔ اس کے حامیوں نے اس کی سیاست میں واپسی کو پھر ممکن بنایا اور وہ جون 1937 سے جنوری 1938 تک نائب وزیراعظم رہا۔

پورے دوراقتدار میں لیون کا ایک ہی ٹاسک تھا کہ وہ فرانسیسی پالیسیوں کو اسپین میں عالمی تحریک انقلاب کے منصوبوں میں مدد دینے کے لئے مولڈ mould کرے۔ سازشیوں نے خود کو تمام تر شکوک وشبہات سے بالاتر کرنے کے لئے یہ ظاہر کیا کہ اسپین میں سول وار کے آغاز کا ذمہ دار جنرل فرانکو General Franco تھا۔ تاہم اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ اسٹالن Stalin اور اس کے انقلابی ماہرین تھے جنہوں نے عالمی تحریک انقلاب کے تمام منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا۔ جو کچھ بھی انقلاب روس میں 1917 میں ہوا تھا اور فرانس میں انقلاب کے لئے 1789 میں ہوا تھا اسپین میں اس کا اعادہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

1929 کی ابتدا میں ایم گستاف M Gustave نے اپنے اخبار لا وکٹوئر La Victoire میں لیون بلم اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں سچ آشکار کیا۔ وہ حوصلہ مندی کے ساتھ لکھتا ہے کہ "لیون بلم کی کلکٹیوسٹ پارٹی Collectivist Party فری میسنری کی دوسری برانچ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ نہ صرف مذہب کے خلاف ہے بلکہ طبقاتی جنگ اور سماجی انقلاب کی پارٹی ہے۔"

لیون بلم نے عالمی تحریک انقلاب کے رہنماؤں کے انقلاب فرانس سے متعلق منصوبوں میں مدد دینے کے لئے اسپین میں اسلحہ، گولہ و بارود اور رقوم کی فراہمی شروع کر دی۔ اس کی عدم مداخلت کی پالیسی یکطرفہ تھی جو کہ صرف جنرل فرانکو کے حامی نیشنلسٹوں کے لئے تھی۔

شواہد بتاتے ہیں کہ انقلاب اسپین میں اسپین اور فرانس کے گرینڈ اور رینٹ لاجز ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں تھے اور عالمی انقلابی تحریک کے ڈائریکٹرز اور ان کے ماسکو، میڈرڈ اور ویانا میں ایجنٹ سب اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔

بین الاقوامی امور میں گرینڈ اور رینٹ لاجز کے اثر و رسوخ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ فرانس کے گرینڈ اور رینٹ لاج نے 1924 میں لیگ آف نیشنز کے قیام کا فیصلہ کیا تا کہ اس کو فری میسنری کے آلہ کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔

لیگ آف نیشنز میں گرینڈ اور رینٹ لاجز کا جو اثر و نفوذ تھا اس کا مشاہدہ آج کا طالب علم بہ خوبی اقوام متحدہ میں کر سکتا ہے۔ اقوام متحدہ کی کارکردگی اور پالیسیاں اتنی ہی حیرت انگیز ہیں کہ عام آدمی کو یہ بے معنی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر ان تمام عجیب و غریب پالیسیوں کا مطلب اس وقت بہ

آسانی سمجھ میں آ جاتا ہے جب انہیں عالمی تحریک انقلاب کے طویل مدتی منصوبوں کے پس منظر میں دیکھا جائے۔ اس کے لئے بس ہمیں صرف چند حقائق کو مدنظر رکھنا ہوں گے۔ سب سے پہلے یہ کہ الومیناتی کے نزدیک یہ از حد ضروری ہے کہ تمام آئینی حکومتوں کو تباہ کر دیا جائے۔ چاہے یہ حکومتیں جمہوریہ ہوں یا بادشاہتیں۔ دوم، وہ جلد از جلد پوری دنیا میں عالمی آمریت کا نفاذ چاہتے ہیں تا کہ ان کا پوری دنیا پر کنٹرول قائم ہو سکے ایم جے مارکویز M J Marques Riviere کہتا ہے کہ "بین الاقوامی فری میسنری کا مرکز جنیوا میں ہے۔ انٹرنیشنل میسونک ایسوسی ایشن کا ہیڈ آفس جنیوا میں ہے۔ پوری دنیا میں میسن سوچ رکھنے والے افراد کا میٹنگ پوائنٹ بھی جنیوا ہی ہے۔ لیگ اور انٹرنیشنل میسونک ایسوسی ایشن کا مطلب اب بہت واضح اور انکشاف انگیز ہے۔"

یہ بات بھی اچھی طرح یاد رکھنے کی ہے کہ بین الاقوامی الومیناتی نے ان تمام واقعات کے رونما ہونے سے ایک صدی پہلے ہی جنیوا کو اپنے مرکز کے طور پر چن لیا تھا۔ پھر اپنے منصوبوں کے عین مطابق انہوں نے سوئٹزرلینڈ کو تمام تنازعات میں غیر جانبدار رکھا تا کہ انہیں دنیا میں ایک جگہ ایسی مل سکے جہاں پر وہ پرامن طور پر اپنے ایجنٹوں کے ساتھ میٹنگ کر سکیں اور اپنے خفیہ منصوبوں کی تکمیل کے لئے احکامات جاری کر سکیں۔ حکومت امریکہ نے لیگ آف نیشنز جوائن کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ تاہم خفیہ طاقتیں ایک عالمگیر دنیا کے خیال کی نہ صرف حمایت کر رہی تھیں بلکہ اس کا تہیہ بھی کر چکی تھیں۔ لیگ آف نیشنز کی ناکامی کے بعد انہوں نے اسے ختم کرنے اور اسے اقوام متحدہ سے تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جنگ عظیم دوم کی مدد سے یہ موقع بھی جلد ہی حاصل کر لیا گیا۔ 1946 میں لیگ آف نیشنز کی باقیات کو جمع کر کے اقوام متحدہ کی نئی عمارت کھڑی کی گئی جس میں روس اور امریکہ کو طاقتور ارکان کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ حقیقت کہ اقوام متحدہ نے اسرائیل کو سیاسی صہیونیوں کے حوالے کر دیا اور انہی خفیہ طاقتوں کی ایماء پر چین، شمالی کوریا،

منگولیا، ڈچ کے مشرقی جزائر اور انڈو چائنا کے حصوں کو کمیونسٹوں کے حوالے کر دیا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ خفیہ طاقتیں کس طرح اپنے منصوبوں کو روبہ عمل لاتی ہیں اور ان کو نتیجہ خیز بھی بناتی ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ لینن نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ مشرق سے اٹھنے والی کمیونزم کی لہر مغرب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ اس وقت لوگ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ مشرق بعید سے اٹھنے والا طوفان کس طرح مغرب کو تہہ و بالا کر سکتا ہے۔ تاہم ان لوگوں کے نزدیک جو عالمی جنگ کا بغور جائزہ لے رہے تھے لینن کا بیان شیشے جتنا شفاف تھا۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات کیا ہے۔ جب لینن اپنی افادیت کو کھو چکا تو وہ مر گیا یا ہٹا دیا گیا۔ یہ بات چند لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح اسٹالن نے چند بے رحم قاتلوں کی مدد سے ان تمام لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا جو انقلاب کے ہراول دستے میں شامل تھے اور موجود تمام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ اہل تھے۔ اور پھر اسٹالن نے تمام تر قوت اپنے ہاتھ میں مرتکز کر لی۔

جو لوگ عالمی تحریک انقلاب کے قاری ہیں وہ شہادتوں کو دیکھ کر بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ لینن کے جانشین کے طور پر اسٹالن کو کیوں چنا گیا۔ جوائنٹ اسٹاک کمپنی کا پرانا اصول یہاں پر پھر اپنایا گیا۔ امریکہ اور برطانیہ کی خفیہ ایجنسیوں نے اپنی حکومتوں کو پیش کردہ رپورٹوں میں انقلاب روس میں بین الاقوامی بینکاروں کے کردار کی نشاندہی کی تھی۔ اپریل 1919 میں برطانوی حکومت نے اس موضوع پر ایک قرطاس ابیض بھی جاری کیا۔ اس قرطاس ابیض کو فوری طور پر دبا دیا گیا مگر اس سے ان خفیہ طاقتوں کو تھوڑا سا نقصان ضرور پہنچا۔ بین الاقوامی بینکاروں پر یہ الزام لگایا جاتا رہا ہے کہ وہ بین الاقوامی آمریت کے نفاذ کے لئے مالی مدد و فنڈز فراہم کرتے ہیں۔ اس تاثر کو ختم کرنے کے لئے ان بینکاروں نے کئی طریقہ کار وضع کئے۔ تاہم یہ بات ایک ننگی حقیقت کے طور پر اس وقت سامنے آتی ہے جب ان کے ہی منتخب کردہ اسٹالن کا جائزہ لیتے ہیں۔ اسٹالن بین

الاقوامی ساہوکاروں کے اشارے پر ہی ناچتا رہا تھا۔ اس نے ٹراٹسکی Trotsky کو راستے سے ہٹایا اور ان ہزاروں روسی یہودیوں کو جنہوں نے اسے اقتدار میں آنے میں مدد دی تھی تہہ تیغ کر دیا۔ یہ بات اس کا ثبوت ہے کہ بین الاقوامی ساہوکار اور ان کے ایجنٹوں کے نزدیک کسی بھی مذہب، رنگ یا نسل کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور وہ عوام کو محض شطرنج کے پیادے کے طور پر ہی جانتے اور برتتے ہیں۔ یہ بات سچ ہے کہ بہت سارے یہودی کارل مارکس کے ماننے والوں میں شامل ہو گئے تھے اور پختہ کمیونسٹ بن گئے تھے۔ وہ کارل مارکس کی طبع شدہ تھیوریوں کے عین مطابق انٹرنیشنل آف سوویت سوشلسٹ ریپبلکس کے لئے نہ صرف کام کر رہے تھے بلکہ انہوں نے اس کے لئے عملی جدوجہد میں بھی حصہ لیا مگر انہیں بھی عوام کے ساتھ دھوکہ میں رکھا گیا۔ جب اسٹالن ماسکو میں بین الاقوامی بینکاروں کے ہیڈ ایجنٹ کے طور پر براجمان ہو گیا اور اس کی اقتدار پر گرفت مضبوط ہو گئی تو اس وقت پورے روس میں پہلی اور دوسری انٹرنیشنل میں شرکت کرنے والے ارکان کی تلاش انتہائی مشکل ہو چکی تھی کیونکہ ان سب کو تحلیل کر دیا گیا تھا۔

درحقیقت بین الاقوامی بینکاروں کو اپنے منتخب کردہ محدود گروپ کے اقتدار کے ذریعے دنیا کی دولت، حکومت اور انسانی وسائل پر قبضے کے علاوہ اور کسی بھی چیز سے دلچسپی نہیں تھی۔ ان کے ذہنوں میں بس ایک ہی ایماندارانہ خیال راسخ تھا کہ وہ تمام نسل انسانی سے ذہنی طور پر برتر ہیں۔ اسی بناء پر کسی بھی فرد یا گروپ کے مقابلے میں دنیا کے معاملات وہی بہتر طور پر چلا سکتے ہیں۔ وہ اس بات پر قائل ہیں کہ اس دنیا کو چلانے کیلئے اللہ کے مقابلے میں بہتر منصوبہ سازی کر سکتے ہیں۔ ایک مرتبہ لوگ اس عظیم سچ کو پہچان جائیں تو ان کو اس حقیقت کا ادراک ہوگا کہ بلاتفریق رنگ، نسل اور مذہب تمام افراد استعمال ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں اور ان کی حقیقت شطرنج کے پیادوں سے زیادہ نہیں ہے۔

امریکی انقلاب

یہ سمجھنے کے لئے کہ بنک آف انگلینڈ اور برطانیہ کے قومی قرض پر سازشیوں نے کس طرح کنٹرول حاصل کیا اور برطانیہ کی امریکی کالونی کی تجارت و معیشت کو اپنے شکنجہ میں کس لیا، کہانی کا سرا اس وقت سے اٹھانا پڑے گا جب بنجمن فرینکلن Banjamin Franklin (1706 تا 1790) ان لوگوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے انگلینڈ پہنچا جو امریکی کالونیوں پر قبضے میں اس کے ساتھ تھے۔

اس موقع پر روتھس شیلڈ نے بنجمین فرینکلین سے پوچھا کہ وہ کالونی کی اقتصادیات کو کس طرح کنٹرول کرتے ہیں۔ بنجمن نے جواب دیا کہ "یہ بہت ہی سادہ سا عمل ہے۔ ہم کرنسی کے طور پر کالونیل اسکرپٹ Colonial Script جاری کرتے ہیں۔ یہ تجارت وصنعت کی طلب ورسد کے تناسب سے جاری کئے جاتے ہیں۔"

امریکی سینیٹ کی بنکنگ اور کرنسی کی کمیٹی کے سابق چیئرمین رابرٹ ایل اوون Robert L Owen کے مطابق جیسے ہی روتھس شیلڈ نے یہ سنا اس نے اندازہ لگالیا کہ امریکہ سونے کی چڑیا ہے جہاں پر لامحدود منافع کے مواقع حاصل ہیں۔ تاہم امریکہ کو قابو میں کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اس کو اپنی کرنسی جاری کرنے سے روک دیا جائے اور اس کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی کرنسی کی ضرورت بنکوں کے ذریعے پورا کرے۔ روتھس شیلڈ اس وقت تک جرمنی میں تھا مگر ابھی تک وہ برطانوی حکومت کو آٹھ پاؤنڈ فی سپاہی کے حساب سے فوج فراہم کررہا تھا اور اس کا برطانوی حکومت پر مکمل اثرورسوخ تھا۔ اس نے بنک آف انگلینڈ کے ڈائریکٹروں کو حکم دیا کہ امریکہ کو اپنی کرنسی جاری کرنے سے روکنے کے لئے فوری طور پر قانون سازی کی جائے اور اس کی ڈرافٹنگ

اس کی مرضی کے مطابق کی جائے۔

قانون جاری کردیا گیا جس کے مطابق امریکی کالونی کے حکمرانوں کو اپنی کرنسی کالونی اسکرپٹ جاری کرنے سے روک دیا گیا۔ بنکوں سے نئی کرنسی حاصل کرنے کے لئے ان کو اپنے تمام اثاثہ جات اور سیکورٹیز ان بنکوں کے پاس رہن رکھنا پڑیں۔ اس کا جو نتیجہ نکلا بنجمن کے اپنے الفاظ میں وہ یہ تھا کہ "ایک سال کے ہی عرصہ میں صورتحال اتنی بدل گئی کہ خوشحالی کا دور ختم ہوگیا اور مالی بحران اتنا شدید ہوگیا کہ کالونی کی سڑکیں بیروزگاروں سے بھر گئیں۔" وہ مزید کہتا ہے کہ "بنک آف انگلینڈ نے کالونی اسکرپٹ کی فیس ویلیو face Value کے پچاس فیصد سے زائد مالیت کی کرنسی جاری کرنے سے انکار کردیا جس کی بناء پر زیرگردش کرنسی کی مالیت اچانک آدھی رہ گئی۔"

امریکہ میں انقلاب کی بنیادی وجوہات بتاتے ہوئے فرینکلن کہتا ہے کہ "کالونیوں نے چائے پر ٹیکس کو خوشدلی سے قبول کرلیا تھا مگر برطانیہ کی جانب سے اس کے زر کو لے جانے پر ردعمل پیدا ہوا جس سے وہاں پر بیروزگاری اور بے چینی پیدا ہوئی۔"

برطانوی اقدامات پر بے چینی پھیل رہی تھی مگر ان کالونیوں میں بہت کم ہی لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ یہ تمام صورتحال بین الاقوامی گینگسٹرز کے ایک چھوٹے سے گروپ کی پیدا کردہ ہے۔ یہ وہی گروپ ہے جو بنک آف انگلینڈ کی صورت میں برطانیہ کی معیشت اور سرکاری دولت پر قابض ہوچکا ہے۔ یہ پہلے ہی بتایا جاچکا ہے کہ 1694 میں برطانیہ نے محض ساڑھے بارہ لاکھ پاؤنڈ کا قرض حاصل کیا تھا جو چار سال میں بڑھ کر ایک کروڑ ساٹھ لاکھ پاؤنڈ پر پہنچ گیا اور پھر 1815 میں اس کی مالیت 88 کروڑ 50 لاکھ اور 1945 میں یہ قرض 22 ارب 50 کروڑ پاؤنڈ سے بڑھ چکا تھا۔

19 اپریل 1775 کو پہلی مرتبہ لیزنگٹن Lexington اور کنکارڈ Concord کے مقامات پر برطانوی اور کالونی فوج کے درمیان مسلح جھڑپیں ہوئیں۔ 10 مئی کو فلاڈیلفیا کے مقام پر سیکنڈ کانٹی نینٹل کانگریس ہوئی جس میں جارج واشنگٹن کو بری اور بحری فوج کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ اس نے یہ کمانڈ کیمبرج میں سنبھالی۔ 4 جولائی 1776 کو کانگریس نے اعلان آزادی کردیا۔

آئندہ سات برسوں تک سودخور برطانیہ اور امریکی کالونی فوج کے درمیان جنگ کی آگ بھی بھڑکاتے رہے اور مالی معاونت قرض کی صورت میں بھی فراہم کرتے رہے۔ اس عرصہ میں روتھس شیلڈ نے بے تحاشہ دولت کمائی۔ وہ جرمن نژاد ہیسیان Hessian سپاہی برطانیہ کو فراہم کرتا رہا۔ اس جنگ میں ایک عام برطانوی کو اپنے امریکی کزن کے ساتھ کوئی رقابت نہیں تھی بلکہ ان کی دلی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔

19 اکتوبر 1781 کو برطانوی کمانڈر جنرل کارنوالس General Cornwallis نے اپنی تمام فوج کے ساتھ ہتھیار ڈال دیئے۔ 3 ستمبر 1783 کو پیرس میں ہونے والے معاہدہ امن کے تحت امریکہ کو ایک آزاد ملک تسلیم کرلیا گیا۔ اس پورے کھیل میں صرف برطانوی عوام تھے جو نقصان میں رہے۔ ان کا قومی قرض کئی گنا بڑھ گیا اور بین الاقوامی سودخور (جو دراصل بین الاقوامی تحریک انقلاب کی پس پشت خفیہ طاقت تھے) اپنے طویل المیعاد منصوبوں کی تکمیل کی طرف ایک قدم اور آگے بڑھا چکے تھے اور برطانوی حکومت مزید کمزور ہوگئی تھی۔

بین الاقوامی بینکاروں کے ایجنٹ اتحاد کو روکنے کے لئے زبردست کام کررہے تھے۔ امریکی ریاستوں کو علیحدہ رکھ کر وہ اپنے مقاصد بہ آسانی پورے کرسکتے تھے۔

امریکی آئین کی تیاری کے موقع پر ان بین الاقوامی بینکاروں نے امریکی معیشت پر قبضے کے لئے تمام تر ہتھکنڈے استعمال کئے حتی کہ انہوں نے امریکی رہنماؤں کو ہراساں تک کیا۔ تاہم امریکہ

کے بابائے قوم نے اس تمام دباؤ کا مقابلہ کیا جس کا ثبوت امریکی آئین ہے۔ اس کا فرسٹ آرٹیکل کہتا ہے کہ "کانگریس کے پاس سکہ کو جاری کرنے اور اس کی قدر کو کنٹرول کرنے کا اختیار ہے"۔

اس کے بعد بھی یہ بینکار اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے۔ انہوں نے کس طرح امریکی معیشت پر قبضہ کیا یہ ایک دلچسپ اور عبرت آموز کہانی ہے۔

جوائنٹ اسٹاک کمپنیز کا اصول جس میں فرنٹ مین ہی سب کچھ کرتا دکھائی دیتا ہے اور اصل مالکان کا پتہ ہی نہیں چلتا اور وہ خفیہ رہتے ہیں، پھر کام آیا۔ ان بین الاقوامی بینکاروں نے امریکہ میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے الیگزینڈر ہملٹن Alexander Hamilton کو مقرر کیا۔ 1780 میں ایک نام نہاد محب وطن نے فیڈرل بنک کو قائم کرنے کی تجویز پیش کی۔ الیگزینڈر نے فوری طور پر ماہرانہ آراء پیش کرنی شروع کیں۔ اس نے تجاویز پیش کیں کہ نئے فیڈرل بنک کا کل ادا شدہ سرمایہ ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر ہو۔ جس میں سے بنک آف انگلینڈ کا حصہ ایک کروڑ ڈالر کا ہو جبکہ بقیہ بیس لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری امریکہ کے دولتمند افراد کریں۔ 1783 میں الیگزینڈر ہملٹن نے اپنے بزنس پارٹنر کے ساتھ مل کر بنک آف امریکہ قائم کردیا۔ بنک آف امریکہ کے ڈائریکٹرز بنک آف انگلینڈ کے ایجنٹ تھے اور اس طرح یہ دونوں الوبیناتی کے ایجنٹ تھے۔

امریکی آزادی کے سرخیلوں کو اس امر کا احساس تھا کہ اگر بنک آف انگلینڈ نے امریکہ کے نظام زر پر اجارہ دارانہ کنٹرول حاصل کرلیا تو رہن کے آسان ترین نظام کے ذریعے وہ امریکی عوام کی ہر دولت پر قبضہ کرلیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ کانگریس نے بنک آف امریکہ کو چارٹر جاری کرنے سے انکار کردیا۔

بنجمن فرینکلن کا انتقال 1790 میں ہوگیا۔ موقع غنیمت جان کر بین الاقوامی یہودی بینکاروں نے امریکی معیشت پر قبضہ کی ایک اور کوشش کی۔ وہ الیگزینڈر ہملٹن کو نئی حکومت میں خزانہ کا سیکریٹری بنوانے میں کامیاب ہوگئے۔ ہملٹن نے بنک کو چارٹر جاری کروادیا۔ یہی وہ مقصد تھا جس کے لئے اس کے آقا پریشان تھے۔ اب کرنسی کو جاری کرنا ایک آسان ترین عمل تھا۔ ایک دلیل جو یہ بینکار عام طور پر اپنے مخالفین کو خاموش کرنے کے لئے پیش کررہے تھے وہ یہ تھی کہ کانگریس کی جاری کردہ کرنسی ملک سے باہر محض ایک کاغذ کا ٹکڑا ہے جبکہ ان کی جاری کردہ کرنسی کو پوری دنیا کے بنک تسلیم کریں گے اس طرح اس کی بین الاقوامی اہمیت ہوگی۔ اس طرح عوام بہ آسانی ان کا شکار بن گئے۔ کام مکمل ہو چکا تھا اس لئے ان بین الاقوامی بینکاروں نے جلد ہی ہملٹن اور مورس سے چھٹکارا حاصل کرلیا۔

نئے بنک کا اداشدہ سرمایہ ساڑھے تین کروڑ ڈالر مقرر کیا گیا جس میں سے دو کروڑ اسی لاکھ ڈالر کے حصص روتھس شیلڈ کے زیر کنٹرول یورپین بنکوں نے خرید لئے۔ یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ ان بنکاروں کو یقین تھا کہ ہملٹن ان کے راز کو راز نہیں رکھ پائے گا اس لئے اس کو ایک ماہر نشانہ باز ایرون برAaron Burr کے ساتھ ڈوئیل میں مروادیا گیا۔

جب عام امریکی یورپی بینکاروں کے فرنٹ مین کے طور پر استعمال ہورہے تھے اس وقت یورپی بینکاروں نے امریکہ کے بارے میں اپنی پالیسی متعین کرلی تھی۔ روتھس شیلڈ اور اس کے گروپ نے اپنے تمام بینکوں کو ہدایت کردی تھی کہ امریکی بنک کو فراخدلانہ طور پر رقومات فراہم کی جائیں تاکہ وہاں پر زیر گردش زر میں کمی نہ ہونے پائے۔ امریکیوں کو اس دنیا کی عظیم قوم کے طور پر پیش کیا جارہا تھا اور ہر ایک کو ایڈوائس جاری کی جارہی تھی کہ وہ مستقبل کی سرمایہ کاری وہاں پر کرے۔ جب امریکہ میں ہر شخص اپنی تمام جائیداد رہن رکھ کر گلے گلے تک قرض میں ڈوب گیا تو زیر

گردش زر کو گھٹانے اور قرضہ جات کی وصولی کا حکم جاری کردیا گیا۔ اس طرح ایک مصنوعی بحران پیدا ہوگیا۔ عام شہری ان مالی واجبات کو ادا کرنے میں ناکام ہوگئے اور ان بینکاروں نے محض ایک چھوٹی سی رقم کے عوض ان شہریوں کی جائیداد اور تمسکات پر قبضہ کرلیا۔ یہ درست ہے کہ یہ سب قانونی طور پر ہوا تھا مگر ایک عام امریکی شہری دن دہاڑے اپنی جمع پونجی سے محروم ہو چکا تھا۔

اس بارے میں تھامس جیفرسن Thomas Jefferson لکھتا ہے کہ "مجھے یقین ہے کہ ہماری آزادی کو سرحدوں پر تیار دشمنوں کی فوج سے زیادہ بینکاری کے اداروں سے خطرہ ہے۔ یہ پہلے ہی زر پر کنٹرول حاصل کرچکے ہیں جو حکومت کے پاس ہونا چاہئے۔ زر کو جاری کرنے کا اختیار ان بنکوں سے لے کر حکومت کے حوالے کردینا چاہئے۔"

اینڈریو جیکسن کہتا ہے کہ " آئین کے تحت اگر کانگریس کو کاغذی کرنسی جاری کرنے کا اختیار ہے تو یہ اختیار کسی شخص یا کارپوریشن کے حوالے کرنے کے بجائے یہ کام خود حکومت کو کرنا چاہئے۔"

اس قسم کے جارحانہ تبصرے سننے کے بعد ناتھان روتھس شیلڈ خبردار ہوگیا اور 1811 میں بنک آف امریکہ کے چارٹر کی تجدید کے موقع پر متوقع مخالفت کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے حکمت عملی ترتیب دی۔ عالمی معیشت پر مکمل کنٹرول کے لئے اس نے بنک آف انگلینڈ کا کنٹرول حاصل کرلیا۔ جب 1811 میں بنک آف امریکہ کے چارٹر کی تجدید کا مسئلہ بڑھ گیا تو ناتھان روتھس شیلڈ نے پہلا الٹی میٹم جاری کیا، "یا تو چارٹر کی تجدید کی درخواست کو منظور کرلیا جائے یا پھر امریکہ زیادہ تباہ کن جنگ میں شمولیت کے لئے خود کو تیار کرلے"۔

بہت سے امریکیوں کو یہ یقین ہی نہیں آیا کہ یہ بینکاران کو کسی جنگ میں ملوث بھی کرسکتے ہیں اور انہوں نے اس کو ایک خالی خولی دھمکی قرار دیا۔ اسی جوش میں اینڈریو جیکسن نے جواباً کہا کہ،" تم سنپولئے چوروں کا جتھ ہو۔ میں تم کو باہر نکال پھینکنا چاہتا ہوں اور خدا کے حکم سے میں تم کو باہر

نکال پھینکوں گا"۔اقوام کو جنگوں سے کنٹرول کیا جاتا ہے اور ناتھان نے اس کے احکامات جاری کردیئے۔"ان بیباک امریکیوں کو سبق سکھادو اوران کو کالونی کے دور میں واپس پہنچادو۔"

برطانوی حکومت جونئی بادشاہت کے قیام کے ساتھ ہی ان بین الاقوامی بینکاروں کی کٹھ پتلی میں تبدیل ہو چکی تھی، نے فوری طور پر 1812 میں امریکہ کے ساتھ جنگ کا آغاز کردیا۔اس جنگ کا مقصد امریکہ کو اتنا مفلس کردینا تھا کہ ارکان پارلیمنٹ امن کی بھیک مانگنے لگیں اور مالی مدد کے لئے ان بینکاروں کے سامنے گھگیانے لگیں۔ناتھان روتھس شیلڈ نے یہ واضح کردیا کہ اس وقت تک امریکہ کو کوئی مالی مدد فراہم نہیں کی جائے گی جب تک کہ بنک آف امریکہ کے چارٹر کی تجدید نہیں کی جاتی۔

روتھس شیلڈ کا منصوبہ کامیابی سے ہمکنار ہوا۔اس کے لئے اس بات کی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ کتنے انسان مارے گئے اور کتنے زخمی ہوگئے۔کتنی عورتیں بیوہ ہوئیں اور کتنے بچے یتیم ہوئے۔ روتھس شیلڈ اوراس کے سازشی ساتھی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئے۔مگر ایک عام شخص یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔وہ اس تمام تر صورتحال کے لئے اپنی حکومتوں کی غلط پالیسیوں کو موردِ الزام ٹھہراتا رہا اور ہر مرتبہ کی طرح یہ خفیہ طاقتیں پردے کے پیچھے ہر الزام سے محفوظ رہیں۔

1816 میں امریکی کانگریس نے بنک آف امریکہ کے چارٹر کی تجدید کی درخواست قبول کرلی۔اس بارے میں بہت سارے شواہد ہیں کہ کانگریس کے ارکان کو چارٹر پر ووٹنگ کے دوران یا تو ہراساں کیا گیا یا پھران کو بھاری رشوتیں پیش کی گئیں اوراس طرح امریکی عوام کو ایک مرتبہ پھر معاشی غلامی میں دے دیا گیا۔

1857 میں لیونیل روتھس شیلڈ Lionel Rothschild کی بیٹی لینورا Lenora کی

اس کے پیرس میں مقیم کزن الفانسو Alfonso کے ساتھ شادی کے موقع پر پوری دنیا کی اہم شخصیات جمع تھیں۔اس موقع پر انگریزی رکن پارلیمنٹ بنجمن ڈزرائیلی Benjamin Disraeli بھی مدعو تھا۔وہ 1868 اور پھر بعد میں 1874 میں دوبارہ برطانیہ کا وزیراعظم منتخب ہوا۔

اس موقع پر ڈزرائیلی نے ٹوسٹ تجویز کرتے ہوئے کہا کہ "اس چھت کے نیچے خانوادہ روتھس شیلڈ کے تمام سربراہ موجود ہیں۔یہ وہ نام ہے جو یورپ کے ہر دارالحکومت میں اور دنیا کے ہر حصہ میں معروف ہے۔اگر آپ لوگ پسند کریں تو امریکہ کو دو حصوں میں تقسیم کردیتے ہیں۔ایک حصہ تمہارے لئے جیمس اور دوسرا حصہ تمہارے لئے لیونیل۔نپولین بالکل ایسا ہی کرے گا اور وہ سب کچھ، جس کی میں اس کو ہدایت کروں گا۔اور بسمارک Bismarck تم ایسا مدہوشانہ پروگرام ترتیب دو کہ سب ہمارے غلام بن جائیں۔"

اور پھر اس پروگرام پر پوری طرح عمل ہوا۔روتھس شیلڈ کے ایک قریبی عزیز جوڈا پی بنجمن Judah P Benjamin کو امریکہ کا پروفیشنل اسٹراٹیجسٹ Strategist مقرر کروادیا گیا۔اس کے بعد امریکہ سول وار کے بعد دو حصوں میں بٹ چکا تھا۔

نپولین سوم کو ان بینکاروں نے اس امر کی طرف راغب کیا کہ وہ اپنی سلطنت کو میکسیکو تک توسیع دے۔برطانوی حکومت کو صلاح دی گئی کہ وہ شمالی ریاستوں کو دوبارہ سے اپنی کالونی بنالے۔

امریکہ کی سول وار ایک اقتصادی جنگ تھی جو بین الاقوامی بینکاروں نے امریکہ پر مسلط کی تھی۔اقتصادی دباؤ ڈالنے کے بعد شمالی ریاستوں میں معاشی مشکلات میں اضافہ محض ایک سادہ سا خود کار عمل رہ گیا تھا۔اس میں مزید اضافہ غلامی کے خاتمہ نے کردیا تھا۔ابراہام لنکن نے اس کو تسلیم کیا تھا کہ " کوئی بھی قوم طویل عرصے تک آدھی آزادی اور آدھی غلامی برداشت نہیں کرسکتی۔"

بین الاقوامی بینکاروں نے جنوب کی ان تمام قوتوں کو جو شمالی ریاستوں کے ساتھ برسرِ پیکار تھیں
لامحدود قرضہ جات فراہم کیے۔ انہوں نے نپولین سوئم کو بھی میکسیکو کی مہم کے لئے فنڈز فراہم کئے
جس کی مالیت 20 کروڑ 15 لاکھ فرانک تھی۔ جب ان سازش کاروں کو مزید مداخلت کی
ضرورت پڑی تو انہوں نے شمالی ریاستوں کے خلاف جنگ کی صورت میں 1863 میں ٹیکساس
اور لوئیزانیا بھی دینے کی پیشکش کر دی۔

جب روس کے بادشاہ زار نے ان فراخدلانہ پیشکشوں کے بارے میں سنا تو اس نے انگلینڈ اور
فرانس کی مملکتوں کو متنبہ کیا کہ اگر امریکہ کی سول وار میں انہوں نے عملی حصہ لیا اور جنوبی ریاستوں
کی فوجی امداد جاری رکھی تو وہ اس کو روس کی شاہی ریاست کے خلاف اعلان جنگ تصور کرے گا۔
اپنے اس الٹی میٹم کو سنجیدہ ثابت کرنے کے لئے زار نے اپنے جنگی بحری جہاز نیویارک اور سان
فرانسسکو بھیجے جو لنکن کی کمانڈ میں تھے۔

جب امریکہ کی شمالی ریاستیں مالی مشکلات کا شکار ہو گئیں تو ان بین الاقوامی بینکاروں نے ان کو بھی
قرض دینے سے انکار نہیں کیا۔ بس انہوں نے یہ کیا کہ شمالی ریاستوں کے لئے سود کی شرح حیران
کن حد تک بڑھا کر 28 فیصد کر دی۔ آخر وہ سود کا کاروبار کر رہے تھے۔ چند ہی ماہ کے بعد یہ سود
خور اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ اب امریکہ میں کسی بھی جانب نئے قرض دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ
تمام قرضہ جات بھاری سود پر فراہم کیے گئے تھے۔ سود اور قرض اس حد تک دیا گیا کہ وہ پورے
ملک کی معیشت کو اپنے قبضے میں لے سکیں۔ جیسے ہی وہ اس قابل ہوئے کہ سود کے بدلے وہ ملک
پر قبضہ کر سکتے ہیں امریکہ میں جنگ بند ہو چکی تھی۔

لنکن نے کوشش کی کہ شمالی ریاستوں کو اس معاشی غلامی سے آزاد کرا سکے۔ اس امر کے لئے اس
کے پاس آئین کے آرٹیکل ایک کی شق 8 کے تحت یہ سب کچھ کرنے کا مکمل اختیار تھا۔ اس نے

بینکاروں کی تنبیہات و گفت و شنید کو مکمل طور پر نظرانداز کرنا شروع کر دیا۔ اس مقصد کے لئے اس
نے 45 کروڑ ڈالر مالیت کی نئی کرنسی گرین بیک Greenbacks جاری کی۔ بینکاروں نے
اس پر شدید ردعمل کا اظہار کیا اور کانگریس کے ذریعے ایک بل منظور کروایا کہ یہ نئی کرنسی سرکاری
بانڈز پر بطور سود اور بطور درامدی ڈیوٹی تسلیم نہیں کی جائے گی۔ اس طرح انہوں نے لنکن کی جاری
کردہ گرین بیک کرنسی کو عملاً بے قدر کر دیا۔ ان بینکاروں نے اس کرنسی کو خریدنے کے لئے بھاری
رعایت کا مطالبہ کیا اور ایک ڈالر مالیت کی نئی کرنسی کی مارکیٹ ویلیو 30 سینٹ مقرر کی۔ جب وہ
ساری نئی کرنسی خرید چکے تو انہوں نے اس کی قدر بڑھا کر ایک ڈالر کے برابر کر دی۔ اس طرح
انہوں نے فی ڈالر 70 سینٹ کا منافع کما لیا۔ دوسری جانب وہ امریکہ سے بے دخل ہونے کے
ایک زبردست خطرہ سے بھی بچ گئے۔

اس بارے میں ان بینکاروں کی طرف سے لندن ٹائمز میں ایک آرٹیکل بھی چھاپا گیا جس میں لکھا
گیا کہ، "اگر یہ فساد انگیز پالیسی جس کا منبع شمالی امریکہ میں تھا طویل عرصے تک نافذ رہ جاتی تو
حکومت بغیر کسی قیمت کے اپنی کرنسی جاری کر لیتی۔ اس طرح وہ بغیر کوئی اور قرض لئے پرانا قرض
اتار دیتی۔ اس طرح وہ کسی بھی قسم کی تجارت کے بغیر خوشحال ہوتی رہتی اور پوری دنیا کی دولت اور
ذہن کھینچ کر امریکہ کے پاس آ جاتے۔ ایسے ملک کو لازماً تباہ کر دینا چاہیے ورنہ یہ دیگر تمام حکومتوں
کو تباہ کر دے گا۔"

اس موقع پر سمندر پار تمام بنکوں کو سرکلر جاری کیے گئے جس میں ان کو درپیش خطرات سے خبردار کیا
گیا۔ اس میں کہا گیا کہ "جنگی قوتیں غلامی کا خاتمہ چاہتی ہیں جس کو ہم اور ہمارے یورپین
دوست جاری رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ غلاموں سے ہی ہم کو لیبر دستیاب ہوگی۔ یورپی منصوبہ بندی
میں جس کا سرخیل انگلینڈ ہے اس لیبر کو ہم ان کی اجرتوں کے ذریعے کنٹرول کریں گے۔"

بھاری قرضہ جات جو سرمایہ کاروں کو جنگ کے نتیجے میں حاصل ہوئے، زر کی قیمت کو مستحکم رکھنے کے لئے استعمال کیا جائے۔ اس کی تکمیل کے لئے سرکاری بانڈز کو بنکنگ کی اساس کے لئے استعمال کیا جائے۔ اس سلسلے میں ہم ریاستہائے متحدہ کے سیکریٹری خزانہ کی سفارشات کا انتظار کر رہے ہیں۔ جیسا کہ وہ کوشش کر رہے ہیں، گرین بیک کرنسی کو گردش میں آنے کی اجازت نہ دی جائے جس کو ہم کنٹرول نہ کرسکیں جبکہ ہم بانڈز کو کنٹرول کر سکتے ہیں اور اس کے ذریعے بنکوں سے جاری کئے گئے زر کو بھی۔"

ان بینکاروں نے آنے والے امریکی انتخابات میں گہری دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور بھاری چندوں کے عوض وہ اپنے حمایت یافتہ کانگریس مین اور سینیٹروں کی بڑی تعداد کو منتخب کروانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کا واحد مقصد یہ تھا نیشنل بنکنگ ایکٹ کو باقاعدہ قانون کا درجہ حاصل ہو جائے۔ لنکن کی شدید مخالفت کے باوجود امریکی پارلیمنٹ نے 1863 میں نیشنل بنکنگ ایکٹ کو قانون کا درجہ دے دیا۔ اس طرح یہ بین الاقوامی بینکار اگلا راؤنڈ بھی جیتنے میں کامیاب ہو گئے اور پوری دنیا کے لوگ سیاسی، معاشی اور مذہبی غلامی کے دائرے کے ایک قدم اور قریب آ گئے۔

روتھس شیلڈ برادرز کے لیٹر ہیڈ پر مندرجہ ذیل خط 25 جون 1863 کو انگلینڈ کے بینکاروں نے نیویارک کے بینکاروں آئی کیل ہیمر Ikelheimer ، مارٹن Morton اور وینڈر گولڈ Vandergould کے نام لکھا۔

ڈیئر سرز

اوہائیو، امریکہ کے ایک ٹاؤن سے تعلق رکھنے والے ایک شخص جون شرمن John Sherman نے ایک مکتوب بھیجا ہے جس میں انہوں نے آپ کی کانگریس کی جانب سے منظور کئے جانے والے نیشنل بنکنگ کمپنیز کے قانون کے نتیجے میں منافع کی بابت لکھا ہے۔ اس

مکتوب کی نقل ہمراہ ہے۔ دیکھنے میں یہ قانون اسی منصوبے کا حصہ معلوم ہوتا ہے جو برٹش بینکرز ایسوسی ایشن نے بنایا تھا اور جس کے بارے میں امریکی دوستوں کو صلاح دی تھی کہ یہ پوری دنیا کی بنکنگ برادری کے لئے انتہائی منافع بخش ثابت ہوگا۔

مسٹر شرمن کہتے ہیں کہ جیسا کہ ایکٹ میں کہا گیا ہے، سرمایہ داروں کے لئے زر کو جمع کرنے کی کوئی صورت موجود نہیں ہے۔ نیشنل بنک کو تقریباً قومی خزانہ کے زیر کنٹرول دے دیا گیا ہے۔ ان کے مطابق وہ چند لوگ جو اس نظام کو سمجھ پائیں گے یا تو وہ اپنے منافع کے چکر میں یا پھر وہ اتنا انحصار کریں گے کہ وہ پوری طرح عوامی نمائندوں کے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اس طرح ذہنی طور سرمایہ دار زبردست فوائد سمیٹنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں گے۔۔۔۔۔۔۔

آپ کے معزز خادمین

روتھس شیلڈ برادرز

اس کے جواب میں امریکی بینکاروں آئی کیل ہیمر، مارٹن اور وینڈر گولڈ نے لکھا کہ

ڈیئر سرز:

ہم 25 جون کے مکتوب کی ملتجیانہ وصولی کی اطلاع دیتے ہیں جس میں آپ نے اوہائیو کے آنجناب جون شرمن کے مکتوب کا نیشنل بنکنگ ایکٹ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

مسٹر شرمن بطور ایک کامیاب سرمایہ کار کے زبردست صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ وہ ایک تیز فہم اور اولوالعزم نوجوان ہیں جو کسی بھی صورت میں گھاٹے کا سودا نہیں کرنا چاہتا۔ ان کی آنکھیں امریکہ کی آئندہ صدارت پر ہیں۔ اس وقت بھی وہ کانگریس کے رکن ہیں۔ وہ بالکل درست سوچ رہے ہیں کہ اس وقت وہ اداروں اور حکومت میں بیٹھے افراد سب کچھ حاصل کرنے کی پوزیشن میں ہیں چاہے وہ سرکاری امداد کی صورت میں ہو یا غیر دوستانہ قوانین سے محفوظ رہنے کی صورت میں ہو۔

اس قانون کے نتیجے میں ہونے والے فوائد اور چیدہ چیدہ نکات کے بارے میں بطور نیشنل بنک کی تنظیم کے ہم نے جو سرکلر جاری کیا ہے وہ پیش خدمت ہے۔

چاہے کتنے بھی افراد ہوں، مل کر نیشنل بنکنگ کارپوریشن قائم کر سکتے ہیں مگر ان کی تعداد پانچ سے کم نہ ہو۔

ان تمام شہروں کے علاوہ جن کی آبادی چھ ہزار سے کم ہو، نیشنل بنک کا ادا شدہ سرمایہ دس لاکھ ڈالر سے کم نہیں ہوگا۔

یہ نجی کارپوریشن ہوں گی اور نجی منافع کے لئے کام کریں گی۔ یہ اپنے تمام افسران و اسٹاف کو خود بھرتی کریں گی۔

یہ ریاستی قوانین سے کنٹرول نہیں ہوں گی سوائے اس کے کہ اس بارے میں کانگریس وقتاً فوقتاً کوئی قانون سازی کرے۔

یہ اپنے فائدے کے لئے ڈپازٹ اور قرضہ جات وصول اور جاری کر سکیں گی۔ یہ بانڈز اور ڈسکاؤنٹ پیپرز کی بھی خرید و فروخت کر سکیں گی اور جنرل بنکنگ کا کاروبار کریں گی۔

دس لاکھ ڈالر مالیت سے بنک شروع کرنے والی کارپوریشنیں اس مالیت کے حکومتی تمسکات خریدیں گی۔ یہ تمسکات اس وقت پچاس فیصد ڈسکاؤنٹ پر دستیاب ہیں۔ اس طرح دس لاکھ ڈالر مالیت سے کاروبار شروع کرنے والے حضرات عملاً صرف پانچ لاکھ ڈالر سے کاروبار شروع کر سکتے ہیں۔ یہ بانڈز واشنگٹن میں سرکاری خزانے میں بطور سیکورٹی جمع کروانے ہوں گے۔

تمام بانڈز پر حکومت چھ فیصد کی شرح سے سونے کی صورت میں سود ادا کرے گی۔ یہ سود ششماہی بنیادوں پر ادا کیا جائے گا۔ اس طرح سود کی شرح بارہ فیصد سالانہ ہو جائے گی۔ اس وقت تمام سرکاری سرمایہ کاری پر یہی شرح سود دی جا رہی ہے۔

حکومت کے پاس جمع کرائے گئے بانڈز کے عوض بنک اپنی کرنسی جاری کر سکیں گے۔ اس پر صرف ایک فیصد سالانہ سود بطور ٹیکس لیا جائے گا۔

یہ کرنسی حکومت کی جانب سے جاری کی جانے والی کرنسی گرین بیک سے مماثلت رکھتی ہے تاکہ عوام اس میں کوئی تفریق نہ کر سکیں۔ حالانکہ کرنسی کی اس وعدہ کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہیں ہے کہ بنک اس کو ادا کرے گا۔

اس وقت ملک میں زر کی طلب اتنی شدید ہے کہ بنک اس کو بہ آسانی تیس دن یا ساٹھ دن کے لئے دس فیصد ڈسکاؤنٹ پر بطور قرض جاری کر سکتے ہیں۔ اس سے بنک کرنسی پر تقریباً بارہ فیصد سالانہ سود کما سکتے ہیں۔

بانڈز پر سود، پھر کرنسی پر سود اور پھر مزید کاروبار۔ اس سے بنک بہ آسانی 28 سے 33 فیصد تک سالانہ سود کما سکتے ہیں۔ اس طرح ایک سال میں ہی لگائے گئے سرمایہ کا ایک تہائی واپس آجائے گا۔

نیشنل بنک یہ استحقاق رکھتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق کرنسی اور قرض دونوں کو کسی بھی وقت جب وہ مناسب سمجھتے ہوں محدود کر سکتے ہیں یا اس میں توسیع کر سکتے ہیں۔ بنکوں کی جانب سے متحد ہو کر زیر گردش زر کو اگر ایک ہفتہ بلکہ اگر ایک دن کو بھی کم کر دیا جائے تو پیداواری عمل کو شدید نقصان پہنچے گا۔

نیشنل بنک اپنے بانڈز، سرمایہ پر اور نہ ہی ڈپازٹ پر کوئی ٹیکس ادا کریں گے۔

آپ سے اس کو خفیہ رکھنے کی التماس ہے۔

آپ کے تابعدار

بینکار آئی کیل ہیمر، مارٹن اور وینڈر گولڈ

ان خطوط کے تبادلے کے بعد امریکی بینکار اسی سازش میں مصروف ہو گئے جس کا انہوں نے اپنے مکتوب میں ذکر کیا تھا۔ انہوں نے اتحاد کا مظاہرہ کیا اور زیر گردش زر کی مالیت کو انتہائی کم کر دیا۔ مزید قرضوں کی فراہمی بالکل روک دی۔ جس کے نتیجے میں شدید مالی بحران آ گیا اور انہوں نے اپنے پاس رہن شدہ جائیداد اور کاروبار کو ضبط کر کے راتوں رات اپنی کاغذی کرنسی کو اصل زر سے تبدیل کر لیا۔

اس برے اور قیمتی تجربے کے بعد ابراہام لنکن کو امید پیدا ہوئی کہ شائد امریکی عوام اس کی صدا پر کان دھر لیں۔ اس امید پر اس نے ان بینکاروں کے خلاف ایک بھر پور عوامی مہم شروع کی۔

ایک خطاب میں اس نے کہا کہ "میں مستقبل قریب میں آنے والے ایک بحران کو دیکھ رہا ہوں جو مجھ کو مضطرب کر رہا ہے اور مجھ میں ملک کے تحفظ کے لئے لرزہ طاری کر رہا ہے۔ کارپوریشنیں تخت نشین ہو چکی ہیں جس کے نتیجے میں اعلیٰ سطح پر کرپشن ہو گی اور ملک کی دولت چند ہاتھوں میں مجتمع ہو جائے گی اور جمہوریہ تباہ۔"

اس زبردست تقریر کے بعد ابراہام لنکن کو امریکہ کا صدر منتخب کر لیا گیا مگر اس سے پہلے کہ وہ ان سود خوروں کو قابو کرنے کے لئے قانون سازی کر پاتا اس کو 14 اپریل 1865 کی رات تھیٹر دیکھنے کے دوران جان وائیلکیز بوتھ John Wilkes Booth نے قتل کر دیا۔ بہت کم امریکی اس بات کو جان پائے کہ لنکن کو کیوں قتل کر دیا گیا۔ اس کا جواب اس وقت ملا جب تحقیقات کے دوران بوتھ کے پاس سے ایک کوڈ شدہ پیغام ملا۔ اس پیغام کے ڈانڈے بنکاروں کے امریکہ میں نمائندے اور روتھس شیلڈ کے عزیز جوڈا پی بنجمن سے جا ملتے تھے۔ بوتھ کو لنکن کی موت کا ذمہ دار ٹھہرا دیا گیا اور سازشی پھر بے نشاں اور محفوظ رہے۔ شائد ابراہام لنکن زندہ رہ پاتا تو وہ ان سود خوروں کے پر کتر دیتا اور دنیا ان کی سازشوں سے محفوظ رہ پاتی۔

لنکن کے قتل سے پہلے سالمون پی چیز Salmon P Chase جو 1861 سے 1864 تک سیکریٹری خارجہ رہا، نے برسرعام کہا کہ، "نیشنل بنکنگ ایکٹ کو منظور کرانے میں میری کاوشیں میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ اس سے اجارہ داریاں بنیں گی جو ملک کے ہر مفاد کو متاثر کرے گی۔ اس کو فوری طور پر ختم کر دینا چاہئے۔ مگر اس سے پہلے ہی ہم عوام کو ایک طرف اور بنکوں کو دوسری جانب صف بند دیکھیں گے۔ یہ ایسا منظر ہو گا جو اس سے پہلے اس ملک میں کبھی بھی نہیں دیکھا گیا ہو گا۔"

1866 میں امریکہ میں زیر گردش زر کی مالیت تقریباً ایک ارب 90 کروڑ 67 لاکھ ڈالر تھی جو ساڑھے پچاس ڈالر فی فرد کے برابر تھی۔ دس سال میں یہ کم ہو کر 60 کروڑ 52 لاکھ ڈالر پر آ گئی جو ساڑھے چودہ ڈالر فی کس کے برابر تھی۔ زیر گردش زر کی مالیت میں یہ کمی بنکوں کی جانب سے سرمایہ کاری روکنے کی بناء پر ہوئی تھی۔ اس کا نتیجہ عام آدمی پر یہ نکلا کہ 56 ہزار 446 کاروباری ادارے بند ہو گئے اور نقد سرمایہ کاری میں عوام کو 2 ارب 22 کروڑ 51 لاکھ ڈالر سے محروم ہونا پڑا۔ یہ تمام نقصان رہن شدہ جائیداد کی صورت میں ہوا جو بنکوں نے قرق کر لیں۔ اس سے بنکوں کو دو ارب ڈالر سے زائد کا براہ راست فائدہ ہوا۔ اس وقت سے امریکی اور یورپی بینکاروں کا اشتراک چلا آ رہا ہے۔

مالیاتی سازش

جب 1815 میں ناتھان کی سازشوں کے نتیجے میں روتھس شیلڈ نے بنک آف انگلینڈ کا کنٹرول حاصل کرلیا تو اس نے اور اس کے ساتھیوں نے پیپر کرنسی جاری کرنے کے لئے سونے کو بنیاد بنانے پرزور دینا شروع کردیا۔ 1870 میں بینکاروں کو مالیاتی معاملات میں مسائل پیدا ہونا شروع ہوگئے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ حقیقت تھی کہ امریکہ میں اس وقت ایک بڑی تعداد میں چاندی کے سکے استعمال ہورہے تھے۔ یورپی بینکاروں نے فیصلہ کیا کہ امریکہ میں چاندی کی حیثیت زرکوختم کردینا چاہئے۔ اس وقت برطانیہ کے پاس سونے ذخائر بڑی تعداد میں اور چاندی کے ذخائر قلیل تعداد میں تھے جبکہ امریکہ میں صورتحال اس کے بالکل برعکس تھی اور وہاں پر چاندی کے ذخائر کی تعداد سونے کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی۔ بحراوقیانوس کے دونوں جانب موجود بینکاروں کو اس بات کا بہ خوبی علم تھا کہ جب تک یہ اختلاف جاری رہے گا وہ قوم کی معاشیات پر کنٹرول حاصل نہیں کرسکیں گے اور یہ مکمل اقتدار ہی بڑے پیمانے پر سازشوں کے لئے لازمی امر ہے۔

اپنے مقصد کے لئے یورپی بینکاروں نے ارنسٹ سیڈ Ernest Seyd کو امریکہ بھیجا۔ امریکی عہدیداروں اور ارکان اسمبلی کو رشوت دینے کے لئے اس کے ہمراہ پانچ لاکھ امریکی ڈالر تھے۔ 1873 میں ان امریکی بینکاروں کی ایماء پر امریکی پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کیا گیا جس کا معصومانہ ٹائٹل تھا "سکہ اور سکہ سازی کے متعلق قوانین میں اصلاحات کا بل"۔ اس بل کی ڈرافٹنگ انتہائی چالاکی اور مہارت کے ساتھ کی گئی تھی۔ بہت سارے صفحات پر مشتمل ڈرافٹنگ اس طرح کی گئی تھی کہ اصل پنہاں مقصد بادی النظر میں پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔ اس بل کا تجویز کنندہ

کوئی اور نہیں سینیٹر جان شرمن تھا۔ شرمن کا روتھس شیلڈ کو لکھے گئے خط کا ذکر پہلے ہی ہوچکا ہے۔ شرمن کی تائید کانگریس مین سیموئل جان ہوپر نے کی۔ شرمن کی جانب سے بظاہر معقول مگر گمراہ کن تعارفی تقریر کے بعد یہ بل متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا۔ اس بل کو مکمل طور پر نافذ ہونے کے لئے تین سال کا عرصہ رکھا گیا۔ اصل میں یہ بل مکمل طور پر کیموفلاج تھا تاکہ چاندی کی حیثیت زرکو ختم کیا جاسکے۔ صدر نے یہ جانے بغیر کہ بل کی دستاویز کیا کہتی ہے اس پر دستخط کرکے اس کو قانون کی حیثیت دے دی۔ اصل میں صدر امریکہ کو یہ بتایا گیا تھا کہ اس بل میں کوئی خاص بات نہیں ہے اور یہ محض سکہ اور سکہ سازی کے معاملات میں اصلاحات کے لئے ایک معمول کی کارروائی ہے۔ جس کمیٹی نے یہ بل متعارف کرایا تھا اس کے علاوہ کسی کو بھی اس کے اصل معنوں کا علم نہیں تھا۔ امریکہ کا مالیاتی کنٹرول حاصل کرنے کے لئے بین الاقوامی بینکاروں کے نزدیک اس بل کی منظوری اتنی اہم تھی کہ انہوں نے ارنسٹ کو ہدایت کی کہ وہ اپنے آپ کو سکے کا ماہر کے طور پر پیش کرے۔ اپنے آقاؤں کی مرضی کے عین مطابق کمیٹی تشکیل دلوانے کے بعد وہ پیشہ ورانہ ماہر کے طور پر کمیٹی میں ان کے ساتھ شامل ہوگیا اور روتھس شیلڈ کی ہدایات کے عین مطابق بل کی ڈرافٹنگ کو ممکن بنایا۔

کانگریس مین سیموئیل ہوپر Samuel Hooper نے بل کو کانگریس میں نو اپریل 1872 کو متعارف کرایا۔ اس کی تعارفی تقریر ریکارڈ میں موجود ہے۔ جس میں اس نے کہا کہ "لندن سے تعلق رکھنے والے مسٹر ارنسٹ سیڈ جو ایک ماہر تحریر بھی ہیں نے سکہ سازی اور سکہ کے بارے میں مضمون پر زبردست توجہ دی۔ بل کا پہلا ڈرافٹ دیکھنے کے بعد انہوں نے کئی قیمتی تجاویز دیں۔ جس کو بل کا حصہ بنادیا گیا ہے۔" جان آر ایلسم John R Elsom نے اپنی کتاب لائٹننگ اوور دی ٹریژری بلڈنگ Lightning over the Treasury Building کے صفحہ

نو پرارنسٹ کے دوست فریڈرک Frederick کے حوالے سے لکھا ہے کہ ارنسٹ نے اس سے کہا، "میں نے سینیٹ اور ہاؤس کی کمیٹی کو دیکھا اور ان کو رقم کی ادائیگی کی اور پھر میں اس وقت تک امریکہ میں ٹھہرا جب تک کہ مجھے یقین نہیں ہو گیا کہ میرے اقدامات محفوظ ہیں۔"

1878 میں کرنسی کی ایک اور علیحدگی اور قرضوں پر پابندی کی وجہ سے امریکہ میں 10 ہزار 478 کاروباری اداروں اور بینکوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ 1879 میں کانگریس کی ہدایت پر سکوں کے مزید اجراء سے اس پر قابو پانے میں مدد ملی اور یہ تعداد کم ہو کر 6 ہزار 658 پر آ گئی۔ مگر 1882 میں بین الاقوامی معاملات کے پس پشت خفیہ طاقت نے ایک مرتبہ پھر یہ حکم جاری کر دیا کہ اب مزید امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے امریکہ میں اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ جذبات کی کاروبار میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ ان تنبیہات کے نتائج قابل دید ہونے کے ساتھ ساتھ شدید بھی تھے۔ 1882 سے لے کر 1887 کے درمیانی عرصے میں امریکہ میں زیر گردش زر کی قدر 6.67 ڈالر فی فرد تک کم ہو گئی۔ اس اقدام سے 1878 اور 1892 کے درمیانی عرصہ میں ناکام کاروباری اداروں کی تعداد 1 لاکھ 48 ہزار 703 تک پہنچ گئی جبکہ فارم اور دیگر نجی اداروں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔ اس وقت صرف اور صرف بینکار اور ان کے ایجنٹ تھے جو فائدے میں تھے۔

ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بین الاقوامی بینکار امریکہ میں جان بوجھ کر غربت اور مایوسی کی صورتحال پیدا کر رہے تھے تاکہ عالمی تحریک انقلاب کو انقلابیوں کی بھرتی میں مدد مل سکے۔ اس الزام کو تقویت امریکن بینکرز ایسوسی ایشن کی جانب سے تمام امریکی بینکاروں کو لکھے گئے ایک خط سے بھی ملتی ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس وقت روتھس شیلڈ کا امریکی بینکرز ایسوسی ایشن پر کنٹرول نہیں بھی تھا تو ایسوسی ایشن کا روتھس شیلڈ کے ساتھ دوستانہ الحاق ضرور تھا۔ خط میں لکھا گیا تھا۔

مارچ 11,1893

ڈیر سر،

قومی بینکوں کا مفاد کانگریس میں قانون سازی کا فوری طور پر متقاضی ہے۔ چاندی کے سرٹیفکیٹس اور ٹریژری نوٹوں کا فوری طور پر خاتمہ ہونا چاہئے اور سونے کی اساس پر مبنی نیشنل بینکوں کے نوٹوں کو ہی اصل زر کا درجہ حاصل ہونا چاہئے۔ گردش کی اساس پر پچاس کروڑ ڈالر اور ایک ارب ڈالر کے نئے بانڈ جاری کر کے اس کو تسلیم کر لیا جائے۔ آپ کو ایک مرتبہ زیر گردش نوٹوں میں ایک تہائی کمی کرنا پڑے گی اور نصف قرضہ جات کو وصول کرنا پڑے گا۔ اپنے مربیوں اور پشت پناہوں خاص طور پر بااثر کاروباری افراد کے ساتھ سختی کرتے ہوئے احتیاط کا مظاہرہ کریں۔ نیشنل بینکوں کی زندگی فکس اور محفوظ سرمایہ کاری کی طرح فوری عمل پر منحصر ہے کیونکہ حکومت کے لیگل ٹینڈر اور چاندی کے سکے کی حمایت میں جذبات بڑھ رہے ہیں۔"

اس حکم پر فی الفور عمل کیا گیا اور 1893 کی دہشت پیدا کر دی گئی۔ ولیم جیننگس برائن William Jennings Bryan نے بینکاروں کی اس سازش کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی مگر ایک مرتبہ پھر عوام اخبارات میں بینکروں کی پروپیگنڈہ مشین کے عائد کردہ الزامات کے سحر میں آ گئے۔ سڑک پر موجود ایک عام آدمی حکومت کو ہی مورد الزام ٹھہرا رہا تھا۔ ایک عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ افراتفری خود بینکوں کی پیدا کردہ ہے اور وہ خود ہی اپنے آشیانہ کو تنکا تنکا کر رہے ہیں۔ ان حالات میں ولیم جیننگس برائن کچھ بھی کرنے سے معذور رہا۔ دیگر محب وطن لوگوں کی طرح اس کی آواز بھی صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔

1899 میں جے پی مارگن J P Morgan اور انتھونی ڈریکسل Anthony Drexel بین الاقوامی بینکاروں کے کنونشن میں شرکت کے لئے لندن گئے۔ جب وہ واپس آئے تو مارگن امریکہ میں روتھس شیلڈ کے مفادات کا نگراں مقرر ہو چکا تھا۔ مارگن کو یہ منصب شائد اس کی ہشیاری اور چالاکی کی بناء پر سونپا گیا تھا جس کا مظاہرہ اس نے کچھ عرصہ قبل حکومت کو فوجی رائفلوں کی فروخت میں زبردست مالی منافع حاصل کر کے کیا تھا۔ یہ سب اس کے باوجود تھا کہ اس کی فیکٹری سزا یافتہ تھی۔

لندن کانفرنس کے نتیجے میں نیویارک کی جے پی مارگن اینڈ کمپنی، فلاڈیلفیا کی ڈریکسیل اینڈ کمپنی، لندن کی گرین فیل کمپنی Grenfell & Co، پیرس کی مارگن ہارجیس اینڈ کمپنی Morgan Harges & Co، جرمنی اور ایمسٹرڈم کی ایم ایم واربرگس M M Warburgs اور ہاؤس آف روتھس شیلڈ کا ایک دوسرے کے ساتھ الحاق ہو چکا تھا اور وہ ایک لڑی میں پروئے جا چکے تھے۔

مارگن ڈریکسیل کے اتحاد سے 1901 میں ناردرن سیکوریٹیز کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا تا کہ ہینز مارس گروپ Heinze-Morse کو کاروبار سے باہر کیا جا سکے۔ ہینز مارس گروپ بنکنگ، شپنگ، اسٹیل اور دیگر صنعتوں کے ایک بڑے حصہ کو کنٹرول کر رہا تھا۔ اس گروپ کو اس لئے بھی کاروبار سے باہر کرنا ضروری تھا تا کہ آنے والے وفاق کے انتخاب کو مارگن ڈریکسیل گروپ کنٹرول کر سکے۔

1901 میں ہونے والے انتخاب میں مارگن ڈریکسیل اتحاد تھیوڈور روزویلٹ کو قصر صدارت میں لانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی وجہ سے جسٹس ڈپارٹمنٹ کی جانب سے ان کے خلاف شروع کی گئی تحقیقات کو التوا میں ڈال دیا گیا۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے مسابقت سے بچنے کے

لئے غیر قانونی طریقے استعمال کئے۔ بعدازاں مارگن ڈریکسیل اتحاد نے کوہن لوئب اینڈ کمپنی Kuhn-Loeb & Co کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اس بڑے اتحاد کی طاقت کو آزمانے کے لئے ایک اور معاشی قتل عام کا منصوبہ بنایا گیا۔ 1907 میں اس گروپ نے وال اسٹریٹ کا مشہور خوف پیدا کیا۔ اس قسم کے قانونی گینگسٹر ہتھکنڈوں کو روکنے کے لئے عوامی ردعمل ہی کافی ہوتا ہے تا کہ حکومت ان کے خلاف تادیبی اقدامات کرے مگر شواہد بتاتے ہیں کہ کس طرح عوام کو دھوکا دیا گیا۔

حکومت نے ایک نیشنل مانیٹری کمیشن تشکیل دیا جس کی سربراہی سینیٹر نیلسن آلڈرخ Senator Nelson Aldrich کر رہا تھا۔ ان کو ٹاسک دیا گیا کہ وہ مالیاتی معاملات کی بھرپور اسٹڈی کریں اور پھر بنکنگ اور کرنسی میں اصلاحات کے لئے ضروری قانون سازی کے لئے کانگریس میں سفارشات پیش کریں۔ تاہم اس کا بعد میں انکشاف ہوا کہ آلڈرخ مالی طور پر طاقتور تمباکو اور ربر کے ٹرسٹوں میں دلچسپی رکھتا تھا۔ وہ سینیٹ میں آخری شخص تھا جس پر اس قسم کے ٹاسک کے لئے اعتبار کیا جا سکتا تھا۔ تقرری کے فوری بعد ہی آلڈرخ نے اپنے معتمد ساتھیوں کے ایک چھوٹے سے گروپ کو لیا اور یورپ کی راہ لی۔ جب یہ سب لوگ یورپ میں تھے تو ان کو ہر طرح کی سہولت فراہم کی گئی تا کہ وہ اس امر کا جائزہ لے سکیں کہ یورپی ممالک میں بینکار کس طرح معیشت کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ یورپ میں دو سال گزارنے اور امریکی ٹیکس دہندگان کے تین لاکھ ڈالر خرچ کرنے کے بعد وہ امریکہ واپس آ گئے۔ اس تمام زبردست عوامی سرمایہ کاری کے جواب میں آلڈرخ نے بتایا کہ امریکہ میں سول وار کے بعد سے گاہے بگاہے آنے والے معاشی طوفانوں کو روکنے کے لئے ان کے پاس کوئی واضح منصوبہ نہیں ہے۔ ان معاشی طوفانوں کے نتیجے میں کاروبار تباہ ہو رہے تھے جس سے بیروزگاری پھیل رہی تھی اور بہت سارے لوگ عرش سے فرش پر آ گئے

تھے۔ آلڈرخ راکفیلر Rockefeller کے اتنا نزدیک تھا کہ جے ڈی جونیئر نے اپنی بیٹی ایبی Abby کی شادی اس سے کر دی۔

یورپ کی سیاحت سے قبل آلڈرخ کو پال واربرگ Paul Warburg سے ملاقات کی ہدایت کی گئی تھی۔ یہ پال واربرگ بھی ایک اچھوتے کردار کا حامل شخص تھا۔ یہ 1902 میں ایک جرمن تارک وطن کی حیثیت میں امریکہ میں وارد ہوا۔ بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ یورپی فنانشل ہاؤس ہیمبرگ اور ایمسٹرڈم کے ایم ایم واربرگ اینڈ کمپنی کا ممبر ہے۔ یہ کمپنی ہاؤس آف روتھس شیلڈ کے ساتھ الحاق رکھتی تھی۔ امریکہ میں وارد ہونے قبل پال واربرگ نے جرمنی، فرانس، برطانیہ، ہالینڈ اور دیگر ممالک میں بین الاقوامی مالیات کی تعلیم حاصل کی تھی۔ امریکہ پال کے لئے خوش قسمتی کی سرزمین ثابت ہوا کچھ ہی عرصہ میں وہ نیو یارک کی کوہن لوئب اینڈ کمپنی Kuhn-Loeb & Co کا شراکت دار بن چکا تھا اور اس کی سالانہ تنخواہ پانچ لاکھ امریکی ڈالر مقرر کی گئی۔ کوہن لوئب کا ایک اور نیا شراکت دار جیکب شف Jacob Schiff تھا۔ جیکب شف اس سے قبل روتھس شیلڈ گولڈ کے حصص خرید چکا تھا۔ جیکب شف ہی وہ شخصی شہادت ہے جس نے 1883 سے لے کر 1917 تک روس کی دہشت گردی کی تحریک کو مالی معاونت فراہم کی۔

شف نے اپنے اور پشت پناہوں کے لئے بھی کچھ برا نہیں کیا۔ وہ امریکہ کی سپلائی لائن، مواصلاتی نظام اور ٹرانسپورٹ کا مکمل اور غیر متنازعہ کنٹرول سنبھال چکا تھا۔ جیسا کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کسی بھی ملک میں انقلابی تحریک کو کامیاب کرنے کے لئے ان اداروں پر مکمل کنٹرول لازمی ہے۔

نیو جرسی کے ریلوے اسٹیشن ہوبوکین Hoboken میں 22 نومبر 1910 کی رات ایک پرائیویٹ ریلوے کوچ انتظار کر رہی تھی۔ سینیٹر آلڈرخ اے Senator Nelson

Aldrich پیاٹ اینڈریوز Piatt Andrews کے ہمراہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچا۔ پیاٹ پیشہ ور ماہر اقتصادیات تھا اور سرکاری عہدے دار تھا۔ وہ دورہ یورپ میں آلڈرخ کے ہمراہ عیاشی کر چکا تھا۔ آلڈرخ کا پرائیویٹ سیکریٹری شیلٹن Shelton بھی نمودار ہوا۔ اس کے ہمراہ نیو یارک کے نیشنل سٹی بنک کا صدر فرینک والڈرلپ Frank Vaanderlip تھا۔ یہ بنک راک فیلر کے تیل کے مفادات اور کوہن لوئب کے ریلوے کے مفادات کی نگرانی کرتا تھا۔ اس بنک کے ڈائریکٹروں پر سرکاری طور پر الزام لگایا گیا تھا کہ اس نے 1898 میں امریکہ اور اسپین میں جنگ کروائی تھی۔ یہ الزامات غلط تھے یا صحیح قطع نظر اس کے جب جنگ بند ہوئی تو یہ بنک کیوبا کی شکر کی صنعت پر قابض ہو چکا تھا۔ اور لوگ جو آلڈرخ کے ساتھ شامل ہو گئے ان میں جے پی مارگن اینڈ کمپنی کا سینیئر پارٹنر ایچ پی ڈیویسن H P Davison، مارگن کے نیو یارک کے فرسٹ نیشنل بنک کا صدر چارلس ڈی نارٹن Charles D Norton، شامل ہیں۔ آخری الذکر ان تینوں افراد پر امریکی قانون سازوں نے امریکہ کی کل دولت اور قرضہ جات کو کنٹرول کرنے کا الزام لگایا تھا۔ سب سے آخر میں آنے والوں میں پال واربرگ Paul Warburg اور بنجمن اسٹرانگ Benjamin Strong تھے۔ واربرگ اپنے وقت میں اتنا دولت مند اور بااثر تھا کہ اس سے متاثر ہو کر مشہور کامک سیریز Orphan Annie میں واربک Warbucks کا کردار تخلیق کیا گیا۔ یہ کردار مافوق الفطرت قوتوں کا مالک ہے، وہ جو بھی خواہش کرے وہ پوری ہوتی ہے اور وہ اپنی جادوئی طاقت کی مدد سے ہر دشمن کو ٹھکانے لگا دیتا ہے۔ بنجمن اسٹرانگ 1907 میں وال اسٹریٹ کے طوفان سے پیسہ بنانے کی بناء پر مشہور و معروف ہوا تھا۔ جے پی مارگن کے ہمراہی کے طور پر اس کی ایک ایسے شخص کی ساکھ بن گئی تھی جو بلاچوں چراں احکامات پر عمل کرتا ہے اور مطلوبہ نتائج کے لئے سفاکانہ کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے

آلڈرخ کی پرائیویٹ کوچ کو ٹرین کے ساتھ جوڑ دیا گیا۔ نیویارک کے رپورٹروں کو جب یہ خبر ملی کہ امریکہ کی معاشیات، مواصلات، ٹرانسپورٹیشن اور بھاری صنعتوں کو کنٹرول کرنے والی شخصیات ریلوے اسٹیشن پر جمع ہیں، وہ شہد کی مکھیوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ مگر ان سے بات کرنے پر کوئی بھی راضی نہیں ہوا۔ بالآخر وینڈرلپ نے رپورٹروں کے تفصیلات کے مطالبے کے جواب میں صرف اتنا کہا کہ ہم صرف ایک پرسکون ویک اینڈ گزارنے جارہے ہیں۔

اس کا انکشاف برسوں بعد ہوسکا کہ جارجیا کے جیکائیل Jekyel جزیرے پر اس پرسکون ویک اینڈ پر ہونے والے خفیہ اجلاس میں کیا طے پایا تھا۔ یہ جزیرہ جے پی مارگن اور اس کے شراکت دار ایک چھوٹے سے گروپ کی ملکیت تھا۔ اجلاس کا ایجنڈا تھا کہ امریکی پارلیمنٹ میں ہونے والی مجوزہ قانون سازی جس میں امریکہ میں مالی اجارہ داری کو ختم کرنے کے اقدامات کرنے تھے، کو سبوتاژ کیا جائے اور اس کی جگہ ایسا قانون لایا جائے جو اجلاس میں شریک تمام لوگوں کے لئے فائدہ مند ہو۔ یہ کوئی آسان بات نہیں تھی۔ مارگن نے اس مسئلہ کے حل کے لئے تمام لوگوں سے تجاویز طلب کیں۔ اس کی یہ تجویز قبول کر لی گئی۔

تفصیلات طے کرنے کے لئے اس گروپ کی نیویارک میں اور بھی اجلاس ہوئے۔ سازشیوں نے اس گروپ کو فرسٹ نیم کلب First Name Club کا نام دیا کیونکہ وہ اجلاس میں ایک دوسرے کو اس کے نام کے پہلے حصہ سے ہی پکارتے تھے۔ یہ طریقہ کار اس لئے اختیار کیا گیا تھا کہ اگر کوئی اجنبی ان کے نام سن لے تو اس کو یہ جان کر ان میں دلچسپی پیدا نہ ہو کہ امریکہ کے اتنے سارے بااثر لوگ جمع ہیں۔ قصہ مختصر آلڈرخ اور واربرگ نے کانگریس میں مالیاتی قانون کا ایک مسودہ پیش کیا، جس کو اس نے اپنی خصوصی کمیٹی کا کام قرار دیا۔ کانگریس نے اس کو 1913 میں منظور کر لیا اور "فیڈرل ریزرو ایکٹ 1913" کا نام اس نئے قانون کو دیا گیا۔ امریکی عوام کی

اکثریت ایمانداری کے ساتھ یہ سمجھتی رہی کہ یہ قانون ان کے مفادات کے تحفظ کے لئے بنایا گیا ہے۔

اس میں کچھ بھی سچ نہیں تھا اور اس قانون کی منظوری کے ساتھ ہی امریکہ اور یورپ کے بینکار اس پوزیشن میں آگئے کہ وہ جنگ عظیم اول کو نہ صرف شروع کرواسکیں بلکہ اس کو کنٹرول بھی کرسکیں۔ بعد ازاں یہ بات سچ ثابت ہوئی کہ جنگ عظیم اول صرف اس لئے شروع کی گئی تھی کہ 1917 میں روسی انقلاب آسکے۔

یہ شواہد اور واقعات بتاتے ہیں کہ کس طرح تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور کیوں۔ اسی طرح کے منصوبے اور سازشوں پر عمل کر کے بین الاقوامی بینکار 1640 اور 1649 کے درمیان برطانیہ میں انقلاب لائے اور بعد ازاں اسی ترکیب پر عمل کرتے ہوئے 1789 میں عظیم فرانسیسی انقلاب لائے۔

1914 میں فیڈرل ریزرو بینک بارہ بینکوں کے حصص پر مشتمل تھا جنہوں نے 13 کروڑ 40 لاکھ فیڈرل ریزرو اسٹاک کو خرید رکھا تھا۔ کانگریس کے ریکارڈ کے مطابق 25 سال کے عرصہ میں 29 مئی 1939 کو ان بینکوں کا منافع 23 ارب 14 کروڑ 14 لاکھ 56 ہزار 197 ڈالر تھا۔ 1940 میں ان بینکوں کے اثاثہ جات کی مالیت 5 ارب ڈالر تھی اور 1946 میں یہ اثاثہ جات بڑھ کر 45 ارب ڈالر کے ہو چکے تھے۔ ان بینکاروں نے دوسری جنگ عظیم میں ہونے والی ٹرانزیکشن سے 40 ارب ڈالر کمائے۔ امریکہ کے شہریوں کی اکثریت کو یقین ہے کہ بنکوں کو ناکام ہونے سے بچا کر فیڈرل ریزرو کھاتے داروں کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ فیڈرل ریزرو کے منافع کمانے سے ملک کی معیشت کو فائدہ ہوگا۔ ان کے یہ سارے مفروضے غلط ہیں۔

عوام کی اکثریت جو بھی سوچتی ہے، فیڈرل ریزرو کا قیام اصل میں انہی خواہشات کی تکمیل کے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔ مگر 1910 میں جیکائیل جزیرے میں تجویز کیا جانے والا بل جو 1913 میں کانگریس سے منظور ہو کر قانون بن گیا اس کا تمام تر فائدہ عوام یا امریکی حکومت کو نہیں ملا بلکہ اس کا تمام تر فائدہ ان بینکاروں کو ملا جو یورپ کے بین الاقوامی بینکاروں کے ساتھ ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔

فیڈرل ریزرو بنک کے قیام کے وقت امریکی صدر نے چار افراد کا تقرر کیا تھا جو اس کو سپروائز کریں گے۔ ان کی سالانہ تنخواہ پندرہ ہزار ڈالر مقرر کی گئی تھی۔ کانگریس کا ریکارڈ گواہ ہے کہ اس کے قیام کے ساتھ ہی ممبر بنکوں نے غیر قانونی طور پر منافع سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ 1922 میں ان کو قانونی طور پر اس کی اجازت دے دی گئی۔

یہ خوش فہمی کہ فیڈرل ریزرو سسٹم اس طرح کام کرتا ہے کہ بنک ناکام نہ ہوں اور کھاتے داروں کی رقوم محفوظ رہیں بھی غلط ثابت ہو چکی ہے۔ 1913 میں 41 ہزار سے زائد بنک بند ہو گئے تھے اور کھاتے داروں کی اربوں ڈالر کی رقوم ڈوب گئی تھیں۔ دولت اور رقم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ختم یا تباہ نہیں ہوتے۔ ایک شخص کھوتا ہے تو دوسرا اس کو پاتا ہے۔ آج کی زبان میں یہی اسمارٹ بزنس کہلاتا ہے۔

روس اور قوانین مئی

1812 میں روس پر ہونے والے نپولین کے حملے نے روسی عوام کے ہر طبقے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ زار الیگزینڈر اول Tzar Alexandar I نے بحالی کا بیڑا اٹھایا۔ اس امید پر کہ وہ اس بحالی کے عمل میں روس کے ہر طبقہ کو شامل کر سکے اور ایک متحدہ کوشش سامنے آسکے اس نے پہلے سے لگائی گئی کئی پابندیوں کو نرم کر دیا۔ اس میں 1772 میں یہودیوں پر لگائی گئی پابندی بھی شامل تھی جس کے تحت وہ مخصوص احاطوں کے علاوہ اور کہیں نہیں رہ سکتے تھے۔ نئی پالیسی کے تحت یہودی مصوروں اور ہنرمندوں کو خصوصی مراعات دی گئیں۔ زراعت کے شعبہ میں یہودیوں کی آبادکاری کے لئے خاص طور سے پالیسی ترتیب دی گئی۔ الیگزینڈر نے نئی پالیسیوں کے تحت ان کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی کہ وہ روسی ثقافت اور طرز زندگی میں گھل مل جائیں۔

الیگزینڈر اول کے بعد اس کے جانشین نکولس اول Nicholas I نے 1825 میں راج سنبھالا۔ وہ الیگزینڈر کے برعکس یہودیوں کے بارے میں زیادہ عملیت پسند رجحان رکھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ یہودیوں کو آزادی دینے کے نتیجے میں ہونے والی سرگرمیاں روسی معیشت کے لئے خطرے کا الارم ہیں۔ یہودیوں کی الگ ثقافت، زبان، رہن سہن وغیرہ کو نکولس اور اس کی حکومت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک کوشش کے طور پر کہ یہودیوں کو روسی معاشرے میں جذب کیا جا سکے، اور ان کی نئی نسل کو بقیہ روسیوں کے ساتھ گھلا ملا دیا جائے، 1904 میں نکولس نے ایک قانون کے ذریعے تمام یہودیوں کے لئے سرکاری اسکولوں میں لازمی تعلیم کا قانون نافذ کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہودیوں کی نئی نسل کو اگر اس کا قائل کر لیا جائے کہ روسی معاشرہ ان کو خوش آمدید کہنے کو تیار ہے تو طویل عرصے سے پیدا شدہ غلط فہمیوں کو ختم کرنے میں مدد ملے گی۔

اس کی یہ کوشش اس لئے بھی تھی کہ یہودی بچوں کے ذہن سے اس تاثر کو ختم کیا جا سکے کہ روسی معاشرے میں ان کے ساتھ مذہبی ایذا رسانی کا سلوک کیا گیا۔ یہ تاثر ان بچوں کے ذہنوں میں ان کے بڑوں کی جانب سے انتہائی بچپن سے ہی راسخ کر دیا جاتا تھا۔

مگر اس روسی تجربے کا نتیجہ وہ نہیں تھا جس کی توقع کی جا رہی تھی۔ غیر یہودی بچوں کے لئے تعلیم کا حصول سرکاری طور پر لازمی نہیں تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہودی نسل روسی معاشرے کی بہترین پڑھی لکھی نسل کے طور پر ابھر کر سامنے آئی۔

نکولس کے بعد الیگزینڈر دوم AlexandarII نے 1855 میں تاج و تخت سنبھالا۔ اس نے نہ صرف نکولس اول کی پالیسیوں کو جاری رکھا بلکہ اس سے ایک قدم آگے ہی رہا۔ بنجمن ڈزرائیلی نے الیگزینڈر دوم کو پوری روسی شہنشاہیت میں سب سے زیادہ سخی شہزادہ قرار دیا ہے۔ الیگزینڈر دوم نے اپنی پوری زندگی کسانوں، غریب طبقات اور یہودیوں کی بہبود کے لئے وقف کر دی۔ اس نے دو کروڑ تیس لاکھ غلاموں کو آزاد کروایا۔ یہ غلام کاشت کاری میں بیگار کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ یہ لوگ ہر لحاظ سے غلام تھے۔ زمینوں کی طرح یہ لوگ ملکیت میں شمار ہوتے تھے اور ان کی باقاعدہ خرید و فروخت بھی کی جاتی تھی۔

بہت سارے یہودی جو لازمی تعلیم کے قانون سے فائدہ اٹھا کر تعلیم حاصل کر چکے تھے اب یونیورسٹیوں میں پہنچ گئے۔ مگر گریجویشن کے بعد ان کے ساتھ روزگار کا مسئلہ آن پڑا۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے الیگزینڈر دوم نے قانون جاری کیا کہ تمام یہودی گریجویٹ طالب علموں کو سرکاری ملازمت حاصل کرنے اور ان کو روسی علاقوں میں رہائش کی اجازت ہوگی۔ 1879 میں یہودی ہنرمندوں، نرسوں، دائیوں، دندان سازوں اور دیگر پیشوں میں تربیت یافتہ افراد کو روسی علاقوں میں نوکری تلاش کرنے اور رہائش اختیار کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

ان تمام رعائتوں کے باوجود یہودی انقلابی رہنما اپنی مقبول عالمی انقلاب کی تحریک کو جاری رکھنے پر مصر تھے۔ ان کے دہشتگرد گروپ ایک کے بعد دوسری دہشت گردانہ کارروائیوں میں مسلسل مصروف تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ روسی دانشوروں کے شاہی طبقہ کی خدمات حاصل کر لی جائے اور کسی طرح ان کے ذہنوں میں صنعتی آبادی کی بہبود کے نام پر ایک پرتشدد انقلاب کا خیال راسخ کر دیا جائے۔ 1866 میں انہوں نے الیگزینڈر دوم کو قتل کرنے کی پہلی کوشش کی۔ 1879 میں انہوں نے اس کو قتل کرنے کی دوسری کوشش کی جو پہلی کوشش کی طرح معجزاتی طور پر ناکام رہی۔

ان ناکامیوں کے بعد یہ سوچا گیا کہ الیگزینڈر دوم کو ہٹانے کے لئے خاص کوششوں اور منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ الیگزینڈر دوم کا سخاوت اور مذہبی اور معاشی آزادیوں سے بھرا دور حکومت ان کی اس تشہیر کو کہ مزید اصلاحات انقلاب کے ذریعے ہی آ سکتی ہیں، ختم کرنے کے لئے کافی تھا۔ الیگزینڈر دوم کو قتل کرنے کے لئے یہودی حسینہ ہیسیا ہیلف مین Hesia Helfman کے گھر کو چنا گیا اور بالآخر 1881 میں زار کو قتل کر دیا گیا۔

اس وقت جب روس کی انقلابی طاقتیں حکومت کو زچ کرنے اور ناکام ثابت کرنے کے لئے ہر حربہ آزما رہی تھیں جس میں پرتشدد کارروائیاں اور قتل شامل تھے اسی وقت سوئٹزرلینڈ، امریکہ اور انگلینڈ میں بیٹھی ہوئی عالمی تحریک انقلاب کے پس پشت خفیہ طاقتوں کی کوشش تھی کہ کسی طرح انگلینڈ روس پر حملہ کر دے۔ ایک ایسی جنگ جس میں تاج برطانیہ کو بھی کچھ حاصل نہ ہو سکے۔ اس جنگ کا حتمی نتیجہ یہ نکلنا تھا کہ دونوں بادشاہتیں مالی طور پر کمزور ہو جاتیں اور بالآخر عالمی تحریک انقلاب کے لئے نرم چارہ ثابت ہوں۔

آکسفورڈ یونیورسٹی میں جدید تاریخ کا پروفیسر گولڈ وائن اسمتھ Goldwyne Smith "نائینٹینتھ سنچری" Nineteenth Century کے 1881 کے اکتوبر ایڈیشن میں

رقمطراز ہے کہ "جب ہم آخری مرتبہ انگلینڈ میں تھے اس وقت روس کے ساتھ جنگ کے دہانے پر تھے جس میں بالاخر پوری بادشاہت کو شامل ہو جانا تھا۔۔۔۔۔۔۔ ویانا میں موجود یہودی پریس سمیت تمام یہودی از حد کوشش میں تھے کہ کسی طرح ہم کو اس میں دھکیل دیں۔"

1881 میں لٹل فادر الیگزینڈر دوم کے قتل کے بعد پورے روس میں غم وغصہ کا ماحول پیدا ہو گیا۔ اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس واقعہ کے فوری بعد روس کے طول وعرض میں یہودیوں کے خلاف بے ساختہ ہنگامے پھوٹ پڑے۔ اس کے بعد روسی حکومت نے نئے قوانین جاری کئے جو "قوانین مئی" کے نام سے معروف ہیں۔ یہ سخت قوانین جاری کرنے والوں کا کہنا تھا کہ اگر یہودیوں کو الیگزینڈر دوم کی فیاضانہ پالیسیاں بھی مطمئن نہیں کر سکتیں تو پھر وہ روسی شہنشاہیت کو ختم کر کے ہی مطمئن ہوں گے۔ ایک مرتبہ پھر پوری یہودی نسل کو چند انقلابی سازشیوں کے گناہوں کی سزا بھگتنا پڑی۔

23 مئی 1882 کو ایک یہودی وفد نے بیرن گنز برگ Baron Ginzberg کی قیادت میں نئے زار الیگزینڈر سوم سے ملاقات کی اور قوانین مئی پر پرزور احتجاج کیا۔ اس موقع پر زار نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ بادشاہت میں یہودی اور غیر یہودی آبادی کے درمیان جاری چپقلش کی جامع تحقیقات کروائے گا۔ تین ستمبر کو اس نے ایک بیان جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ، "کچھ عرصہ سے روسی حکومت یہودیوں اور ان کے مسائل پر توجہ دے رہی ہے۔ یہودیوں کے بقیہ غیر یہودیوں کے ساتھ تعلقات خاص طور سے تجارت اور مالی معاملات میں عیسائیوں کے ساتھ یہودیوں کے روا رکھے جانے والے افسوسناک رویہ کا بھی جائزہ لیا گیا۔ گزشتہ بیس برسوں کے دوران یہودی نہ صرف ہر قسم کی تجارت میں بھرپور حصہ لے رہے ہیں بلکہ انہوں نے زمینیں خرید کر زراعت میں بھی قابل ذکر حصہ حاصل کر لیا ہے۔ چند مثالوں کے علاوہ بطور ایک جسم وہ ملک

کے مفاد میں کوئی خدمت سرانجام نہیں دے رہے۔ مگر وہ اپنے مکر وفریب کے ذریعے روسی قوم کے ساتھ فراڈ ضرور کر رہے ہیں۔ خاص طور پر غریب کسان ان سے متاثر ہیں جس کی مثال یہودیوں کے خلاف ہونے والے مظاہرے بھی ہیں۔ ایک جانب حکومت گڑبڑ پر قابو پانے کے لئے اپنی بہترین کوششیں کر رہی ہے اور یہودیوں کو جبر واستبداد سے بچانے کے لئے تمام طریقہ کار بروئے کار لائے جا رہے ہیں دوسری جانب یہ معاملہ بھی فوری انصاف کا متقاضی ہے کہ یہودیوں کے کسانوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے جبر واستبداد کو روکنے اور ملک کو ان کی بدعنوانیوں کو جو معروف ہیں اور یہودی مخالف مظاہروں کی اصل وجہ ہیں، کو روکنے کے لئے سخت ترین اقدامات کئے جائیں۔"

قوانین مئی کو روسی حکومت نے محض الیگزینڈر دوم کو قتل کرنے کے ردعمل کے طور پر منظور نہیں کیا تھا بلکہ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ روسی ماہرین معاشیات نے حکومت کو تنبیہ کی تھی کہ اگر یہودیوں کی پیش قدمی اور ریشہ دوانیوں کو فوری طور پر نہ روکا گیا تو پوری قومی معیشت خطرے کا شکار ہو سکتی ہے۔ ماہرین معاشیات نے بتایا تھا گو کہ یہودی روسی قوم کا کل 2.4 فیصد ہیں مگر اس وقت ان کا معیشت پر کنٹرول یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ وہ روسی معیشت کو کسی بھی لمحے تباہی کا نشانہ بنا سکتے ہیں۔ ان ماہرین معیشت کی یہ پیش گوئی کتنی درست تھی اس کا اندازہ ان اقدامات سے کیا جا سکتا ہے جو بیرن گنز برگ کے وفد کی ناکامی کی صورت میں سامنے آئے۔ بین الاقوامی بینکاروں نے روسی حکومت کے خلاف فوری طور پر معاشی پابندیاں عائد کر دیں۔ انہوں نے روسی تجارت پر یکطرفہ پابندیاں لگا دیں۔ 1904 میں جب روسی بادشاہت جاپان کے ساتھ ایک تباہ کن جنگ میں مصروف تھی، انہوں نے روسی حکومت کو دیوالیہ کرنے کے لئے ہر ممکن اقدامات کئے۔ اس وقت لندن کا ہاؤس آف روتھس شیلڈ روسی حکومت کو مالی مدد فراہم کرنے کے اپنے

وعدے سے پھر گیا جبکہ نیویارک کی کہن لوئب اینڈ کمپنی Kuhn-Loeb & Co جاپان کو
ہر قسم کالامحدود قرض فراہم کر رہی تھی۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا1947 کے والیوم 2 کے صفحہ 67 پر قوانین مئی کے بارے میں درج ہے کہ
"روس کے قوانین مئی جدید دور کے یہودی مخالفین کے لئے سب سے زیادہ بہترین اور جاذب
توجہ یادگار ہے۔۔۔۔۔۔ان کا فوری نتیجہ تجارتی ڈپریشن کی صورت میں نکلا جس نے پوری
بادشاہت کے طول وعرض میں معیشت کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ نیشنل کریڈٹ کی صورتحال بھی اس
سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔روسی وزیر قوم کی فراہمی کے برطانیہ کی مجلس شوریٰ کے رحم وکرم پر
تھا۔قرض کی فراہمی کے لئے روس کے ہاؤس آف روتھس شیلڈ کے مذاکرات آخری مرحلے میں
داخل ہو چکے تھے اور ایک ابتدائی معاہدے پر دستخط بھی ہو چکے تھے کہ روسی وزیر خزانہ کو مطلع کیا گیا
کہ جب تک روسی حکومت یہودیوں کے خلاف ایذا رسانیوں کا خاتمہ نہیں کرتی، عظیم ایوان بنکاری
اس معاہدے سے دستبردار ہونے پر مجبور ہوگا۔۔۔۔۔۔۔اس طرح یہودی مخالفت جس نے
یورپ کی اندرونی سیاست کو پہلے ہی اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا اب یہ بین الاقوامی تعلقات میں بھی
داخل ہو گیا۔اور روسی حکومت کے لئے ضروری ہو گیا کہ جس قدر ممکن ہو جلد از جلد شہزادہ بسمارک
کے معاہدہ غیر جانب داری سے باہر آجائے اور اس طرح فرانکو۔۔ روس معاہدے کی راہ
ہموار ہوئی۔

بہت سے آرتھوڈوکس یہودی اپنے ہم وطنوں اور ہم نسل افراد کی اس ننگی جارحیت پر خاصے مضطرب
اور پریشان تھے۔وہ جانتے تھے کہ یہی پالیسی فرانس، جرمنی، اسپین اور اٹلی میں بھی روبہ عمل لائی
جارہی ہے۔یہ کم انتہا پسند یہودی اس بات سے پریشان تھے کہ اگر موجودہ صورتحال یونہی جاری
رہی تو ان کے خلاف ردعمل کے طور پر ایک نئی لہر اٹھ سکتی ہے اور اس کا نتیجہ ایک مرتبہ پھر پوری

یہودی نسل کو ختم کرنے کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ان کا بدترین خدشہ اس وقت سامنے آیا جب
ایک جرمن یہودی تھیوڈور ہرز Theodore Herzl نے کارل رٹرز کی یہودی مخالف
تھیوری کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے تنبیہ کی کہ اس کے اثرات پورے جرمنی میں انتہائی
سرعت کے ساتھ پھیل رہے ہیں۔اس نے تجویز پیش کی یہودیوں کی تنظیمیں اسرائیل کے قیام پر
کام شروع کردیں اس طرح تحریک صہیونیت کی بنیاد پڑی۔

لینن

جب زار الیگزینڈر سوم نے اعلان عام جاری کیا جس میں ریاست میں بے چینی اور اقتصادی تباہی کا ذمہ دار یہودیوں اور انقلابی رہنماؤں کی منظم کردہ سماجی انقلابی پارٹی Social Revolutionay Party کو قرار دیا گیا تو انقلابیوں نے ایک انتہائی سنگدل اور شقی القلب شخص گرشونی Gershuni کو دہشت گرد گروپ کا سربراہ مقرر کیا۔ ییفنو آزیف Yevno Azev نامی ایک درزی کو فائٹنگ سیکشنوں کو منظم کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ سماجی انقلابی پارٹی کے رہنماؤں نے تحریک میں جینٹائلز Gentiles کی اہمیت پر بھی زور دینا شروع کر دیا۔ جینٹائلز وہ افراد تھے جن کو تمام ٹیسٹ پاس کرنے کے بعد پارٹی کے پورے رکن کا درجہ دیا جاتا تھا۔ جب بھی کوئی کارکن پورا رکن بننے کی سعی کرتا تھا تو اس کو لیڈروں کی طرف سے حکم جاری کیا جاتا تھا کہ وہ پہلے قدم کے طور پر زار الیگزینڈر سوم کو قتل کرنے کی کوشش کرے۔ زار پر ایسے ہی ایک حملے میں ناکامی کے بعد ایک کارکن الیگزینڈر ریولیانوف Alexandar Ulayanov گرفتار کر لیا گیا۔ اس پر مقدمہ چلا اور موت کی سزا دے دی گئی۔ اس کی موت سے غم زدہ اور مشتعل اس کے چھوٹے بھائی ولادیمیر Vladimir نے اپنی زندگی انقلابی پارٹی کے لئے وقف کر دی۔ وہ بتدریج ترقی کرتا رہا اور بالآخر بالشویک پارٹی Bolshevic Party کا سربراہ بن گیا۔ اس نے سربراہ بننے کے بعد لینن Lenin کا نام اختیار کیا اور بالآخر سوویت روس کا پہلا آمر حکمراں بن گیا۔

1900 سے 1906 کے درمیان، انقلابی پارٹی نے مزدوروں کے معاملات کو خراب کرنے کے ساتھ ساتھ روسی سماج کے ہر طبقے کے مابین کامیابی سے خلفشار پیدا کیا۔ اس کا ایک اور کارنامہ

مختلف مذہبی فرقوں اور طبقات کے مابین موجود اختلافات کو ہوا دینا اور اس کو نقطہ عروج پر پہنچانا شامل تھا۔ مذہبی فرقوں کے درمیان اختلاف کی آگ کو ایندھن کی فراہمی کے لئے بے دریغ قتل بھی کئے گئے۔ بھڑکائی جانے والی یہ آگ 1905 میں ایک انقلاب کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

سوشل انقلابی دہشت گردوں کی جانب سے جن سرکاری افسران کو قتل کیا گیا ان میں 1901 میں قتل کیا جانے والا وزیر تعلیم بوگولیپوف Bogolepov بھی تھا۔ یہ قتل قوانین مئی کے تحت متعارف کرائی جانے والے تعلیمی قوانین کے خلاف یہودیوں کے احتجاج کے طور پر کیا گیا۔ ان قوانین کے تحت سرکاری اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں یہودیوں کی تعداد کم کر کے آبادی میں ان کے تناسب سے مقرر کی گئی تھی۔ یہ اقدام اس لئے اٹھایا گیا تھا کہ سرکاری مالی سرپرستی میں چلنے والے تمام تعلیمی ادارے صرف اور صرف یہودی طلبہ سے بھر چکے تھے۔ 1882 میں منظور کئے جانے والے ان قوانین سے متاثرہ یہودی طلبہ کے ایک گروپ کو وزیر تعلیم کے قتل کا ذمہ سونپا گیا۔ یہ سب سماجی انقلابی پارٹی کے ٹیررسٹ سیکشن میں کوالیفائی کرنے کا حوصلہ رکھنے اور کچھ بھی کر سکنے کی صلاحیت کو ثابت کرنے کے لئے انتہائی ضروری تھا، جو وہ کر گزرے۔

اگلے برس 1902 کو وزیر داخلہ سپیاجن Sipyagin کو قتل کر دیا گیا اور اس کے قتل کی وجہ بھی یہی قوانین مئی بنے۔ اس نے ان قوانین کے تحت زار الیگزینڈر دوم کی، کی گئی اصلاحات کو واپس کر دیا اور یہودیوں کو دوبارہ ان کے بند بستی احاطوں تک محدود کر دیا گیا۔ وہ یہودی بچے جن کو اس نئے قانون کے نتیجے میں روس بھر میں پھیلے گئے ان کے گھروں سے نکال کر دوبارہ احاطوں میں محدود کر دیا گیا تھا، کو یہ کام سونپا گیا اور انہوں نے اس مرتبہ بھی کوئی غلطی نہیں کی۔

1903 میں یوفا Ufa کے گورنر بوگڈانووچ Bogdanovich اور 1904 میں روسی وزیر اعظم ویشی لیف وون پلاہیف Vischelev von Plehve کو قتل کر دیا گیا۔

1905 میں روس میں پہلی مرتبہ بڑے پیمانے پر انقلابی فسادات پھوٹ پڑے۔ 17 فروری کو زار کے انکل گرینڈ ڈیوک سرگیس Grand Duke of Sergius کو قتل کر دیا گیا۔ 1905 میں جنرل ڈبراسوف General Dubrassov نے ان فسادات پر قابو پالیا مگر 1906 میں وہ بھی اسی گروپ کا نشانہ بن گیا۔

زار کی جانب سے یہودیوں کو روس میں بے چینی اور افراتفری کا ذمہ دار قرار دینے کے بعد بیرن گنز برگ Baron Ginzberg کو ہدایت دی گئی کہ وہ روسی شہنشاہیت کی تباہی کے لئے کام شروع کر دے۔ یہ بات طے کر لی گئی کہ روس جاپان جنگ کی ابتدا میں ہاؤس آف روتھس شیلڈ اپنے آپ کو روس کا دوست ظاہر کرے گا۔ وہ جنگ میں روس کی مالی ضرورتیں پوری کرے گا جبکہ اس کی پارٹنر کہن لوئب اینڈ کمپنی جاپانی حکومت کی امداد کرے گی۔ روس کو جنگ میں شکست محض اس وجہ سے ہوئی کہ جب روس کو دوران جنگ مالی مدد کی از حد ضرورت تھی تو روتھس شیلڈ نے اچانک اس سے ہاتھ کھینچ لیا۔ سائبیریا سے گذرنے والی سپلائی لائن اور مواصلاتی رابطوں میں پراسرار گڑبڑ کی بناء پر مشرق بعید میں روسی فوج میں اچانک کنفیوژن اور افراتفری پھیل گئی۔ اس کی بناء پر روسی بحریہ اور بری فوج دونوں اسلحہ اور فوج کی مناسب جگہ پر تعیناتی اور اضافی یونٹوں کی مدد جیسے اہم عوامل سے محروم ہوگئیں۔ اور پھر بالٹک Baltic سے مشرق بعید کے پورٹ آرتھر Port Arthur کو جانے والے ایک روسی بحری بیڑے کے ایک افسر نے اپنے جہازوں کو شمالی سمندر کے ساحل پر موجود برطانوی فشنگ ٹرالر پر فائر کرنے کا حکم دے دیا۔ ایک دوست ملک کے جہاز پر حملے (جس کے نتیجے میں بے گناہوں کا خون ہوا) کی کوئی قابل تسلی توضیح پیش نہیں کی جا سکی ہے۔ اس واقعہ پر انگلینڈ کے عوام کا ردعمل اتنا شدید تھا کہ انگلینڈ اور روس کے درمیان جنگ کو بہ مشکل ٹالا جا سکا۔ صرف اس واقعہ کی بناء پر انگلینڈ کے کئی بحری افسران نے

اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر جاپان کے حوالے کر دیں۔

جاپانی حکومت کی مالی ضرورتیں بین الاقوامی طور پر قائم کردہ ایک لون فنڈ سے پوری کی جا رہی تھیں جس کو جیکب شف (نیو یارک) نے قائم کیا تھا۔ شف کہن لوئب کا سینئر پارٹنر تھا اور اس کی مدد انگلینڈ کے سر ارنسٹ کاسل Sir Ernest Cassels اور ہیمبرگ Hamburg کے وار برگ Warburgs کر رہے تھے۔ روس کے خلاف جنگ میں جاپان کی مالی مدد کرنے کے فیصلے کو درست ثابت کرنے کے لئے شف نے روسی ایلچی کاؤنٹ وٹ Count Witte کو 1905 میں ایک خط لکھا۔ اس وقت کاؤنٹ وٹ صلح کے مذاکرات کے لئے امریکی شہر پورٹس ماؤتھ Portsmouth میں موجود تھا۔

" کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ امریکی یہودیوں کا عوامی رائے پر اثر ونفوذ ایسے ملک کے فائدے کے لئے استعمال کیا جائے جس میں ان کے ہم مذہب اور ہم نسل بھائیوں کو ذلیل کیا جا رہا ہو؟.......... اگر اب قائم ہونے والی حکومت پوری ریاست کے طول وعرض میں یہودی آبادی کے لئے تحفظ، مساوات اور ترقی کے مساوی طریقوں کو یقینی نہیں بنا سکتی تو پھر روسی یہودیوں کے لئے وہ وقت آن پہنچا ہے کہ وہ اپنے بے فیض آبائی وطن کو خیر باد کہہ دیں۔ اس کے بعد پیدا ہونے والی مشکلات جس کو پوری مہذب دنیا کو سامنا کرنا پڑے گا، وہ بے انتہا ہوں گی۔ اس مسئلہ کو حل ہونا چاہئے اور آپ جو دیکھنے میں محض ایک سرکاری افسر نہیں معلوم ہوتے بلکہ ایک ماہر معاشیات بھی ہیں، روس کے حشر کا بہتر تصور کر سکتے ہیں۔ اس وقت روس کی قسمت پر مہر ثبت کر دی جائے گی۔"

شف کی منافقت کی اس وقت بہترین داد دی جا سکتی ہے جب یہ معلوم ہو کہ اس نے 1897 میں روسی دہشت گردوں کی مدد کی۔ 1904 میں اس نے روس میں انقلاب کو مالی معاونت فراہم کی

جو 1905 میں پھوٹ پڑی۔ اس نے 1917 میں ہونے والے روسی انقلاب کی مالی مدد کے لئے دیگر اداروں کی معاونت کی اور اس طرح اپنے ساتھیوں کو موقع فراہم کیا کہ نظریہ کلیت پسندی کی عملی تعبیر دیکھ سکیں۔

روس جاپان جنگ بین الاقوامی بینکاروں نے اس لئے شروع کی تھی کہ انقلاب روس کی کامیابی کے لئے درکار صورتحال کو پیدا کیا جا سکے اور زار کو تخت سے اتار پھینکا جائے۔ ان بین الاقوامی بینکاروں کو اس وقت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تھا جب 1905 میں مانشویکوں Mensheviks نے آزادانہ طور پر روس میں انقلاب لانے کی ایک سعی کی تھی۔ تاہم اس وقت ان بین الاقوامی بینکاروں نے فوری طور پر انقلابیوں کے فنڈز روک کر اس کوشش کو اس وقت ناکامی سے دوچار کر دیا تھا جب کامیابی لب بام تھی۔

کیونکہ یہودیوں کی سرکردگی میں چلنے والی مانشویک تحریک سے انقلاب لانے کا آزادانہ فیصلہ کرنے کا جرم سرزد ہوا تھا اس لئے خفیہ طاقت نے فیصلہ کیا کہ روس میں انقلابی سرگرمیوں کی سربراہی اب لینن کرے گا۔

لینن دریائے وولگا Volga کے کنارے سمبرسک Simbirsk کے شہر میں پیدا ہوا تھا۔ وہ ایک سرکاری ملازم کا بیٹا تھا جس کو "ایکچوئل اسٹیٹ کونسلر" Actual State Counseller کا خطاب ملا تھا۔ یہ خطاب موروثی نہیں تھا بلکہ اس کو بطور اسکول سپروائزر بہترین خدمات سرانجام دینے پر ملا تھا۔ لینن نے یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم حاصل کی اور قانون کی پریکٹس شروع کرنے کے لئے داخلہ لیا مگر اس نے کبھی یہ پریکٹس نہیں کی۔ اس وقت یہودی طالب علموں کا خیال تھا کہ برسراقتدار قوتوں اور مراعات یافتہ طبقہ کو ہٹا دینے کے لئے یہ مناسب ترین وقت ہے تاکہ عوام اپنے ملکوں میں خودراج کر سکیں۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب لینن "تیز تر

اصلاحات انقلاب کے ذریعے ہی ممکن ہیں" کے خیال سے کھیل رہا تھا۔ اسی اثناء میں اس کا بڑا بھائی گرفتار ہو گیا اور اس کو موت کی سزا ہو گئی۔

لینن کو جلد ہی ایک دانشور کے طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ وہ انقلابی پارٹی کے رہنماؤں کے ساتھ ابتدا میں ہی منسلک ہو گیا تھا۔

یہ بات پہلے ہی کہی جا چکی ہے کہ یہودی آبادی کے لئے مختص احاطوں میں دولت مند اور بااثر بین الاقوامی ساہوکاروں نے مالی مدد فراہم کرنا شروع کر دی تھی تاکہ وہاں پر انقلابی سرگرمیوں کو فروغ دیا جا سکے۔ لینن ہر وہ چیز جاننا چاہتا تھا جس کی مدد سے متعدد انقلابی تحریکوں نے کامیابی حاصل کی۔ 1895 میں پچیس سال کی عمر میں وہ بھاگ کر پلیخانوف Plekhanov' کے پاس سوئٹزرلینڈ آ گیا۔ پلیخانوف انقلابی پارٹی کا مکمل رکن یعنی جینٹائل تھا اور لینن کے بڑے بھائی الیگزینڈر کی گرفتاری کے بعد سے سوئٹزرلینڈ میں روپوش تھا۔

سوئٹزرلینڈ میں قیام کے دوران لینن اور پلیخانوف نے ویرازاسولچ Vera Zasulich ، لیو ڈیوچ Leo Deutch ، پی ایگزیلروڈ P Axelrod اور جولیس سیڈرباؤم Julius Tsederbaum جو تمام کے تمام یہودی تھے، کے ساتھ مل کر کام شروع کر دیا۔ یہاں پر انہوں نے ایک بین الاقوامی مارکسی تحریک کو قائم کیا۔ جولیس سیڈرباؤم لینن ہی کی طرح نوجوان تھا اور اس کی شہرت روس میں یہودیوں کی آبادی کے احاطے Pale of Settlement میں ایک بے رحم دہشت گرد کے طور پر تھی۔ یہاں پر اس نے اپنا نام تبدیل کر کے مارتوف Martov کر لیا۔ وہ مانشویک Menshevics کا سربراہ اور لینن بالشویک Bolshevicks کا سربراہ بن گیا۔

1905 صدی عیسوی میں ہونے والی ناکام انقلابی کوشش کے بعد لینن نے فیصلہ کیا کہ کامیاب

انقلاب کے لیے ایک بین الاقوامی منصوبہ بندی کمیٹی کا قیام ضروری ہے جس میں پہلے انقلاب کی تمام جزیات طے کی جائیں اور بعدازاں ان پر پوری مہارت کے ساتھ پوری ٹیم عمل کرے۔اس مقصد کے لیے اس نے کمنٹرن Comintern تشکیل دی۔اس موقع پر اس کو سوئٹزرلینڈ میں بین الاقوامی بینکاروں نے روس میں اپنا چیف ایجنٹ چن لیا۔

نئی پالیسی تشکیل دینے کے بعد لینن مارتوف کے ہمراہ روس واپس پہنچا تاکہ فنڈ ریزنگ کرسکے۔ اس فنڈ ریزنگ کے طریقہ کار میں بلیک میل، بنکوں میں ڈکیتیاں، بھتہ اور دیگر ناجائز طریقے شامل تھے۔لینن نے پارٹی کی بنیادی ممبر شپ کے لئے لازمی قرار دیا کہ نوجوان روسیوں کو اس کے بڑے بھائی الیگزینڈر کی طرح جسمانی اور ذہنی فٹنس کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔اس کے لیے لازمی تھا کہ امیدوار کم از کم ایک بنک ڈکیتی کرے، پولیس اسٹیشن کو جلانے کی کارروائی میں شامل ہو اور حکومت کے ایک کارندے کو قتل کرے۔لینن نے اس پر بھی زور دیا کہ دیگر ممالک میں موجود انقلابی رہنما ایک زیر زمین خفیہ نظام تشکیل دیں۔

1895 میں ان انقلابی رہنماؤں نے کئی ہڑتالیں کیں اور ان میں سے کئی کو کامیابی کے ساتھ فسادات میں بھی تبدیل کردیا۔یہ ان کے اس فلسفہ کے عین مطابق تھا کہ " کسی بھی چھوٹے سے مسئلے کو پیدا کیا جائے اور اس کو اتنا بڑھاوا دیا جائے کہ وہ فساد میں تبدیل ہو جائے اور عوام پولیس کے ساتھ جسمانی طور بھڑ جائیں۔"

اس اثناء میں لینن، مارتوف اور دیگر انقلابی رہنماؤں کو جلاوطن کر کے سائبیریا بھیج دیا گیا۔یہاں پر لینن کے ہمراہ اس کی خوبصورت یہودی بیوی کے علاوہ ماں بھی موجود تھی۔سائبیریا میں لینن کو سات روبل اور چالیس کوپک کا ماہانہ الاؤنس دیا جاتا تھا۔جلاوطنی کے دوران ہی لینن نے مارتوف اور پوٹریسوف Potresov کے ہمراہ مل کر ایک اخبار نکالنے کا فیصلہ کیا تاکہ ہمخیال

لوگوں کو متحد کیا جا سکے جو اس وقت کئی ٹکڑوں میں بٹے ہوئے تھے۔

فروری 1900 میں لینن کی جلاوطنی کی سزا ختم ہوگئی اور اس کو سوئٹزرلینڈ جانے کی اجازت مل گئی جہاں پر اس نے خفیہ طاقتوں کے دیگر ایجنٹوں کو جوائن کرلیا۔ یہاں پر اس کے اخبار نکالنے کے آئیڈیا کو منظور کرلیا گیا اور اخبار کا نام اسکرا Iskra یعنی The Spark تجویز کیا گیا۔اس کے ایڈیٹوریل بورڈ میں پلیخانوف، زاسولیچ اور ایگزیلروڈ بطور سینئر ممبر جبکہ لینن، مارتوف اور پوٹریسوف بطور نوجوان رکن شامل تھے۔دوسال کے بعد اس میں ٹراٹسکی بھی شامل ہوگیا۔بورڈ کا سیکریٹری لینن کی بیوی کو مقرر کیا گیا۔شروع میں ایڈیٹوریل بورڈ کے اجلاس لندن میں ہوتے تھے جو دوسال بعد جنیوا منتقل ہوگئے۔اس اخبار کی کاپیاں فری میسن کے انڈرگراؤنڈ سسٹم کے تحت روس اور دیگر ممالک میں اسمگل کی جاتی تھیں۔چونکہ اخبار کا نام اسکرا تھا اس لئے اس کے ذریعہ پارٹی لائن پر عمل کرنے والوں کو اسکرسٹ Iskrists کہا جاتا تھا۔اخبار کے ذریعے 1903 میں ایک یونیفکیشن کانگریس بلائی گئی تاکہ تمام مارکسی گروپوں کو متحد کیا جاسکے۔اس میں رشین سوشل ڈیموکریٹس، روزا لکسمبرگ کا پولش سوشل ڈیموکریٹس، میکسی مالسٹ گروپ اور دیگر شامل تھے۔اس کانگریس کے خلاف بلجیم کی پولیس نے ایکشن لیا تو تمام ارکان اجتماعی طور پر لندن منتقل ہوگئے جہاں پر یہ کانگریس منعقد ہوئی۔اس کانگریس کی ایک تاریخی حقیقت ہے وہ یہ کہ اس میں تمام گروپوں کے نظریاتی اختلافات کھل کر سامنے آگئے اور لینن اور اس کے ساتھیوں نے ان سے جداگانہ راہ اختیار کی۔انقلاب کے لئے مانشویک پارٹی کو فری ہینڈ دے دیا گیا۔اس کے بعد لینن جنیوا واپس آگیا حتیٰ کہ خونی اتوار Bloody Sunday کا واقعہ رونما ہوگیا۔اس واقعے کی زبردست تاریخی اہمیت ہے کیونکہ اس نے آنے والے دنوں میں روس کے منظر نامے پر اہم کردار ادا کیا۔

جنوری 1905 میں جب روس جاپان کے ساتھ حالت جنگ میں تھا، روسی فوج کو ریلوے سپلائی جو مغربی علاقے سے مشرقی محاذ کے لئے تھی، اچانک منقطع کر دی گئی۔ اس کو دوبارہ جوڑنے کی تمام تر کوششیں سبوتاژ کی وجہ سے ناکام ہو گئیں۔ 2 جنوری 1905 روسی عوام کے لئے ایک دھچکہ آمیز دن تھا جب ان کو پتہ چلا کہ پورٹ آرتھر پر جاپان کا قبضہ ہو گیا ہے۔ وہ اس جاپان کے خلاف جنگ ہار چکے تھے، جس کو وہ دوسرے درجہ کی فوجی قوت گردانتے تھے۔

روس جاپان جنگ کے دوران صنعتی کارکنان کو سنبھالنے کے لئے شاہ روس نے ٹریڈ یونین قائم کرنے کی اجازت دے دی تاہم اس کی ممبر شپ سے تمام معروف انقلابی رہنماؤں کو روک دیا گیا۔ ان قانونی ٹریڈ یونینوں کو منظم کرنے کا روح و رواں آرتھوڈوکس پادری فادر گیپون Father Gapon تھے۔ فادر گیپون کو صنعتی کارکنان کے ساتھ ساتھ زار کے پاس بھی یکساں مقبولیت حاصل تھی۔ تاہم اس صورتحال سے انقلابی رہنما خوش نہیں تھے۔

2 جنوری 1905 کو بری خبروں کی آمد کے ساتھ ہی سینٹ پیٹرز برگ کے سب سے بڑے صنعتی ادارے پیوٹیلوف ورکس Putilov Works میں ہڑتال کی کال دے دی گئی۔ تاہم ملک کی صورتحال خراب ہونے کی وجہ سے فادر گیپون نے تجویز پیش کی کہ مسئلہ کے حل کے لئے زار سے براہ راست ملاقات کی جائے جس کو اکثریت نے پسند کیا مگر شدت پسندوں نے اس کی سختی سے مخالفت کی۔ تاہم 22 جنوری 1905 کی سہ پہر ہزاروں کارکنان اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ شاہی محل کے دروازے پر جمع ہو گئے۔ ان کے پاس زار کی حمایت میں بینر بھی موجود تھے۔ یہ جلوس انتہائی پرامن تھا اور فساد کا دور دور تک کوئی پتہ نہیں تھا۔ اسی لئے وہ اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ آئے تھے۔ اچانک ہی ان مظاہرین پر فائرنگ شروع کر دی گئی جس میں سیکڑوں مزدور اور ان کے اہلخانہ خون میں نہا گئے۔ اس واقعہ کو خونی اتوار کے نام سے تاریخ میں پکارا جاتا ہے۔ کیا

اس افسوسناک واقعہ کا ذمہ دار زار تھا؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ زار اس وقت محل تو کیا شہر میں بھی موجود نہیں تھا۔ گارڈز کو فائرنگ کے احکامات ان کے ایک افسر نے دیے تھے جو ممکنہ طور پر پرخفیہ قوتوں کا ایجنٹ Cell تھا۔ اس واقعہ سے وہ تمام منطقی نتائج حاصل ہو گئے جو کسی اور طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے تھے۔ پروپیگنڈہ مشینری پوری طرح فعال تھی اور عوام میں غیظ و غضب کا طوفان انتہا پر پہنچ چکا تھا۔ اس بات سے قطع نظر اس واقعہ کا ذمہ دار کون تھا، لاکھوں محب وطن افراد اب انقلابیوں کی گود میں جا گرے تھے اور انقلاب کی تحریک سینٹ پیٹرز برگ سے نکل کر دیگر شہروں تک پھیل گئی۔ زار نے اس طوفان کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اب دیر ہو چکی تھی۔ فروری میں اس نے خونی اتوار کے سانحے کی تحقیقات کے لیے کمیشن قائم کیا اور اگست میں سیاست کے نام پر سرگرم افراد کے لیے عام معافی کا اعلان کیا۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اکتوبر میں لینن اور اس کے ساتھی سوئٹزرلینڈ اور دیگر ممالک سے روس واپس پہنچ گئے۔ تاہم ان اقدامات سے زار کے بجائے انقلابیوں ہی کو فائدہ پہنچا۔

20 اکتوبر 1905 کو مانشویک کی پروردہ ریلوے یونین نے ہڑتال کر دی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے سارے صنعتی یونٹوں میں ہڑتال کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا اور پورا روس صنعتی ابتری کے ساتھ ساتھ امن و امان کی صورتحال کا شکار ہو گیا۔ 26 اکتوبر 1905 کو پیٹرز برگ سوویت کا قیام عمل میں آیا اور اس نے ایک قومی حکومت کی حیثیت سے کام کا آغاز کر دیا۔ گو کہ اس میں سماجی انقلابی پارٹی کی نمائندگی تھی مگر اس میں اکثریت رشین سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کو حاصل تھی۔ اس کا پہلا سربراہ مانشویک پارٹی کا زبوروسک Zborovisk تھا۔ جلد ہی اس کی جگہ گیورگی نوسار Georgi Nosar نے اور پھر 9 دسمبر 1905 کو لیو ٹراٹسکی Lev Trotsky نے لے لی۔ 16 دسمبر 1905 کو زار کی فوج نے ٹراٹسکی سمیت تین سو افراد کو گرفتار کر لیا۔ ریکارڈ بتاتا

ہے کہ ان گرفتار شدگان میں لینن سمیت بالشویک پارٹی کا ایک بھی قابل ذکر رہنما شامل نہیں تھا۔ وہ سب خفیہ طاقتوں کی ایما پر پہلے سے ہی روپوش ہو چکے تھے۔ مگر ابھی انقلاب نہیں آیا تھا۔ 20 دسمبر کو ایک یہودی پاروس Parvus نے سوویت انتظامیہ کا کنٹرول سنبھال لیا۔ اس نے سینٹ پیٹرزبرگ میں ہڑتال کی کال دی۔ پہلے دن نوے ہزار افراد نے اس کی کال پر لبیک کہا، دوسرے دن یہ تعداد ڈیڑھ لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی۔ کئی شہروں میں کھلی بغاوت ہو چکی تھی۔ 30 دسمبر کو زار کی وفادار فوجوں نے باغیوں کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا اور "معجزاتی" طور پر ان باغیوں پر قابو پالیا۔ یہ تھا خفیہ طاقت کی منشاء کے بغیر بغاوت کا انجام۔ اصل میں اس وقت یہودیوں کی سربراہی میں مانشویک پارٹی تو روس کا اقتدار سنبھالنے کے لیے بیتاب تھی مگر عالمگیر تحریک انقلاب کے کرتا دھرتا پہلی جنگ عظیم کا تانا بانا بن رہے تھے اور اس سے قبل روس میں کسی تبدیلی کے خواہاں نہیں تھے۔ بغاوت کے فرو ہوتے ہی زار نکولس دوم نے اپنے تمام وعدوں کا ایفاء کیا اور ڈوما کی شکل میں مجلس قانون ساز تشکیل دے دی۔

1907 میں سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی پانچویں کانگریس لندن میں ہوئی جس میں لینن کی سربراہی میں بالشویک پارٹی کے 91 مندوبین نے اور مارتوف کی قیادت میں مانشویک پارٹی کے 89 مندوبین نے شرکت کی۔ روزا لکسمبرگ کے ساتھ 44 مندوبین اور یہودی بند Bund پارٹی کے رافیل ابراموویچ کی قیادت میں 53 مندوبین اس اجلاس میں شریک تھے۔ اجلاس کے کل شرکاء کی تعداد 312 تھی۔ باقی شرکاء کا تعلق لیٹش ڈیموکریٹس Lettish Democrates سے تھا جن کی سربراہی کامریڈ ہرمن کر رہا تھا۔

کانگریس میں ناکام بغاوت کا پوسٹ مارٹم کیا گیا۔ لینن نے اس کا ذمہ دار مانشویک پارٹی کے لیڈروں کو قرار دیتے ہوئے کہا کہ انقلابیوں میں رابطے اور ہم آہنگی کا فقدان تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ

انقلاب کی تمام جزئیات پہلے سے طے کر لی جائیں اور اچانک وار کی حکمت عملی اختیار کی جائے۔ جوابی حملہ میں مارتوف نے لینن کو زبردست تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس نے الزام لگایا کہ پورے انقلابی عرصہ میں لینن نے علیحدگی کا راستہ اختیار کیے رکھا اور انقلابیوں کی مالی مدد سے ہاتھ روکے رکھا۔ روزا لکسمبرگ اور مارتوف نے الزام لگایا کہ بالشویک پارٹی کی مالی ضروریات ڈاکہ زنی، بھتہ اور تاوان سے پوری کی جاتی ہیں۔ کانگریس میں اس وقت شرکاء بے ساختہ قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئے جب ایک مقرر نے الزام لگایا کہ لینن نے پارٹی میں شامل ایک مالدار بیوہ سے محض رقم کے لئے شادی رچائی ہے۔ لینن نے ان تمام الزامات کو خوش دلی سے قبول کرتے ہوئے کہا کہ وہ یہ سب انقلاب کے وسیع تر مفاد کے لیے کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ بیوہ سے شادی سب کے لئے ایک صحت مند مثال ہے کیونکہ اس طرح اس بیوہ کے پیسے کا صحیح مصرف ہو رہا ہے۔ اسی موقع پر اسٹالن جو اس وقت تک ایک نچلے درجے کا لیڈر تھا، نے لینن سے مستقل وابستگی اختیار کر لی۔ کانگریس میں پروپیگنڈہ مشین کی تنظیم نو کی گئی اور فیصلہ کیا گیا کہ تمام مطبوعات میں پارٹی لائن پر سختی سے عمل کیا جائے گا۔

1908 میں بالشویک پارٹی نے پرولتار Proletarie کا اجراء کیا اور اس کے ایڈیٹر لینن، ڈبراونسکی، زنوویف اور کامینیف تھے۔ مانشویک گولوس سوشل ڈیموکریٹا Golos Sotsial-Demokrata نکال رہے تھے جس کے ایڈیٹر پلیخانوف، اگیزیلارڈ، مارتوف، دان اور مارتینوف تھے۔ اسی زمانے میں ٹراٹسکی ویانا پراودا Vienna Pravda نکال رہا تھا۔ 1905 کی ناکام بغاوت کے بعد زار نکولس نے کئی اصلاحات کیں جس سے شاہ کو حاصل کئی اختیارات عوام کی منتخب مجلس ڈوما کو منتقل کر دیے گئے۔ ڈوما کے قیام کے ساتھ ہی وزیراعظم سٹولی پن Stolypin ایک مصلح کی صورت میں ابھرا۔ اس نے اصلاحاتی پروگرام جاری کیا جس کے

تحت کاشت کاروں کا ان کی زمین پر حق تسلیم کیا گیا اور شہریوں کے بنیادی حقوق وضع بھی کیے گئے اور تسلیم بھی۔

مگر یہ سب مارکسیوں سے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ وہ اصلاحات نہیں بلکہ اس پورے سیاسی نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے۔ 1906 میں دہشت گردوں نے اسٹولی پن پر قاتلانہ حملہ کیا اور اس کے گھر کو بم سے اڑا دیا۔ اس میں وہ بچ گیا تاہم ستمبر 1911 کی ایک رات جب وہ کیف تھیٹر سے ڈرامہ دیکھ کر واپس آرہا تھا تو مارا گیا۔ اس کا قاتل ایک یہودی وکیل مارڈیسائی بوگروف Mordecai Bogrov تھا۔

1907 میں بین الاقوامی بینکاروں نے بدنام زمانہ وال اسٹریٹ کی کساد بازاری پیدا کی تاکہ انقلابات اور شورشوں میں لگائی گئی سرمایہ کاری کو سود سمیت وصول کیا جاسکے۔ اسی اثناء میں چینی انقلاب پر سرمایہ کاری شروع کردی گئی۔

اسٹولی پن کے مرنے کے بعد اس کی وضع کردہ کئی اصلاحات پر عمل کیا گیا جس میں 1912 میں صنعتی کارکنان کے لیے انشورنس کو متعارف کرایا گیا جس کے تحت ان کو دوران کار چوٹ یا بیماری کی صورت میں معاوضہ کی ادائیگی کی جاتی۔ سرکاری اسکولوں میں توسیع کی گئی۔ پہلی مرتبہ انقلابیوں کے چھپنے والے اخبارات کو قانونی حیثیت دی گئی۔ انتخابی نظام میں اصلاحات کر کے اس کو مزید موثر بنایا گیا۔ 1913 میں زار نے تمام سیاسی قیدیوں کے لیے عام معافی کا اعلان کر کے ان کو رہا کرنے کے احکامات جاری کردیے۔ ان قیدیوں کے رہا ہوتے ہی انقلابیوں کو نئی زندگی مل گئی۔

دہشت گرد زار اور اس کے سارے اہل خانہ کی موت چاہتے تھے مگر اس کی جانب سے کی گئی اصلاحات نے ان انقلابیوں کے لیے عوامی پشت پناہی چھین لی اور انقلاب ایک مردہ گھوڑے کی

حیثیت اختیار کر گیا۔ اس موقع پر بین الاقوامی بینکاروں نے فی الحال روسی محاذ کو ٹھنڈا رکھنے کا فیصلہ کر کے دیگر ممالک جیسا کہ پرتگال اور اسپین کی طرف اپنی توجہ مرکوز کرلی۔

تاہم اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ انہوں نے ہار مان لی تھی۔ ان کی پروپیگنڈہ مشین بھرپور طریقہ سے اپنا کام کر رہی تھی اور فرانس و برطانیہ کے انقلابات سے قبل بدنامی کی جو مہم چلائی گئی تھی وہ روس میں بھی اپنا کام دکھا رہی تھی۔

اس سرخ دھند کے زیر اثر ایک عام آدمی کے نزدیک نکولس دوم اور اس کے ساتھی ایسی بلا تھے جن کا کام کاشتکاروں سے بیگار لینا، ان کی لڑکیوں کی آبروریزی کرنا اور کھیل کے طور پر گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے بچوں کو نیزوں سے چھلنی کر کے محظوظ ہونا تھا۔ نکولس کی اصلاحات اور اس کے دیے گئے حقوق اس پورے پروپیگنڈے کی گرد میں چھپ گئے تھے۔

ملکہ فرانس کی طرح ملکہ روس کے خلاف بھی بدنامی کی نہ ختم ہونے والی مہم چلائی گئی۔ اس کو آبرو باختہ اور فاحشہ قرار دے کر مشہور کردیا گیا کہ وہ راسپوتین کے اشاروں پر ناچتی اور اس کی آشنا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ راسپوتین کا محل پر اثر ورسوخ تھا مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ زار کا بیٹا خون کی بیماری ہیموفیلیا کا شکار تھا اور خون بہنے کی صورت میں راسپوتین کے علاوہ اور کوئی شخص اس کا خون نہیں روک سکتا تھا۔ اس کا ملکہ کی عصمت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

روسی انقلاب

جنوری 1910 میں عالمی تحریک انقلاب کے انیس سرکردہ رہنماؤں کا ایک اہم اجلاس لندن میں ہوا۔ اسے سنٹرل کمیٹی کے جنوری اجلاس The January Plenum of the Central Committee کا نام دیا گیا۔ اجلاس میں عظیم تر اتحاد کے لئے طور طریقوں پر غوروخوض کیا گیا۔ اس موقع پر لینن پر ایک مرتبہ پھر زور دیا گیا کہ وہ اپنی مالیاتی آزادی کی پالیسی کو ترک کردے۔ اس کا جواب لینن نے پانچ سو روبل کے ایک نوٹ کو جلا کر دیا جو تفلیس بنک Tiflis Bank سے لوٹے نوٹوں میں سے بچارہ گیا تھا۔ لینن کو یقین ہو گیا تھا کہ اگر اس نے نوٹوں کو کیش کرانے کی کوشش کی تو وہ پولیس کے ہاتھوں پکڑا جائے گا۔

اجلاس میں سوشیائل ڈیموکراٹا Sotsial Demokkrata نامی اخبار کو جنرل پارٹی پبلیکیشن کے طور پر منظور کرلیا گیا۔ بالشویک پارٹی کی طرف سے لینن اور زینوویف Zinoviev کو اور مانشویکس کی طرف سے مارتوف اور دان Dan کو اس کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ ٹراٹسکی Trotsky کو ویانا پراودا Vienna Pravda کا ایڈیٹر اور کامینیف Kamenev کو اس کا اسسٹنٹ مقرر کیا گیا۔ اجلاس میں عالمی انقلابی جدوجہد کے نمونوں پر بھی غور کیا۔ مندوبین نے سیاسی قتل عام کے نتیجے میں پیدا ہونے والے صورتحال پر غور کیا گیا۔ پارٹی کی پالیسی طے کردی گئی اور سنٹرل کمیٹی کا احکامات جاری کئے گئے کہ وہ ایکشن کے لئے گرینڈ اوریئنٹ کے لئے لاجز تیار کرے۔ ارکان کو انقلاب اور دہری نظریہ کے تحت مذہب سے دستبرداری کے لئے متحرک کردیا گیا۔

پارٹی لائن یکسر واضح تھی۔ اس کے تحت تمام تر انقلابی تنظیموں کو متحد کرنا تھا تاکہ تمام سرمایہ دار

ممالک کو ایک دوسرے کے ساتھ جنگ میں مصروف کیا جاسکے اور ان کو شدید مالی نقصانات کا سامنا ہو۔ جس کے نتیجے میں ان ممالک میں مالی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بھاری ٹیکسوں کا نفاذ ہوسکے۔ اس کے نتیجے میں عوام کی مشکلات ناقابل برداشت حد تک پہنچ جائے اور وہ صبروضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیں۔ اس صورت میں ہی عوام کی اکثریت جو ورکنگ کلاس پر مشتمل ہے، کو جنگ سے بچاؤ کے نام پر انقلاب کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔ جب تمام ممالک سوویتائز ہوجائیں گے تو ان ممالک میں کلی آمریت کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اس وقت عالمی تحریک انقلاب کے سرخیلوں کو اپنی شناخت چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ ممکن ہے کہ صرف لینن کو ہی الومیناتی کے خفیہ عزائم کا علم ہو جس نے انقلابی ایکشن کو اپنے مقاصد کے سانچے میں ڈھال لیا تھا۔

تمام انقلابی رہنماؤں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے ممالک میں زیر زمین رہ کر اپنے آپ کو منظم کریں تاکہ ملک کی سیاسی اور معاشی نظام کو سنبھالنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہ سکیں۔ بین الاقوامی بینکار پوری دنیا میں اپنی ایجنسیوں کے پھیلاؤ کے لئے تیار تھے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ لینن اس اجلاس سے بہت پہلے 1894 سے ہی انقلابی حلقوں میں متحرک تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے بین الاقوامی بینکاروں کا آلہ کار بننا اس لئے قبول کیا تھا کہ اس کو انقلابی پارٹیوں کی یہودی قیادت کی صلاحیتوں پر اعتماد نہیں تھا۔ روسی انقلاب کی تیاری کو دیکھنے کے کے لئے ہم 1895 سے 1917 کے درمیان رونما ہونے والے واقعات کا جائزہ لیتے ہیں۔

1898 میں آسٹریا کی ملکہ کو قتل کردیا گیا۔ شاہ ہمبرٹ King Humbert کو 1900 میں اور صدر مک لنلے Presidetn Mckinley کو 1901 میں، روس کے گرینڈ ڈیوک سرگیس کو 1905 میں اور پرتگال کے بادشاہ اور ولی عہد کو 1908 میں قتل کیا گیا۔ یہ ثابت کرنے

کے لئے کہ اس سیاسی قتل عام کی ذمہ دار الومیناتی کی گرینڈ اوریینٹ میسنز ملوث تھے، مندرجہ ذیل واقعاتی شہادت کا جائزہ لیتے ہیں۔

پرتگال میں جمہوریہ کے قیام کے لئے وہاں کے بادشاہ کارلوس King Carlos کو منظر سے ہٹانا ضروری تھا۔ اس کے لئے عالمی تحریک انقلاب کا اجلاس سوئٹزر لینڈ کے شہر جنیوا میں 1907 میں ہوا جس میں بادشاہ کو ہٹانے کے حتمی احکامات جاری کر دیئے گئے۔ پرتگال کے گرینڈ اوریینٹ میسنری کا سربراہ میگالہیز لیما Megalhaes Lima دسمبر 1907 میں میسونی لاجوں میں لیکچر دینے کے لئے پیرس گیا۔ اس کے لیکچر کا موضوع "پرتگال میں جمہوریہ کے قیام کی ضرورت اور اس کے لئے شہنشاہیت کا خاتمہ" تھا۔ اس کے چند ہفتوں کے بعد ہی شاہ کارلوس اور اس کے ولی عہد فرزند کو قتل کر دیا گیا۔

براعظمی میسن اس کامیابی پر اتنا نازاں تھے کہ وہ شیخی مارنے سے بھی باز نہیں آئے۔ بلجئیم کے گرینڈ اوریینٹ کے شعلہ بیان مقرر فرنیمونٹ Furnemont نے 12 فروری 1911 کو اپنی تقریر میں کہا کہ " کیا آپ فخر کے اس گہرے احساس کو یاد کر سکتے ہیں جو ہم سب کو انقلاب پرتگال کے موقع پر ہوا۔ محض چند گھنٹوں کے اندر تخت و تاج نیچے گر چکے تھے اور عوام فتح کے ترانے گاتے ہوئے سڑکوں پر رقصاں تھے اور جمہوریہ کے قیام کا اعلان ہو چکا تھا۔ ناواقفوں کے لئے یہ صاف آسمان پر بجلی چمکنے کے مترادف تھا۔۔۔۔۔ لیکن میرے بھائیو، ہم اس کو سمجھتے ہیں اور واقف ہیں۔ ہم اپنے پرتگیزی بھائیوں کی زبردست تنظیم کو جانتے ہیں، ان کی نہ ختم ہونے والی مسرت کو اور انتھک محنت کو۔ ہم اس پر مسرت واقعہ کے راز کو جانتے ہیں۔"

عالمی تحریک انقلاب کے رہنماؤں اور براعظمی فری میسنری کے چوٹی کے رہنماؤں کا ایک اجلاس سوئٹزر لینڈ میں 1912 میں ہوا۔ اسی اجلاس کے دوران وہ جنگ عظیم اول کے آغاز کے

لئے آرچ ڈیوک فرانسس فرڈیننڈ Archduke Francis Ferdinand کو قتل کرنے کے فیصلے پر پہنچے۔ تاہم قتل کے اس حکم کو وقتی طور پر تعطل میں رکھا گیا کیونکہ اس قتل کے منصوبہ ساز ابھی وقت کو اس کے بھرپور سیاسی فوائد اٹھانے کے لئے سازگار نہیں سمجھتے تھے۔

ایم جوئن M Jouin کے زیر ادارت شائع ہونے والے ریویو انٹرنیشنیل ڈیس سوسائیٹیز سیکریٹس Revue Internationale des Societes Secretes کے 15 ستمبر 1912 کو شائع ہونے والے ایڈیشن کے صفحہ 787-788 پر تحریر ہے کہ "ایک اعلیٰ سوئس فری میسن کے کہے گئے ان الفاظ پر شائد کبھی روشنی پڑ سکے۔ آسٹریا کے ولی عہد کے بارے میں گفتگو کے دوران ایک محفل میں اس نے کہا کہ " آرچ ڈیوک ایک زبردست آدمی ہے مگر اس کے قتل پر تاسف کرنا اور رحم کرنا احمقانہ فعل ہوگا۔ وہ تخت کے قدموں میں مارا جائے گا۔"

آسٹریا کے شہزادہ اور اس کی بیوی کو 28 جون 1914 کو سرائیو میں قتل کر دیا گیا۔ آسٹریائی تخت کے وارث کے قاتل پر مقدمے کے دوران مذکورہ الفاظ پر روشنی پڑی۔ اس قتل کے نتیجے میں ہوتے والا تشدد بالآخر جنگ عظیم اول پر منتج ہوا۔ اس مقدمے کے شارٹ ہینڈ میں لئے گئے نوٹس اس کی شہادت ہیں کہ بین الاقوامی بینکاروں نے جنگ عظیم اول کو شروع کرانے کے لئے گرینڈ اوریینٹ لاجز کو استعمال کیا۔ یہ طریقہ کار بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ 1787 تا 1789 کے دوران فرانسیسی انقلاب کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ کابرینوویک Cabrinovic سے جس نے آرچ ڈیوک کی کار پر پہلا بم پھینکا تھا، سے فوجی عدالت کے سربراہ کے سوال اور جواب انتہائی اہم ہیں۔

صدر عدالت: محرکات کے بارے مجھے کچھ اور بتاؤ۔ کیا قتل کرنے کی کوشش سے قبل تم کو علم تھا کہ تانکوسک Tankosic اور سیگانوویک Ciganovic فری میسن ہیں۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ

یہ فری میسن تھے جنہوں نے اس اقدام کے لئے تم پر اپنا اثر ورسوخ استعمال کیا۔

کابرینووک: جی ہاں

صدر عدالت: کیا تمہیں ان کی جانب سے قتل کی منصوبہ بندی فراہم کی گئی تھی۔

کابرینووک: " مجھے اس قتل کی منصوبہ بندی کسی بھی جانب سے موصول نہیں ہوئی تھی۔ فری میسنری کو محض میرے ارادوں کو پختہ رکھنا تھا۔ فری میسنری میں قتل کی اجازت ہے"۔ کابرینوک نے عدالت کو بتایا کہ آرچ ڈیوک فرانز فرڈیننڈ کو فری میسن نے موت کی سزا ایک سال سے زائد عرصہ قبل ہی سنادی تھی۔

اس شہادت کو سہارا ایک اور عینی شاہد کے بیان سے ملتا ہے۔ آرچ ڈیوک کا قریبی دوست کاؤنٹ زیرین Count Czerin " آئی ایم ویلٹ کریگ " I m Welt-Krieg " میں لکھتا ہے کہ " آرچ ڈیوک کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ اس پر قاتلانہ حملہ کا خطرہ منڈلا رہا ہے۔ جنگ سے ایک سال قبل اس نے مجھے مطلع کیا تھا کہ فری میسنز نے اس کی موت کا فیصلہ کرلیا ہے۔"

جنگ عظیم کے آغاز کے ساتھ ہی عالمی تحریک انقلاب کے رہنماؤں نے اس امر کو یقینی بنایا کہ صنعتی کارکنان اور فوجی اہلکار اس بات کے قائل ہو جائیں کہ یہ جنگ سرمایہ داری کی جنگ ہے۔ ان صنعتی کارکنان اور فوجیوں نے احتجاج شروع کردیا اور مخالفت کا ہر وہ حربہ آزمایا جو ممکن تھا۔ جو کچھ بھی ان کے نزدیک غلط ہو رہا تھا اس کی ذمہ دار ان کی حکومتیں تھیں۔ ان تمام بین الاقوامی سرمایہ کاروں کو الومیناتی سے براہ راست ہدایات مل رہی تھیں۔ یہ ہدایت کار پردے کے عین عقب میں بیٹھے ہوئے تھے مگر سب کی نظروں سے اوجھل اور کسی بھی ضرر سے دور۔

چونکہ روس چند سال قبل ہی جاپان کے ساتھ تباہ کن جنگ سے فارغ ہوا تھا اس لئے مانشویک کے تربیت یافتہ شورش پھیلانے والے کارکنان کے لئے انتہائی آسان تھا کہ وہ روسی کارکنان اور

بالآخر روسی فوج کے اذہان میں شک وشبہ اور بے اطمینانی کی فضا پیدا کردیں۔ یہ سارا کھیل اطمینان کے ساتھ 1914 سے لے کر 1916 کے عرصہ میں ہوا۔ جنوری 1917 تک روس کی شاہی فوج کو تین لاکھ سے زائد کے جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ روسی مردوں کی کریم مرچکی تھی۔

اس وقت لینن اور مارتوف سوئٹزر لینڈ میں تھے۔ ایک غیر جانب دار خطہ جہاں پر تمام سازشی منصوبوں کی تخم ریزی اور آبیاری کی گئی۔ امریکہ میں پناہ حاصل کرنے والے ہزاروں سیکڑوں روسی انقلابیوں کی تنظیم ٹراٹسکی کررہا تھا۔ وہ خاص طور سے نیویارک کے مشرقی حصے میں متحرک تھا جبکہ مانشویک کے رہنماء روس کے اندر ہی اپنے بغاوت کے منصوبوں پر عمل پیرا تھے۔ ان کا پہلا ہدف کسی بھی طرح زار کو اتار پھینکنا تھا۔ اس کا موقع ان کو 1917 میں ملا۔ انتہائی چالاکی اور مہارت کے ساتھ مواصلاتی نظام، ٹرانسپورٹ اور سپلائی کی وزارت کے کام کو مکمل طور پر سبوتاژ کردیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سینٹ پیٹرز برگ میں غذائی اشیاء کی شدید قلت پیدا ہوگئی۔ یہ صورتحال اس وقت ہوئی جب شہر کی آبادی میں صنعتی کارکنان کی آمد کی بناء پر کئی گنا اضافہ ہوگیا تھا۔ ان صنعتی کارکنان کو جاری جنگ کی وجہ سے طلب کیا گیا تھا۔ فروری 1917 ایک بہت برا مہینہ تھا۔ اس موقع پر غذا کی راشننگ نافذ کردی گئی۔ 5 مارچ کو عوام میں بے چینی پھیل گئی کیونکہ روٹی کے لئے لگائی گئی قطاریں طویل سے طویل تر ہوتی جارہی تھیں۔ 6 مارچ کو سڑکیں بے روزگاروں سے بھر چکی تھیں۔ کوساک Cossack دستوں کو امن وامان کی صورتحال قابو کرنے کے لے شہر میں طلب کرلیا گیا تھا۔ تاہم زار ابھی تک سرحدوں پر اپنی فوج کے معائنے میں مصروف تھا۔

7 مارچ کو مانشویک رہنماؤں نے روٹی کی قلت کے خلاف احتجاج کے لئے خواتین کے مظاہرے کو ترتیب دیا۔

8 مارچ کو خواتین کا یہ مظاہرہ ہوا۔ اس سے انقلابی رہنماؤں کو حوصلہ ملا۔ اب منتخب گروپوں نے ایک مرکزی جگہ کے بجائے مختلف جگہوں پر مظاہرے شروع کر دیئے۔ اس موقع پر گینگ ظاہر ہونے شروع ہو گئے جو سرخ جھنڈے لہراتے ہوئے انقلابی نغمے گاتے پھرتے۔ نیوسکی پراسپیکٹ Nevsky Prospekt کے کارنر پر، سینٹ کیتھرائن کینال St. Catherine Canal پر پولیس اور کوساکس کے دستے متعین کر دیئے گئے جنہوں نے مظاہروں کو دبانا شروع کر دیا۔ مجمع سرخ جھنڈے لہراتے ہوئے انقلابی نعرے بلند کرتا رہتا مگر کسی بھی جگہ پر مظاہرین پر فائرنگ نہیں کی گئی۔ ایسا لگتا ہے کہ 1905 میں رونما ہونے والے خونی اتوار Bloody Sunday کے واقعہ کو دوبارہ رونما ہونے سے روکنے کے لئے اس کے خاص احکامات دیئے گئے تھے۔

9 مارچ کو نیوسکی پراسپیکٹ کا علاقہ کیتھرین کینال کی طرف سے شروع ہو کر نکولائی اسٹیشن تک کا علاقہ لاکھوں مظاہرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ یہ مظاہرین بلوائیوں کی جانب سے مہمیز ملنے پر اب زیادہ پراعتماد تھے۔ کوساک کے دستوں نے سڑک کو کلیئر کرانے کا عمل شروع کر دیا۔ اس موقع پر لاٹھی چارج کا استعمال بھی کیا گیا جس سے کئی مظاہرین زخمی ہو گئے مگر کہیں بھی آتشیں اسلحہ کا استعمال نہیں کیا گیا۔ حکومت کا یہ تحمل انقلابی رہنماؤں کو شدید مشتعل کر رہا تھا۔ اب مظاہروں کے منتظمین کو ہدایت کی گئی کہ نئی حکمت عملی اختیار کی جائے اور کسی بھی صورت میں مظاہرین کو پولیس کے دستوں سے جسمانی تنازعے میں ملوث کیا جائے۔ رات کی تاریکی میں ان انقلابی رہنماؤں نے شہر بھر میں خفیہ طور پر مشین گنیں نصب کر دیں۔

10 مارچ کو بدقسمتی سے ایک چھوٹا سا سیاہ واقعہ رونما ہو گیا جس نے بھس میں چنگاری کا کام دیا۔ باقی کام انقلابی رہنماؤں کی شعلہ بیان تقریروں نے کر دیا۔ نکولائی اسٹیشن کے باہر ایک بڑا ہجوم جمع

تھا۔ اس موقع پر دن کو دو بجے ایک خوش لباس آدمی وہاں سے گزرا جس نے اپنے آپ کو سردی سے بچانے کے لئے خود کو فر میں لپیٹا ہوا تھا۔ دیکھنے میں وہ بے صبرا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ہجوم کے موڈ کا اندازہ کئے بغیر اپنے ڈرائیور کو حکم دیا کہ مجمع میں سے سلیج (برف گاڑی) نکال لے۔ اس شخص کو اس کی گاڑی سے کھینچ کر باہر نکال لیا گیا اور بری طرح زدوکوب کیا گیا۔ اس نے بھاگ کر سڑک کے کنارے ایک جگہ پناہ لی۔ یہاں پر بھی اس کو نہیں بخشا گیا اور مظاہرین کے ایک گروپ نے اس کا پیچھا کر کے اس کو باہر نکال لیا۔ یہاں پر ایک نوجوان نے لوہے کی راڈ سے اس کے ایک بازو کو قیمہ قیمہ کر دیا۔ اس سے دیگر مظاہرین کی خونی پیاس مزید بڑھ گئی اور وہ نواسکی کے علاقے میں پھیل گئے اور انہوں نے آس پاس کی تمام عمارتوں کے شیشے توڑ ڈالے۔

اس موقع پر انقلابی رہنماؤں نے پہلے سے نصب کردہ مشین گنوں سے ہجوم پر فائرنگ کرا دی جس سے عوام میں مزید اشتعال پھیل گیا اور انہوں نے پولیس پر حملے شروع کر دیئے۔ وہ الزام لگا رہے تھے کہ ان پر فائرنگ پولیس نے کی تھی۔ انہوں نے سامنے نظر آنے والے ایک ایک پولیس اہلکار کو ذبح کر دیا۔ جیلوں پر حملوں کے نتیجے میں آزاد ہونے والے مجرموں نے اس خونی ماحول میں اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کرنا شروع کر دیا اس طرح خوف و دہشت کے تسلط کے لئے ماحول پوری طرح سازگار ہو چکا تھا۔

جیلوں سے آزاد کرائے گئے مجرموں نے 11 مارچ کو فساد پوری طرح پھیلا دیا۔ اس طوفان کے سامنے ڈوما Duma اب بھی بند باندھنے کی کوششوں میں مصروف تھی۔ انہوں نے زار کو تار کے ذریعے پیغام بھیجا کہ صورتحال سنگین ہو چکی ہے۔ ٹیلی گرام میں صورتحال کا تفصیلی ذکر کیا گیا تھا۔ مگر اس وقت مواصلاتی نظام میں موجود کمیونسٹ ایجنٹ Cell پھر کام آئے اور انہوں نے اصل پیغام کے بجائے بالکل الٹ پیغام ارسال کر دیا۔ زار نے موصول شدہ پیغام پڑھ کر ڈوما کو توڑنے

کے فوری احکامات جاری کر دیئے۔اس طرح اس نے خود کو اپنے وفاداروں کی حمایت سے از خود محروم کر لیا۔

12 مارچ کو تحلیل شدہ ڈوما کے صدر نے آخری کوشش کے طور پر زار کو ایک پیغام اور بھیجا۔ یہ پیغام ان الفاظ پر ختم ہوتا تھا۔" آخری لمحہ آن پہنچا۔ ارض وطن اور بادشاہت کے مسئلہ کا فیصلہ طے پاچکا۔" یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ زار تک یہ پیغام بھی کبھی نہیں پہنچا۔ مواصلاتی نظام کے کلیدی مقامات پر بیٹھے ہوئے ان ایجنٹوں کا یہ کردار آنے والے چند مہینوں میں بھی بھرپور طریقے سے جاری رہا۔

12 مارچ کو ہی کئی رجمنٹوں میں انقلاب برپا ہو گیا اور سپاہیوں نے اپنے افسروں کو قتل کر دیا۔ غیر متوقع طور پر سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کی گیریزنوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور ان کے سپاہی انقلابیوں سے جا ملے۔

ان گیریزنوں کی جانب سے ہتھیار ڈالنے کے فوری بعد ہی ایک بارہ رکنی ڈوما کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ عارضی حکومت نومبر 1917 تک قائم رہی جب تک کہ لینن کی بالشویک پارٹی نے حکومت کا خاتمہ نہیں کر دیا۔ ان انقلابی رہنماؤں نے جن کی اکثریت مانشویکوں پر مشتمل تھی پیٹرز برگ سوویت قائم کر دی۔ انہوں نے عارضی حکومت کو کام کرنے کی اجازت دے دی کیوں کہ یہ ان کے نزدیک جائز حکومت تھی۔ پوری بادشاہت میں یہ محض ایک شہر سینٹ پیٹرز برگ کا احوال ہے۔ ملک کے دیگر شہروں میں کیا ہو رہا تھا اس کی درست اور صحیح معلومات جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کرنسکی ایک سوشلسٹ تھا اور اتنا مضبوط تھا کہ اس کو روس کا نپولین کہا جاتا تھا۔

بین الاقوامی بینکاروں ایم ایم وار برگ اینڈ سنز کی حمایت کی بناء پر لینن جرمن فوجی رہنماؤں کے ساتھ رابطے میں آ چکا تھا۔ لینن نے ان فوجی رہنماؤں پر واضح کیا کہ کرنسکی Kerensky کی

عارضی حکومت اور مانشویک پارٹی دونوں کی یہ طے شدہ پالیسی ہے کہ روس جرمن پر فوج کشی کر دے۔ لینن کو روس میں یہودی انقلابی رہنماؤں کی طاقت دبانے کا کام بھی سونپا گیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ اگر جرمنی کی حکومت اسے عارضی حکومت کے خاتمے اور روس کی حکومت حاصل کرنے میں مدد دے تو وہ جرمنی کی سرحدوں سے روسی فوج کو ہٹا لے گا۔ یہ ڈیل طے پا گئی اور لینن، مارتوف اور راڈک Radek سمیت بالشویک پارٹی کے تیس سرکردہ رہنماؤں کو جرمنی پار کر کے ریل کے ایک سیل بند ڈبے میں روس پہنچا دیا گیا۔ یہ سب لوگ 3 اپریل کو سینٹ پیٹرز برگ پہنچے۔ جرمنی کے وار برگ اور جنیوا میں بیٹھے ہوئے بین الاقوامی بینکاروں نے ان کو ضروری فنڈ زفراہم کئے۔

روس کی عارضی حکومت نے 1917 میں اپنے پروانہ قتل پر اسی وقت خود دستخط کر دیے تھے جب اس نے اپنے قیام کے فوری بعد تمام مجرمین کی عام معافی کا قانون منظور کیا تھا۔ یہ معافی ان تمام افراد کے لئے تھی جو سائبیریا میں جا چھپے تھے یا بیرون ملک انہوں نے پناہ حاصل کر لی تھی۔ اس قانون کی وجہ سے نوے ہزار سے زائد افراد جن کی اکثریت انتہا پسند تھی، کے روس میں دوبارہ داخلے کی راہ ہموار ہو گئی۔ ان میں سے بہت سے تربیت یافتہ لیڈر بھی تھے۔ لینن اور ٹراٹسکی نے ان تمام واپس آنے والے افراد کی بالشویک پارٹی میں شمولیت کو یقینی بنایا۔

جیسے ہی لینن وطن واپس پہنچا اس نے اسی عارضی حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ مہم شروع کر دی جس نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو وطن واپسی کی اجازت دی تھی۔ اپریل کے شروع تک پیٹرز برگ سوویت (کارکنان کی کاؤنسل) میں مانشویکوں کی اکثریت تھی۔ ایسارز Essars (سوشلسٹ انقلابی) دوسرے نمبر پر تھے جبکہ بالشویک سب سے اقلیتی گروپ میں تھے۔ عارضی حکومت جرمنی کے ساتھ جنگ کے حق میں تھی کیونکہ وہ جرمن نازی لیڈروں اور ان کے نظریہ

کلیت پسندی کو روسی خودمختاری کے لئے خطرہ سمجھتے تھے۔ اس پالیسی کو شید زے Tcheidze کی بھرپور حمایت حاصل تھی۔ وہ مارتوف کی غیر موجودگی میں پیٹرزبرگ سوویت کا صدر تھا۔ پیٹرزبرگ سوویت کا نائب صدر اسکوبیلیف جو عارضی حکومت میں بھی شامل تھا، بھی جرمنی کے ساتھ جنگ کا حامی تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر روسی فوج نے جرمن سوشلسٹوں کی مدد سے جرمن نازیوں کو شکست دے دی تو وہ جرمن اور پولش عوام کو جرمن استبدادی حکومت سے نجات دلانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

اس وقت لینن کا ایک ہی مقصد تھا کہ کسی طرح حکومت کے حصول کو ممکن بنایا جائے۔ اس نے عارضی حکومت کی پالیسیوں پر حملوں کا سلسلہ تیز کردیا۔ اور الزام لگایا کہ حکومت کے ارکان فرانسیسی ایجنٹ ہیں۔ حکومت کے خاتمے کے لئے اس نے پرتشدد طریقہ کار اختیار کرنے کی باتیں کھلے عام کرنی شروع کردیں۔ اس موقع پر وہ پیٹرزبرگ سوویت کے مانشویک ارکان سے بدلہ لینا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے بالشویکوں کو ہدایت کی کہ وہ فیکٹری میں کام کرنے والے ارکان اور گیریزن کے فوجیوں میں عارضی حکومت کے خاتمے کی مہم شروع کردیں مگر اس کے لئے "تمام اختیارات سوویت کے لئے" کا نعرہ استعمال کیا جائے یعنی تمام اختیارات کارکنان کی کاؤنسل کے نام۔

عام معافی کے حصول کے بعد جو ہزاروں لوگ روس واپس پہنچے ان میں ٹراٹسکی بھی تھا۔ اس کے ہمراہ کینیڈا اور امریکہ میں مقیم وہ ہزاروں انقلابی بھی تھے جو روس سے فرار ہوگئے تھے۔ ان میں سے اکثریت ان یدیش Yiddish یہودیوں کی تھی جو مشرقی نیویارک میں رہتے تھے۔

انقلابیوں نے لینن کو حکومت حاصل کرنے میں مدد دی۔ جیسے ہی ان انقلابیوں کا کام پورا ہوگیا ان کی اکثریت کو یا تو موت کی سزا دے دی گئی یا پھر جلاوطن کردیا گیا۔ ایک مختصر سے عرصے میں ہی

فرسٹ انٹرنیشنل کے اصلی ارکان یا تو جیلوں میں مرنے کے لئے قید کردیئے گئے تھے یا ایک مرتبہ پھر انہیں جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ لینن اور اسٹالن کی آمریت کی تاریخ کسی بھی غیر جانبدار شخص کو اس بات پر قائل کردے گی کہ عوام کو رنگ، نسل اور مذہب کی کسی تفریق کے بغیر بین الاقوامی شطرنج کی بساط پر پیادوں کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اس کھیل کے کھلاڑی "سرخ" کمیونسٹ اور "کالے" آرین نازی وار لارڈ تھے جبکہ بدا ینکار بین الاقوامی بینکار اور الومیناتی تھے۔

اس بات کا ایک اور ثبوت کہ روسی انقلاب میں لینن کے کردار کے ذمہ دار بین الاقوامی بینکار تھے، اپریل 1919 میں شائع ہونے والے شاہ انگلینڈ کی جانب سے شائع ہونے والے قرطاس ابیض (روس نمبر 1) سے ملتا ہے۔ تاہم بین الاقوامی بینکاروں نے بنک آف انگلینڈ کے ڈائریکٹروں کے ذریعے برطانوی حکومت پر زور ڈالا کہ وہ اس کو واپس لے لے۔ بعدازاں اس کو دوبارہ شائع کیا گیا جس میں یہودیوں کے کردار کے بارے میں تمام شواہد اور ذکر کو ہٹا دیا گیا۔ فرانکوئس کوٹی Francois Coti نے Figaro کے 20 فروری 1922 کو شائع ہونے والے ایڈیشن میں لکھتا ہے کہ "جیکب شف کی جانب سے اس عرصے میں روس اور دیگر جگہوں پر منکران خدا کو دی جانے والی مراعات کشادہ دلی کا مظاہرہ نہیں تھی۔ اس کے اخراجات پر امریکہ میں ایک حقیقی دہشت گرد تنظیم قائم کی گئی جس کا مقصد وزراء گورنروں اور پولیس کے سربراہوں وغیرہ کا قتل تھا۔" الومیناتی جس نے اپنے خفیہ کلیت پسندانہ خواہشات کی تکمیل کے لئے کمیونزم اور نازی ازم کو استعمال کیا اپنے انقلابی خواہشات کی تکمیل کے تین حصوں پر مشتمل حکمت عملی اختیار کی۔

اول: موجودہ حکومت کی سوشلسٹ حکومت سے تبدیلی۔ اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا کہ یہ منتخب حکومت ہے یا بادشاہت۔ اس کے لئے اگر آئینی طریقہ ممکن ہو تو وہ اختیار کیا گیا۔

دوم: انقلابی اقدام کے ذریعے سوشلسٹ حکومت کی پرولتاری آمریت پر مبنی حکومت سے تبدیلی۔

سوم: اس پرولتاری آمرانہ حکومت کی کلیت پسند آمرانہ حکومت کے ساتھ تبدیلی۔ اس دوران ان تمام بااثر افراد جو مخالف ہیں یا مخالفت کر سکتے ہیں، کا قتل عام کے ذریعے صفائی۔

1918 کے بعد تمام یہودی یا تو مارکسزم کی تھیوری کے مطابق انقلابیوں میں تبدیل ہو چکے تھے اور سوویت سوشلسٹ ریپبلک کے لئے کام کر رہے تھے یا پھر وہ فلسطین صہیونیوں کے حوالے کرنے کے حامی تھے۔

عالمی انقلابی تحریک کے پس پشت خفیہ طاقت ہی سیاسی صہیونیت کو کنٹرول کرتی ہے۔ حالانکہ صہیونیت کے لئے کام کرنے والے اکثر یہودیوں کو اس کا علم نہیں ہے کہ ان کا کردار بین الاقوامی بساط پر محض مہروں کا ہے۔

سیاسی سازشیں

ممتاز تاریخ داں اور محقق ولیم گے کار William Guy Carr لکھتا ہے کہ،

"برطانوی وزیر اعظم ایچ ایچ ایسکوئیتھ H H Asquith کو 1916 میں معزول کرنے کے لئے کس طرح بین الاقوامی سازشیں بروئے کار لائی گئیں اس کو اس بارے میں ایک بہت ہی باخبر شخص نے بتایا۔ اس وقت گے کار بادشاہ کے پیغامبر کی خدمات سرانجام دے رہا تھا۔ اس (گے کار) کا کہنا ہے کہ، "ہم ہوٹل کے ایک کمرے میں تھے۔ گفتگو کے دوران میں نے کہا کہ مجھے قوی شبہ ہے کہ انتہائی دولتمند افراد کا ایک چھوٹا سا گروپ قومی و بین الاقوامی معاملات میں اپنے اثر و نفوذ کے لئے اپنی دولت کے بل پر وفاداریاں خرید رہا ہے تا کہ وہ اپنے خفیہ منصوبوں کو روبہ عمل لا سکے۔ اس پر میرے ساتھی نے کہا کہ اگر تم اس انداز میں سوچتے ہو تو تم کتنا بھی صحیح ہو زیادہ طویل عرصے تک زندہ نہیں رہ پاؤ گے۔ پھر اس نے مجھے بتایا کہ کس طرح ایسکوئیتھ کو ہٹایا گیا اور اس کی جگہ ڈیوڈ لائیڈ جارج، ونسٹن چرچل اور آرتھر جیمس بالفور کو اقتدار میں لایا گیا۔"

اس واقعے کے چند ہفتوں کے بعد ہی ولیم گے کار کا تبادلہ کر کے اس کو آبدوزوں کے یونٹ میں تعینات کر دیا گیا جہاں پر تینتیس فیصد سے زائد عملہ مارا گیا مگر وہ خوش قسمتی سے بچ گیا۔

برطانیہ میں بھی فرانس میں آزمایا گیا طریقہ اپنایا گیا۔ فرانس میں اشرافیہ کو بلیک میل کرنے کے لئے ڈیوک ڈی آرلینز کے رائل پیلیس میں داد و دہش کے لئے ایک کلب بنایا گیا تھا جس میں کارڈینل کو ایک جعلی خط کے ذریعے بلا کر اس کی ملاقات ایک طوائف سے کرائی گئی تھی۔ اس طوائف کو بطور ملکہ فرانس میری کے پیش کیا گیا تھا۔ اور پھر اس ملاقات کی بنیاد پر کارڈینل اور ملکہ کے خلاف بدنامی کا ایک طوفان برپا کر دیا گیا تھا۔

بین الاقوامی سازشیوں نے اسی طرز کا ایک کلب انگلینڈ میں بھی بنایا۔ 1914 میں پہلی جنگ عظیم کے چھڑتے ہی ان بین الاقوامی سودخوروں نے اپنے ایک ایجنٹ کو حکم دیا کہ وہ ایک پرانے اور معروف لیکن قیمتی مینشن کو ایک جدید کلب میں تبدیل کردے۔ جو لوگ اس پر بے اندازہ دولت خرچ کر رہے تھے انہوں نے اپنی شناخت خفیہ رکھنے پر اصرار کیا۔ یہ کلب قائم کرنے والوں کا کہنا تھا کہ وہ مسلح فوج کے ان افسران کے لئے جنہوں نے بادشاہ اور ملک کے لئے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا ہے، سپاس کے جذبات کا اظہار چاہتے ہیں۔

کلب میں ہر طرح کے تعیش اور تفریح کے اسباب فراہم کئے گئے اور لطف و انبساط کے لئے ہر طرح کی سہولت ممکن بنائی گئی۔ کلب کا استعمال مسلح فوج کے ان حاضر کمیشنڈ افسران تک محدود تھا جو لندن چھٹیوں پر آئے ہوئے ہوں۔ نئے مہمان کو صرف اسی صورت میں خوش آمدید کہا جاتا تھا جب اس کا ساتھی افسر اس کو کلب میں متعارف کروائے۔ اس نو قائم شدہ کلب کا نام گلاس کلب رکھا گیا۔

آمد پر مہمان فوجی افسر کا کلب میں ایک انٹرویو ہوتا تھا۔ اگر وہ دوران انٹرویو مطمئن کردے تو اس کو بتایا جاتا تھا کہ کلب کس طرح کام کرتا ہے۔ کلب میں داخلے سے قبل ایک حلف لیا جاتا تھا کہ وہ کلب چھوڑنے کے بعد کسی کو بھی ان افراد کی شناخت نہیں بتائے گا جن سے اس کی دوران قیام ملاقات ہوگی۔ یہ عہد لیتے ہوئے اس افسر کو بتایا جاتا تھا کہ یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ کلب میں قیام کے دوران اس کی ملاقات متعدد خواتین سے ہوگی جو معاشرے میں بلند مقام رکھتی ہیں۔ ان سب کے چہروں پر ماسک ہوگا۔ اس افسر سے کہا جاتا تھا کہ وہ ان کو شناخت کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس سے قسم لی جاتی تھی کہ اگر حادثاتی طور پر وہ ان میں سے کسی کو پہچان لے تو ان کی شناخت کو خفیہ رکھے گا۔

ان ابتدائی امور کو پورا کرنے کے بعد اس افسر کو ایک پرائیویٹ روم میں لے جایا جاتا تھا جس کی آرائش انتہائی پر تعیش انداز میں کی گئی ہوتی تھی۔ اس میں ایک زبردست ڈبل بیڈ، ڈریسنگ ٹیبل، وارڈ روب، شراب کے بہترین برانڈ، بہترین سگار اور پرائیویٹ ٹوائلٹ اور باتھ شامل تھا۔ اس کو مطلع کیا جاتا تھا کہ کچھ دیر کے بعد اس کے کمرے میں ایک دلکش خاتون آئیں گی جنہوں نے اس کے کمرہ کے نمبر کا ایک بروچ اپنے کپڑوں پر لگا رکھا ہوگا۔ ان سے لطف اٹھانے کے بعد اگر وہ انہیں اپنے ساتھ ڈنر پر نیچے ڈائننگ ہال میں لے جانا چاہے تو لے جا سکتا ہے۔

کمرہ استقبالیہ جہاں پر مہمان افسران اور ان کے میزبان ڈنر سے پہلے ملتے تھے اور ڈرنک کرتے تھے کسی شاہی محل کا منظر پیش کرتا تھا۔ کمرہ ضیافت اتنا بڑا تھا کہ اس میں پچاس جوڑے سما سکتے تھے۔ کمرہ رقص اس طرح بنایا گیا تھا کہ اکثریت رقص کرے اور تماشائی چند ہی ہوں۔ قیمتی سامان آرائش، زریں پردوں، ہلکی ہلکی روشنی، مدھم مدھم سی موسیقی، انتہائی قیمتی اور انمول خوشبویات، حسین ملبوسات میں ملبوس دلکش ترین خواتین، یہ سب مل کر ماحول کو ایسا بنا دیتے تھے جیسا کہ جنت کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ یہاں کا ماحول اس طرح ترتیب دیا گیا تھا کہ یہ فوجی افسران پہلے اپنے آپ کو انتہائی ریلیکس محسوس کریں اور پھر ایک پر تعیش رومن چھٹی پر۔ اس کلب میں کچھ بھی فحش نہیں تھا۔ یہ سب کچھ انتہائی خوبصورت، نفیس اور پرسکون تھا۔ جنگوں میں ہونے والی سفاکی، خونریزی اور تھکن کے بالکل برعکس۔ رقص کے دوران تفریح طبع کے مختلف پروگرام پیش کئے جاتے جس کو دیکھ کر سب محظوظ ہوتے اور قہقہے لگاتے۔ شام کو ایک زبردست بوفے کا انتظام ہوتا جس میں مچھلی اور شکار کئے ہوئے ہرن، غرض ہر قسم کی بہترین اور لذیذ ڈش موجود ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ ایک زبردست بار بھی ہوتا جس میں بہترین اقسام کی شرابیں بھی ہوتیں۔ نصف شب سے لے کر ایک بجے رات تک پانچ طرحدار رقاصائیں سات نقابوں کا مشہور ترین رقص پیش

کرتیں۔ یہ رقص جب شروع ہوتا تو خوبصورت رقاصائیں پورے لباس میں ملبوس ہوتیں حتیٰ کہ ان کے چہرے پر بھی نقاب ہوتا۔ پھر جوں جوں رقص میں تیزی آتی جاتی یہ نقاب بدتریج اترتے چلے جاتے۔ رقص کے اختتام پر یہ رقاصائیں مکمل برہنہ ہوتیں۔ رات گئے یہ تھکے ہوئے جوڑے اپنے لئے مخصوص کمروں کی طرف لوٹ جاتے۔

دوسرے دن یہ مہمان افسران ٹینس اور بلیئرڈ وغیرہ کھیلتے یا پھر تیراکی سے لطف اٹھاتے۔ مونٹی کارلو کی طرز کا ایک کارڈ روم بھی ان کی تفریح طبع کے لئے بنایا گیا تھا۔

نومبر 1916 میں حکومت کی ایک اعلیٰ اور اہم شخصیت کو یہ کہہ کر گلاس کلب مدعو کیا گیا کہ وہاں پر اس کو برطانوی حکومت کے بارے میں اہم اطلاعات دی جائیں گی۔ وہ اپنی پرائیویٹ کار میں وہاں پر پہنچا اور ڈرائیور کو انتظار کا کہہ کر اندر چلا گیا۔ اندر اسے ایک پرائیوٹ کمرہ میں لے جایا گیا جہاں پر اس کو ایک عورت نے آکر جوائن کیا۔ مگر اس شخص کو دیکھ کر وہ تقریباً بیہوش ہی ہوگئی کیونکہ وہ اس کا اپنا شوہر تھا۔ ان دونوں کی عمروں میں بہت تفاوت تھا اور وہ عورت وہاں پر آنے والے افسران کی میزبانی کیا کرتی تھی۔ دونوں کے لئے یہ خاصی پریشان کن صورتحال تھی۔

وہ عورت کچھ بھی نہیں جانتی تھی اور نہ ہی اس کے پاس کوئی خفیہ اطلاع تھی۔ اس کو یہ کہہ کر ورغلایا گیا تھا کہ اس کا شوہر دل پھینک ہے اور اس کا وفادار نہیں۔ یہ منہ درمنہ ملاقات اس کے نزدیک محض ایک بدقسمتی تھی۔ اس کے شوہر کو بتایا گیا تھا کہ اس کی بیوی بے وفائی کر رہی ہے مگر اب اس کو دیکھ کر اس کے ہونٹ ایسے سل گئے تھے جیسے مردہ۔ وہ حکومت کا انتہائی اہم افسر تھا اور کوئی بھی اسکینڈل برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اب وہ خفیہ طاقت کے ایجنٹوں کے ہاتھوں بلیک میل ہونے پر مجبور تھا۔ مختلف شخصیات کو گھیرنے کے طریقے مختلف تھے۔

اس کلب کا ہر ملازم چاہے وہ مرد ہو یا عورت، جاسوسی کے ایک نیٹ ورک کا حصہ تھا۔ جو بھی وہ

دیکھتا تھا یا سنتا تھا وہ اپنے باس کو جا کر بتاتا تھا جو ایک بلیک بک میں درج کر دیا جاتا تھا۔ بلیک بک میں ہر آنے والے کے بارے میں تمام تر تفصیلات درج ہوتی تھیں۔ اس کے خاندان، مالی حالات، اس کے خانگی حالات، کمزوریاں اور خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ اس کی انسیت، سب کچھ اس بلیک بک کا حصہ تھا۔

اسی نومبر 1916 میں ایک رکن پارلیمنٹ نے گلاس کلب کا اصل چہرہ لانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی مدد تین فوجی افسران کر رہے تھے جو ابتدا میں اس کلب کی سرپرستی کرتے رہے تھے۔ ایک واقعے کے بعد جس میں ان سے معلومات حاصل کرنے کے لئے ان کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی گئی تھی وہ مشتبہ ہوگئے تھے کہ یہ جاسوسی کے نظام کا ایک بڑا نیٹ ورک ہے۔ یہ معلومات جنگ میں دشمن کے لئے انتہائی اہم تھیں۔ گلاس کلب کا اصل چہرہ سامنے لانے کے اس ایڈونچر میں ان کے ہمراہ ایک آسٹریلین خاتون، اس کا ڈرائیور اور معاشرے میں اعلیٰ مقام کے حامل افراد کی بیویاں اور بیٹیاں بھی شامل تھیں۔

اصل حقائق کو جاننے کی کوششوں کو دبا دیا گیا مگر بلیک بک کے بارے میں پارلیمنٹ کو بھی بتایا گیا اور اخبارات کو بھی۔ حکومت نے اس اسکینڈل کو ایک آفت قرار دیا جو اس وقت ٹوٹ پڑی جب ملک کی فوج فضاء، زمین اور سمندر ہر جگہ دشمن سے نبرد آزما تھیں۔

اس اسکینڈل کے منظر عام پر آتے ہی خفیہ طاقتوں کے آلہ کاروں نے اپنا کام شروع کر دیا اور وزیر اعظم پر حملے شروع کر دیئے۔ وزیر اعظم پر الزام لگایا گیا کہ ان کی حکومت میں ایسے افراد شامل ہیں جو ان مناصب کے اہل ہی نہیں۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ جنگ سے قبل ان کے جرمن صنعتکاروں اور سرمایہ کاروں کے ساتھ خصوصی تعلقات تھے۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ ان کے قیصر کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں۔ ایسکوئیتھ کو "جناب دیکھو اور انتظار کرو" کا نام دیا گیا۔ گلاس کلب میں

تفریح کرنے والے ایک ایک وزیر کا نام اچھالا گیا۔ اس طرح بادشاہ کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ دوران جنگ اپنے سیاسی گھوڑوں کو تبدیل کر دے۔ ایسکوئیتھ کی حکومت کو ایک مخلوط حکومت سے تبدیل کیا گیا جس کی سربراہی ڈیوڈ لائیڈ جارج David Lloyd George کر رہا تھا اور ونسٹن چرچل Winston Churchill اور بالفور Ballfour اس کے دیگر دو اہم رکن تھے۔

وہ تینوں فوجی افسران جنہوں نے گلاس کلب کا راز فاش کیا تھا، مشتبہ طور پر دوران جنگ مار دیئے گئے۔ جنگ کے دوران کسی بھی موت کی تاویل پیش کی جا سکتی ہے۔ آسٹریلین لیڈی اور اس کے ڈرائیور کو ڈیفنس ایکٹ کے تحت حراست میں لے لیا گیا اور وہ رکن پارلیمنٹ جس نے اس راز کو افشاء کرنے کی جسارت کی تھی، کو ریٹائر ہونا پڑا۔ یہ تھا الومیناتی سے ٹکرانے کا انجام۔

1914 میں جب جنگ عظیم اول کا آغاز ہوا اس وقت ایچ ایچ ایسکوئیتھ برطانیہ کا وزیر اعظم تھا۔ وہ صیہونیوں کا مخالف تھا۔ جنگ کا آغاز ہوتے ہی بین الاقوامی بینکاروں نے ایسکوئیتھ کو ہٹانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کی جگہ اہم کردار ڈیوڈ لائیڈ جارج کو دینے کا فیصلہ کیا گیا کیوں کہ وہ روتھس شیلڈ کے مرتب کئے گئے منصوبے صیہونی ازم کا وکیل Solicitor تھا جبکہ ونسٹن چرچل اپنی ابتدائے سیاست سے ہی صیہونی ازم کا زبردست حامی تھا۔

1917 میں بین الاقوامی بینکار بالشوازم اور صیہونیت دونوں کی مدد و حمایت کر رہے تھے۔ یہ ناممکن ہے کہ برطانوی کابینہ کو یہ علم ہی نہ ہو کہ کیا ہو رہا ہے۔ خصوصاً ایسی صورتحال میں جب برطانوی حکومت نے ٹراٹسکی کو مداخلت کر کے رہائی دلوائی ہو۔ نیویارک سے روس واپسی پر ٹراٹسکی کو ہیلی فیکس کے مقام پر کینیڈا کی حکومت نے گرفتار کر لیا تھا۔ برطانوی حکومت نے اپنے سفارتی اثر و رسوخ استعمال کر کے نہ صرف ٹراٹسکی کو رہائی دلوائی بلکہ اس کو سفارتی پناہ میں سرحد بھی پار کروائی۔ روسی بادشاہت کا خاتمہ اس بات سے مشروط تھا کہ نئی حکومت اتحادی فوج کے ساتھ شامل

برسرپیکار روسی فوجوں کو واپس کیمپوں میں بلا لے گی۔ اس طرح جرمنی کی مشرقی سرحد پر مصروف فوج فارغ ہو گئی جو اس نے مغربی سرحد پر لگا دی۔ یہ تمام صورتحال جاننے کے باوجود بھی کچھ کرنے کے بجائے ان منصوبوں کی تکمیل ہونے دی گئی۔ برطانوی حکومت اس صورتحال سے پوری طرح باخبر تھی اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر کابینہ میں غور ہوا تھا اور لارڈ کچنر Lord Kitchener کو روسی فوجوں کی دوبارہ تعیناتی پر گفتگو کے لئے بھیجنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ لارڈ کچنر ایچ ایم ایس ہیمپشائر نامی H M S Hampshire بحری جہاز پر روس کے لئے روانہ ہوئے مگر یہ جہاز پراسرار انداز میں 5 جون 1916 کو ڈوب گیا۔ اس حادثے میں سوائے ایک درجن کریو کے کوئی بھی زندہ نہیں بچا۔ برطانوی حکومت نے اعلان کیا کہ اس جہاز کو جرمنوں نے ڈبویا۔ بعد میں یہ جھوٹ ثابت ہوا۔ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ جہاز کے کمپاس خراب کر دیئے گئے تھے جس کی بناء پر جہاز زیر زمین چٹانوں سے جا ٹکرایا۔ جرمن چیف آف اسٹاف جنرل ایرک وان لوڈینڈوف General Erich Von Ludendorf نے بھی اس کی تردید یہ کہہ کر کی کہ جرمن بحریہ کا نشانہ یا تو یو بوٹس تھیں یا پھر بارودی سرنگیں۔ جرمن بحریہ جہازوں کو تباہ نہیں کر رہی تھی۔ جرمن چیف نے اس جہاز کی تباہی کو جرمنی کے لئے قدرت کی مدد قرار دیا۔

یہ بین الاقوامی بینکار اس بات کو بالکل برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ عارضی حکومت کے خاتمہ اور مانشویک کے 1917 میں اٹھنے سے قبل روسی فوج کی تنظیم نو ہو جائے۔ اگر لارڈ کچنر روسی فوج کی تنظیم کر دیتا تو اس بات میں انتہائی شبہ ہے کہ لینن اور ٹراٹسکی وہ کچھ کر پاتے جو انہوں نے کیا۔ یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے کہ لارڈ کچنر اور چرچل کے درمیان جنگی معاملات پر خاصے اختلافات رہے تھے۔ لارڈ کچنر نے اینٹورپ Anteworp میں برطانوی بحریہ بھیجنے کی شدید مخالفت کی تھی اس طرح ڈارڈانیلیس Dardanelles کی مہم جوئی کی بھی اس نے مخالفت کی تھی۔ یہ دونوں

قسمت آزمائیاں برطانیہ کو بڑی مہنگی پڑیں۔ ڈارڈانیلیس کی مہم جوئی کامیابی سے ہمکنار ہوسکتی تھی اوراس کے نتیجے میں جنگ عظیم اول کا خاتمہ بھی، اگر چرچل اس بات کا انتظار کر لیتا کہ بحریہ اور بری فوج مشترکہ آپریشن کی تیاری کر لیں۔

جب چرچل نے ڈارڈانیلیس پر صرف بحریہ کو حملہ کرنے کا حکم دیا تو اس کو ابتدا میں ہی اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا جس کے بعد اس میں بری فوج کو بھی شامل ہونے کا حکم دیا گیا۔ تاہم دونوں مرتبہ لارڈ کچنر کے اعتراضات کو نظرانداز کر دیا گیا۔ ڈارڈانیلیس پر حملہ کے وقت فوج کی تعداد مطلوبہ تعداد سے کم تھی، یہ کم تربیت یافتہ تھی اور اس قسم کے ٹاسک کے لئے اس کے پاس مطلوبہ استعداد بھی نہیں تھی۔ اسے مناسب میڈیکل ایڈ اور کمک کی سہولت بھی حاصل نہیں تھی۔ انہیں ایک ایسی فرسٹ کلاس فوج پر حملہ کے لئے مجبور کیا گیا جس کے کمانڈر پہلے سے ہی اس خطرے کے لئے تیار تھے۔ مزید براں اس قسم کے حملے سے پہلے اتحادی فوج کو زمینی اور بحری رکاوٹیں دور کرنی تھیں جو نہیں کی گئیں اس طرح سے یہ مہم ابتدا سے ہی ناکامی کا شکار ہوگئی۔

روس کے بارے میں برطانوی مخلوط حکومت کی پالیسی محض امریکہ کے سودخوروں کے تابع تھی۔ اسے مندرجہ ذیل حقائق سے بھی ثابت کیا جاسکتا ہے۔

مانشویک نے روس میں 1917 میں انقلابی مہم شروع کی اور زار کو 15 مارچ 1917 کو تخت چھوڑنا پڑا۔

نیویارک کے کہن اینڈ لوئیب کے پارٹنر جیکب ایچ شف نے فوری طور پر اتحادیوں کو مالی معاونت پر عائد پابندی اٹھالی۔ اپنے باپ جیکب شف کی ہدایت پر مورٹیمر شف Mortimer Schiff نے سرارنسٹ کیسل کو کیبل بھیجا جس میں اس نے کہا کہ، "جرمنی کے موجودہ اقدامات اور روس میں ہونے والی نئی صورتحال کی بناء پر اتحادی حکومت کی مالی معاونت کو ہم مزید نہیں

روک سکتے۔"

5 اپریل کو برطانوی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ سیکریٹری خارجہ آرتھر جیمس بالفور کو نیویارک بھیج رہی ہے تاکہ امریکی بینکاروں کو یہ بتایا جاسکے کہ حکومت برطانیہ سرکاری طور پر ان کے صہیونی سیاست کے منصوبے کو ماننے پر تیار ہوگئی ہے بشرطیکہ امریکہ جنگ میں اتحادیوں کے ساتھ شامل ہوجائے۔ امریکہ جنگ میں شامل ہوگیا اور پہلا فوجی دستہ فرانس کے ساحل پر 7 جون 1917 کو اتر گیا۔

18 جولائی کو روتھس شیلڈ نے بالفور کو لکھا کہ

ڈیئر مسٹر بالفور

آخر کار میں آپ کو وہ فارمولا بھیجنے کے قابل ہوگیا ہوں جس کے بارے میں آپ نے کہا تھا۔ اگر ہزمیجسٹی کی حکومت مجھے ایک پیغام بھیج دے کہ ہزمیجسٹی اور آپ اس فارمولے کو منظور کرتے ہیں تو میں اس کو صہیونی فیڈریشن کے اجلاس میں پیش کر دوں گا جو اسی مقصد کے لئے بلایا جائے گا۔

قرارداد کا مسودہ درج ذیل ہے۔

۱) ہزمیجسٹی کی حکومت نے اصولی طور پر منظور کرلیا ہے کہ فلسطین کی بطور یہودیوں کے وطن کے تشکیل نو کی جائے۔

۲) ہزمیجسٹی کی حکومت اس مقصد کے حصول کے لئے بہترین سعی کرے گی اور اس ضمن میں ضروری طریقے وضع کرنے کے لئے صہیونی آرگنائزیشن سے گفت وشنید کرے گی۔

بالفور اور برطانوی حکومت نے لارڈ روتھس شیلڈ اور اس کی صہیونی تنظیم کی جانب سے املا کرائی جانے والی تمام شرائط کو من وعن تسلیم کرلیا۔ اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد اگست میں سر ہربرٹ سیموئل Sir Herbert Samuel (جو وسکاؤنٹ Viscount کے اعزاز سے نوازے

گئے)، سر الفریڈ مونڈ Sir Alfred Mond (لارڈ کا خطاب دیا گیا) اور لارڈ روتھس شیلڈ برطانوی کابینہ پر زور دے رہے تھے کہ لارڈ ریڈنگ کو امریکہ میں اقتصادی مشن کا سربراہ بنا کر بھیج دیا جائے۔

ستمبر 1917 میں امریکہ کے ساتھ ہونے والی ڈیل کی تفصیلات تو کبھی منظر عام پر نہیں آئیں مگر اتنا ضرور منظر عام پر آیا کہ یہ ڈیل بنک آف انگلینڈ سے متعلق تھی۔ اس کے بعد ہی امریکی بنکاروں کی ہدایات کے عین مطابق بنک آف انگلینڈ کی تنظیم نو ہوئی اور پھر 1919 میں اس کی تعمیر نو ہوئی۔

ستمبر میں کہن لوئیب کے پارٹنر جیکب شف نے کسی مسٹر فرائیڈ مین کو صیہونیت کے بارے میں ایک سوال پر ایک طویل خط ارسال کیا۔ اس کے ایک پیراگراف میں اس نے کہا کہ، "مجھے یقین ہے کہ فلسطین میں ہمارے لوگوں کی وفور آمد اور ٹھہرانے سے امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی ساکھ بڑھے گی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مزید براں اگر جلد ہی آبادکاری بڑھ جاتی ہے تو ہمارے لوگوں کو کرائی گئی سابقہ یقین دہانیوں کی روشنی میں فلسطین کے اندر خودمختاری بھی ممکن ہے۔"

26 ستمبر 1917 کو کہن لوئیب کا قانونی مشیر اپنے ایک سرکردہ صیہونی دوست کو ایک خط میں لکھتا ہے کہ، "برطانوی یہودیوں کی لیگ کے میجر لیونل ڈی روتھس شیلڈ نے مجھے بتایا ہے کہ ان کی تنظیم امریکی یہودی برادری کے ساتھ ایک معاہدہ کر رہی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ اعلان بالفور ہے جس کو تمام طاقتیں تسلیم کر لیں گی، ڈپلومیسی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ صیہونیت ایک طویل المیعاد منصوبے کا ایک واقعہ ہے۔ یہ ایک ایسا موزوں پیمانہ شراب ہے جس پر موثر ترین ہتھیار جھول رہا ہے۔ اس سلسلے میں (مخالفین کا) ہونے والا تمام تر احتجاج رائیگاں جائے گا۔"

اس اعتراف کی روشنی میں چند عالمی واقعات پر نظر ڈالتے ہیں جو اس وقت محض حالات و واقعات کا شاخسانہ معلوم ہوتے تھے مگر بعد میں پتہ چلا کہ وہ عالمی سازش کا حصہ تھے۔

28 جنوری 1915 کو برطانوی وزیراعظم اسکوئیتھ نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ، "مجھے ابھی ابھی ہربرٹ سیموئل کی جانب سے فلسطین کے مستقبل پر ایک یادداشت موصول ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔۔ اس کا خیال ہے کہ اس سرزمین پر ہمیں تین سے چالیس لاکھ یہودی پلانٹ کر دینے چاہئیں۔ یہ منصوبہ بلکل ٹانسرڈ Tancred کا نیا ایڈیشن معلوم ہوتا ہے۔ میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ اس منصوبے سے میں قطعاً متاثر نہیں ہوا ہوں" اس طرح اسکوئیتھ نے اپنے آپ کو صیہونیت مخالف ثابت کر دیا تھا۔

برطانیہ کی اسلحہ ساز فیکٹریاں اگر ساری نہیں تو ان کی اکثریت ضرور معروف یہودیوں کی ملکیت تھیں۔ بلا کسی درست عذر کے 1915 سے 1916 کے دوران اچانک برطانیہ میں دھماکا خیز مواد بنانے والی فیکٹریوں میں کیمیکل کی قلت ہوگئی۔ روسی اتحادی کو جس اسلحہ و بارود کی فراہمی کا وعدہ کیا گیا تھا، وہ پورا نہیں ہوسکا۔ خود برطانیہ کے لئے درکار شیل کی تعداد اس قدر کم ہوگئی کہ اس کی راشننگ کرنی پڑی۔ اس کا ذمہ دار ایسکوئیتھ حکومت کو ٹھہرایا گیا مگر حقائق کچھ اور تھے۔

کیمیکل پروڈکشن کا انچارج سر فریڈرک ناتھان تھا۔ برونر Brunner اور مونڈ Mond کو درکار ضروریات پوری کرنے کا ٹاسک دیا گیا۔ سرکاری فنڈز سے انہوں نے سلور اسٹون میں کیمیکل بنانے کی ایک بڑی فیکٹری تیار کی۔ برطانوی حکومت نے جنگ میں تعاون کرنے پر ان یہودیوں کی کارکردگی کو زبردست طریقے سے سراہا۔ ان کی خدمت میں گلدستے پیش کئے گئے۔ سر الفریڈ مونڈ کو بادشاہ کا کمشنر برائے ورکس مقرر کردیا گیا۔ بعدازاں الفریڈ مونڈ فلسطین میں یہودی ایجنسی کا سربراہ مقرر کیا گیا۔

فیکٹری کی عمارت تعمیر مکمل ہوتے ہی اس میں فوری طور پر کام شروع کر دیا گیا اور فیکٹری نے ریکارڈ وقت میں اپنی پروڈکشن شروع کر دی۔ ابھی سلوراسٹون کی فیکٹری نے پروڈکشن شروع کی ہی تھی کہ یہ بھک سے اڑ گئی۔ اس حادثے میں چالیس افراد جھلس کر مر گئے اور آٹھ سو سے زائد گھر اور عمارتیں تباہ ہو گئیں۔

روس سے وعدہ کئے گئے اسلحہ و گولہ بارود کی بروقت فراہمی نہ ہونے سے روس کو مشرقی محاذ پر برے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اخباری رپورٹس کے مطابق ان روسی فوجیوں کو لاٹھی اور ڈکوں سے زبردست مسلح جرمن فوجیوں سے دست بہ دست لڑنا پڑا جنہوں نے ان کا بے دریغ قتل عام کیا۔

پروفیسر برنارڈ پیریز Professor Bernard Pares (ان کو بعد ازاں نائٹ ہڈ کے خطاب سے نوازا گیا) کا جارج لائیڈ کے نام ایک خط یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ روسی فوج کو اسلحہ کی ترسیل جان بوجھ کر روکی گئی تاکہ جنیوا اور نیویارک میں بیٹھے ہوئے بین الاقوامی بینکاروں کے منصوبے کے مطابق روس میں انقلاب کی راہ ہموار کی جاسکے۔ پروفیسر پیریز کے 1915 میں لکھے گئے خط میں کہا گیا کہ، "میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میسرز وانکرز میکسم اینڈ کمپنی Vickers-Maxim & Co کی جانب سے روس کو اسلحہ کی فراہمی جو پانچ ماہ قبل ہونا تھی میں بدقسمت ناکامی سے دونوں ممالک کے تعلقات خطرے کا شکار ہو گئے ہیں اور خاص طور سے موجودہ جنگ میں ان کا تعاون بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں پورے یقین سے بتاتا ہوں کہ اب تک روس کو انگلینڈ سے کوئی بھی سپلائی نہیں دی جاسکی ہے۔" ڈیوڈ لائیڈ جارج اس وقت خزانے کا چانسلر تھا اور جنگی اخراجات اس کی ذمہ داری تھے۔ میسرز وانکرز میکسم اینڈ کمپنی کو سرارنسٹ کاسل کنٹرول کر رہے تھے جو نیویارک کی کہن اینڈ لوئیب کے تجارتی شراکت دار تھے۔ اس طرح وہ برطانیہ کے روتھس شیلڈ اور جرمنی و فرانس کے عالمی بینکاروں کے ساتھ رابطے میں تھا۔

جب پروفیسر پیریز کا یہ خط کابینہ میں زیر بحث آیا تو وہاں پر لائیڈ جارج نے حکومتی پالیسی کا یہ کہہ کر دفاع کیا کہ " بھلائی گھر سے شروع ہوتی ہے۔ فرانس میں لڑنے والی ہماری اپنی فوج کے پاس صرف چار مشین گنیں فی بٹالین ہیں۔ روس کو برامدات سے پہلے ہمیں اپنے ان سپاہیوں کو صحیح طور پر مسلح کرنا چاہیے۔"

اس کے جواب میں لارڈ کچنر نے کہا کہ، "میں ایسے وقت فی بٹالین چار مشین گنوں کو تعیش سمجھتا ہوں جب ہم روس کو وعدہ کے مطابق اسلحہ کی فراہمی میں ناکام ہو جائیں جس کے نتیجے میں روس میں ہر چھ آدمی پر ایک رائفل بچی ہے۔"

اس موقع پر بین الاقوامی سازشیوں نے لارڈ کچنر کی شخصیت کو پاش پاش کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اس ٹولہ نے تھوڑے سے ہی وقت میں پوری دنیا میں یہ بات پھیلا دی کہ لاڈ کچنر کے نزدیک فرانس میں لڑنے والی برطانوی فوج کے پاس فی بٹالین چار مشین گنوں کی دستیابی عیاشی ہے۔ اس وقت کنٹرولڈ پریس کے ذریعے اس امر کو یقینی بنایا گیا کہ لارڈ کچنر یا ان کے بہی خواہوں کی جانب سے کوئی بھی دفاعی یا وضاحتی مضمون و بیان اخبارات میں نہ آنے پائے۔

روسی انقلاب کے تانے بانے نیویارک میں بیٹھے ہوئے بینکار بن رہے تھے۔ ایک رپورٹ کے مطابق، "4 فروری 1916 کو نیویارک میں روسی انقلابی پارٹی آف امریکہ کا ایک اجلاس ہوا جس میں 62 مندوبین نے شرکت کی۔۔۔۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ خفیہ رپورٹوں کے مطابق اس وقت روس میں انقلاب کے لئے فضا انتہائی سازگار ہے۔۔۔۔۔۔ ان مندوبین کو یقین دہانی کروائی گئی کہ انقلاب کے لئے درکار فنڈز وافر دستیاب ہیں جو روسی عوام کو جبر واستبداد سے نجات دلانے کے ہمدرد فراہم کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں جیکب شف کا نام بار بار لیا گیا۔۔"

اس وقت جیکب شف کہن لوئیب اینڈ کمپنی کا سینیئر پارٹنر تھا اور اس اجلاس میں شرکت کرنے والے

تمام مندوبین وہ تھے جو 1905 کی بغاوت میں سرگرم حصہ لے چکے تھے۔ ایک مرتبہ پھر ان لوگوں کو بغاوت کی آگ بھڑکانے کے لئے استعمال کیا گیا مگر فتح کا پھل لینن کی گود میں ڈال دیا گیا۔ اس کا فیصلہ جیکب شف اور اس کے ساتھی بین الاقوامی بینکاروں نے کیا۔

بین الاقوامی سطح پر صیہونیت کو ہر طرح کی مدد فراہم کی جانے لگی۔ جنگ عظیم اول کی وجہ سے صیہونیت کی تحریک کا مرکز برلن خالی کرنا پڑا اور تمام اختیارات نیویارک میں جسٹس ایل ڈی برانڈیز Jusitce L D Brandeis کی سربراہی میں قائم کی گئی عارضی صیہونی ایمرجنسی کمیٹی کو سونپ دیئے گئے۔ ترکی، شام، بغداد، فلسطین اور بغداد ہر جگہ سے تمام اثاثے امریکی سفارتخانوں کے ذریعے نیویارک محفوظ طریقے سے منتقل کردیئے گئے۔

صیہونیت کی تحریک میں ڈزرائیلی Disraeli کے علاوہ جس شخص نے بین الاقوامی بینکاروں کے ایجنٹ کے طور پر سرگرمی کے ساتھ کام کیا اس کا نام ہے اوٹو کان Otto Kahn ۔ اس نے اپنے اصل انقلابی رنگ کو چالاکی کے ساتھ چھپائے رکھا۔ وہ یکے بعد دیگرے کئی ممالک کی قومیت حاصل کرتا رہا اور اپنے آپ کو ان ممالک کا محبِ وطن شہری بھی ثابت کرتا رہا۔ کان جرمنی میں پیدا ہوا اور بالکل پال وارن برگ کے نقش قدم پر چلتا ہوا امریکہ کی سرزمین پر پہنچا۔ ابتدا میں اس نے اسپیئر اینڈ کمپنی میں بطور کلرک ملازمت اختیار کی۔ بعدازاں وارن برگ ہی کی طرح کہن لوئیب اینڈ کمپنی میں شراکت اختیار کرلی۔ اس نے کہن لوئیب اینڈ کمپنی کے ایک بانی وولف کی پوتی سے شادی کی۔ ان مسٹر اینڈ مسز کان کا اتنا اثر ورسوخ تھا کہ جب 1931 میں مسز کان نے ماسکو کا دورہ کیا تو ان کا سرکاری استقبال کیا گیا۔ سوویت حکومت نے ان کے اعزاز میں ایک پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ اسٹالن کی ریڈ آرمی نے ان کے اعزاز میں گارڈ آف آنر بھی دیا۔

2 اپریل 1931 میں ڈیلی ہیرالڈ میں ہینن سوافر Hannen Swaffer کا ایک مضمون

شائع ہوا جس میں اس نے لکھا کہ، "میں لکھ پتی اوٹو کان کو کئی برسوں سے جانتا ہوں۔ میں اس وقت سے اس کو جانتا ہوں جب وہ ایک پیٹریاٹک جرمن تھا۔ میں اسے اس وقت بھی جانتا تھا جب وہ پیٹریاٹک امریکی تھا۔ قدرتی طور پر جب وہ برطانیہ کے ہاؤس آف کامن میں داخل ہونا چاہتا تھا اس نے پیٹریاٹک پارٹی جوائن کی۔ وہ انگلش اسپیکنگ یونین کا صدر ہوتے ہوتے رہ گیا کیونکہ حادثاتی طور پر اس کی انقلابی سرگرمیاں آشکار ہوگئی تھیں۔ یہ بات راز نہیں رہی تھی کہ اس کا گھر سوویت ایجنٹوں نینا اسمورو ڈین Nina Smorodin، کلیری شیریدان Claire Sheridan، لوئیس برائینٹ Louise Bryant اور مارگریٹ ہیریسن Margaret Harrison کی ملاقاتوں اور سازشوں کا مرکز تھا"۔

یہ مسئلہ کہ لینن اور ٹراٹسکی مشترکہ انقلابی کاوشوں کو کون فنانس کرے گا اور یہ رقومات کس طرح فراہم کی جائیں گی 1917 کی گرمیوں میں اس طرح حل کیا گیا کہ رقوم کی ترسیل کا مرکز اسٹاک ہوم سویڈن کو مقرر کیا گیا۔ بین الاقوامی بینکاروں نے اسٹاک ہوم کو اس لئے چنا کہ وہ ایک غیر جانبدار ملک تھا اور دوسرے وہاں پر دیگر ممالک کی جاسوسی کا نظام اتنا مضبوط نہیں تھا۔ یہ مالی معاونت فراہم کرنے کے لئے ہونے والے اجلاسوں میں برطانیہ، جرمنی، فرانس، امریکہ اور روس سے تعلق رکھنے والے بینکاروں کے نمائندے شریک ہوئے۔ ان اجلاسوں میں فیصلہ کیا گیا کہ انقلاب فرانس کو نیویارک کی کہن لوئیب اینڈ کمپنی فنانس کرے گی۔ کہن لوئیب نے بنک آف سویڈن میں لینن اور ٹراٹسکی کے اکاؤنٹ میں پانچ کروڑ ڈالر منتقل کردیئے۔

یہ تمام معلومات امریکہ اور برطانیہ کے انٹیلی جنس افسران نے فوری طور پر اپنے ممالک کو فراہم کردیں۔ ان معلومات پر مبنی کاغذات کی حفاظت کرتے ہوئے پیٹرز برگ میں برطانوی سفارتکار کمانڈر ای این کرومی E N Cromie نے اپنی جان اس وقت دے دی جب انقلابیوں نے

برطانوی سفارتخانہ کی عمارت کو نذر آتش کردیا۔ روس میں برطانوی سفارتخانہ کی بندش کے بعد برطانوی مفادات کی حفاظت نیدر لینڈ کا سفارتخانہ کررہا تھا۔ پیٹروگراڈ میں نیدر لینڈ کے سفیر آوڈینڈ یک Oudendyke نے بھی اس بارے میں برطانیہ کو خبردار کیا۔ یہ تنبیہہ بعدازاں بادشاہ نے بالشویک انقلاب پر سرکاری طور پر شائع کردہ وائٹ پیپر میں بھی شامل کی۔

جیکب شف کے منصوبہ کے مطابق ٹراٹسکی اور اس کا جتھ نیویارک سے روس کے لئے روانہ ہوگیا مگر اس میں اس وقت رکاوٹ آگئی جب ان سب کو کینیڈا کی حکومت نے نوواسکوٹیا میں ہیلی فیکس کے مقام پر گرفتار کرلیا۔ بین الاقوامی بینکار دوبارہ سرگرم عمل ہوگئے اور برطانوی حکومت نے اس پر سرکاری طور پر احتجاج کیا، ان کو رہا کروایا اور ان سب کو برطانوی سفارتی حفاظت میں سرحد پار کروائی۔

اس سلسلے میں پیٹروسکی Petrovsky لکھتا ہے کہ 1917 میں ہونے والے مذاکرات میں جرمن جنرل اسٹاف کی درخواست پر برطانوی حکومت نے ایم ایم لٹوینوف M M Litvinov کو چھوڑنے پر آمادگی ظاہر کردی۔ لٹوینوف کی ذاتی کہانی بھی خاصی دلچسپ ہے۔ جب وہ پیدا ہوا تو اس کے والدین نے اس کا نام فنکلیسٹن Finklestin رکھا۔ جب اس نے انقلابی تحریک میں شمولیت اختیار کی تو نام بدل کر میئر والیخ Meyer Wallach رکھ لیا۔ جب وہ لینن اور بالشویک کے زیادہ نزدیک ہوا تو ایک مرتبہ پھر اپنا نام تبدیل کرچکا تھا۔ اب اس کا نام میکسم لٹوینوف Maxim Litvinov تھا۔ اسے حکومت برطانیہ نے جرمنی کے لئے جاسوسی کے الزام میں گرفتار کرلیا تھا۔

اپنی آزادی کے فوری بعد لٹوینوف روس پہنچا اور کرنسکی کی عارضی حکومت کو ختم کرنے میں مدد کی۔ وہ 1933 سے لے کر 1939 تک اسٹالن کا وزیر خارجہ بھی رہا۔ اسے 1935 میں کمیونسٹ

پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا رکن منتخب کیا گیا۔ قتل کرنے، لوٹی گئی رقم کو ٹھکانے لگانے، جاسوسی اور بین الاقوامی گینگسٹرز کے طور پر اس کی صلاحیتوں کا شہرہ اس وقت پوری دنیا میں ہوا جب اسے اقوام متحدہ میں سلامتی کونسل کا صدر مقرر کیا گیا۔ ایسے مجرمانہ ریکارڈ رکھنے والے شخص کو صرف بین الاقوامی بینکار ہی رہا کرواسکتے تھے اور ایسے شخص کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا صدر بھی یہ بین الاقوامی بینکار ہی منتخب کراسکتے تھے۔ اس طرح ایسے اشخاص کے ذریعے الومیناتی اقوام متحدہ پر حکومت کررہی تھی۔

یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جنگ کے دوران بھی فرانس، برطانیہ، جرمنی، روس اور امریکہ کے بینکار مل جل کر اشتراک کے ساتھ کام کررہے تھے۔ یہ انہی بینکاروں کا اثر ورسوخ تھا کہ برطانیہ میں ایسکوئیتھ کی معزولی کے بعد مخلوط حکومت نے زمام اقتدار سنبھالی تو جاری جنگ عظیم اول کو روکنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ بلکہ یہ جاننے کے باوجود بھی کہ روس میں انقلاب کی کامیابی کی صورت میں مشرقی سرحدوں سے فوج ہٹالی جائے گی جو اتحادیوں کے لئے نقصان دہ ہے، انقلاب روس کو روکنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ لائیڈ جارج نے اعلان کیا کہ برطانوی حکومت روتھس شیلڈ کے منصوبوں کے عین مطابق فلسطین میں یہودیوں کے وطن کے منصوبے کی حمایت کرے گی۔

یہودیوں کی عملداری میں قائم بالشویک پارٹی کی 1905 میں انقلاب کی کوششیں ناکام ہوچکی تھیں۔ انہوں نے 1917 میں دوبارہ اس کا آغاز کیا اور ایک بار پھر ابتدا میں وہ کامیابی کے قریب تھے۔ وہ پیٹروگراڈ میں سوویت کو قائم بھی کرچکے تھے۔ جب تک گیند گول کے نزدیک نہ پہنچ جائے بین الاقوامی بینکار اس بات کو بالکل نظرانداز کردیتے ہیں کہ کھیل میں گیند کس کے پاس ہے۔ لیکن جیسے ہی گول اسکور کرنے کا وقت نزدیک آتا ہے وہ نہ صرف میدان میں کود پڑتے ہیں

بلکہ کھیل کو بھی اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔اس کے بعد کھیل کے قوانین اور ضابطے بھی ان کی مرضی سے مقرر ہوتے ہیں اور حسب ضرورت تبدیل بھی ہوتے رہتے ہیں۔روس میں کھیل کا مقصد ایک کلیت پسند ریاست کا قیام تھا۔اس کا ڈائریکٹر وہ لینن کو مقرر کر چکے تھے۔جوائنٹ اسٹاک کمپنی کے اصول کے مطابق وہ پس پردہ تھے اور سامنے اسٹیج پر ان کے فرنٹ مین کام کر رہے تھے۔ہر مرتبہ کی طرح روس میں بھی تمام بدترین صورتحال کا ذمہ دار کمیونسٹ ہجوم کو ٹھہرایا گیا اور یہ سازشی محفوظ رہے۔

17 جولائی 1917 کو بالشویک نے لینن کی قیادت میں حکومت مخالف تحریک شروع کی۔اس دوران بلیک سنڈے کا واقعہ رونما ہوا اور کمیونسٹ رہنما فرار ہو گئے اور چند گرفتار۔لینن اور زینونیف فرار ہو کر چھپ گئے۔ٹراٹسکی،کامینیف اور لونز چارسکی گرفتار ہونے والوں میں شامل تھے۔اسٹالن جو اس وقت پراودا کا ایڈیٹر تھا اس کو نہیں چھوا گیا۔انقلاب کے بعد شہزادے ایلووف Prince Lvov نے استعفٰی دے دیا اور کرنسکی جس کو یہودی نپولین بھی کہا جاتا ہے وزیر اعظم بن گیا۔کرنسکی ایک شعلہ بیان مقرر تھا۔اس نے فوجیوں اور عوام میں جنگ کی حمایت میں جذبات پیدا کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔

کرنسکی کا اثر تیزی سے کم ہونے لگا۔لینن اب پہلے سے بھی زیادہ مصروف ہو گیا۔اس نے 8 اگست کو رشین سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی چھٹی کانگریس طلب کر لی۔اس کانگریس کے نتیجے میں وہ متفرق انقلابی گروپوں کا متفقہ لیڈر کا روپ دھار گیا۔ایک سال کے اندر اندر اس نے اس متفقہ گروپ کو کمیونسٹ پارٹی کا نام دے دیا۔اس کانگریس میں ایک خفیہ کمیٹی بھی تشکیل دی گئی جس کا نام اکتوبر سنٹرل کمیٹی رکھا گیا۔یہ کمیٹی 26 ارکان پر مشتمل تھی جن کا کام اکتوبر میں انقلاب لانے کے لئے کام کرنا تھا۔اس موقع پر اسٹالن کو بھی پریزیڈیم کا رکن منتخب کر لیا گیا۔اکثر لوگوں

کا یہ خیال ہے کہ اسٹالن کو اس کا موقع اس لئے مل گیا کہ سینئر لیڈران کی اکثریت جیل میں تھی جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ لینن جن خفیہ طاقتوں کی نمائندگی کر رہا تھا اور ان طاقتوں نے اسٹالن کو مستقبل کے لئے چن لیا تھا۔

مرکزی کمیٹی کی جانب سے اکتوبر انقلاب کے لئے کمیٹی کی تشکیل سے عارضی حکومت نے معاملہ بھانپ لیا اور اس نے فوری طور پر عام انتخابات کا اعلان کر دیا جس میں خفیہ حق رائے دہی کے ذریعے نمائندوں کا انتخاب کیا جانا تھا۔لینن نے محسوس کر لیا کہ اقتدار کے لئے کوئی بھی کوشش ان انتخابات سے قبل ہی بار آور ثابت ہو سکتی ہے بصورت دیگر وہ کلی اقتدار کی ریس سے باہر ہو جائے گا۔اگر یہ انتخابات ہو گئے تو عوام کے اپنے نمائندے حکومت میں ہوں گے۔اس صورت میں اس کے لئے حکومت کو اتار پھینکنا محال ہو گا۔جبکہ قبل از انتخاب عارضی حکومت کو اتارنا نسبتاً آسان تھا۔

دیکھنے میں یہ حیرت انگیز لگتا ہے کہ 17 اگست کو کامینیف کو رہا کر دیا گیا اور اس کے ٹھیک ایک ماہ کے بعد ٹراٹسکی بھی جیل سے باہر تھا۔24 ستمبر کو ٹراٹسکی کو پیٹرز برگ کی سوویت کا صدر منتخب کر لیا گیا۔26 ستمبر کو پیٹرز برگ سوویت نے فوجی طاقت ایک انقلابی کمیٹی کے ماتحت کر دی۔اس کمیٹی کا سربراہ ٹراٹسکی تھا۔اصل انقلاب اب چند دنوں کی بات رہ گیا تھا۔لینن نے ثابت کیا کہ درست منصوبہ بندی،صحیح ٹائم ٹیبل اور لامحدود مالی معاونت ہو تو انقلاب لانے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

انقلابی لیڈروں کو حکم جاری کیا گیا کہ سوویت کی سیکنڈ آل رشین کانگریس 7 نومبر کو ہو گی۔4 نومبر کو انقلابی پارٹی نے عوام کو متحرک کرنے کے لئے بڑے بڑے عوامی جلسے کئے۔5 نومبر کو پیٹر اور پال کے فوجی گیریزن نے بغاوت کر دی اور بالشویک کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔6 نومبر کو

کرنسکی نے بغاوت فرو کرنے کی کوشش کی اور تمام انقلابی رہنماؤں کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ فوجی انقلابی کمیٹی اور تمام بالشویک مطبوعات پر پابندی عائد کر دی گئی۔ پیٹر اور پال کی جگہ نئے فوجی دستے تعینات کرنے کے احکامات جاری کیے گئے۔ مگر لینن نے غداروں کا خوب استعمال کیا اور کرنسکی کے یہ احکامات مطلوبہ مقامات تک کبھی نہیں پہنچ سکے اور کرنسکی کو ان لوگوں نے ہی دھوکہ دیا جن پر وہ اعتبار کرتا تھا۔

لینن ایک مرتبہ پھر بھاگ کر روپوش ہو گیا۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ کرنسکی کے تمام اقدامات کو ناکام بنایا جا چکا ہے تو اس نے انقلابی فوجی کمیٹی کو اسمولنی انسٹیٹیوٹ Smolny Institute میں جوائن کیا۔ 7 نومبر کو دو بجے دن اصل انقلاب کا آغاز ہوا۔ نو بجے رات تک بالشویک فوجی دستوں نے عارضی حکومت کے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیا۔ گیارہ بجے شب سوویت کی سیکنڈ آل رشین کانگریس طلب کی گئی جس میں بالشویک نے اپنی برتری ظاہر کر دی۔ اس طرح یہ کانگریس سوویت کی باقاعدہ حکومت میں تبدیل ہو گئی۔ کرنسکی کو حکومت کا صدر اور لینن کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ ٹراٹسکی کو امور خارجہ کا کومیسار Commisar مقرر کیا گیا۔ مگر گیارہ دن بعد ہی 21 نومبر کو ایک یہودی کامینیف نے کرنسکی کو ہٹا کر اس کی جگہ لے لی۔ کامینیف کو بالشویک پارٹی میں شمولیت اختیار کیے ہوئے محض چھ ماہ ہی ہوئے تھے اور اس کی پارٹی میں اس وقت تک کوئی حیثیت بھی نہیں تھی تاہم صدر بنتے ہی اس نے تمام روسی اقتصادیات کو پوری طرح اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس کے اس طرح اچانک اوپر آنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ماہر اقتصادیات تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ بین الاقوامی بینکاروں کا براہ راست ایجنٹ تھا۔

روسی انقلاب کے ابتدائی دور میں بہت کچھ ایسا ہوا جس کی درست تفصیلات کبھی سامنے نہیں آ سکیں۔ مثلاً سویرڈلوف Sverdlov جس نے روسی معاشیات کی تنظیم نو کی، جوان عمری میں

ہی انقلاب کے دو سال بعد اچانک مر گیا۔ اس نے اپنا کام پورا کر دیا تھا اور وہ بہت کچھ جانتا بھی تھا اس لئے مر گیا۔ اس طرح تاریخ نے ایک مرتبہ پھر اپنے آپ کو دہرایا۔

خونریز جھڑپیں اور سنگدلی اور بے رحمی کے ساتھ پھیلایا گیا "دہشت کا تسلط" قتل عام سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ مار دھاڑ کے ساتھ ساتھ ذہنی تناؤ اور ڈر عوام کو قابو کرنے کے لئے وہ کام کر جاتا ہے جو بڑی سے بڑی فوج نہیں کر سکتی۔ اسی حکمت عملی پر عمل کرتے ہوئے بالشویک نے چند دنوں میں ہی پیٹرز برگ پر بہ آسانی قبضہ کر لیا۔ چونکہ روس بہت بڑا تھا اس لئے لینن نے اس پر قبضہ کے لئے عارضی حکومت کی انتخابات کے لئے قائم مشینری کو استعمال کیا اور 25 نومبر کو انتخابات کا اعلان کر دیا۔

عارضی حکومت کا منصوبہ تھا کہ آزادانہ انتخابات ہوں اور اس کے نتیجے میں آنے والی حکومت ایک خصوصی کمیشن کے ذریعے ملک کے معاملات چلائے۔ لینن نے تمام معاملات اسی طرح چلنے دیئے بس منتخب ہو کر آنے والے کمیشن کے تمام ارکان کو گرفتار کر لیا گیا۔ آئینی اسمبلی کو کومیسار سے تبدیل کر دیا گیا جس کے اکثر ارکان کا تعلق بالشویک پارٹی سے تھا۔ اس طرح تمام کھیل بالشویک کے ہاتھ میں آ گیا۔ جیسے ہی کومیسار کا اجلاس شروع ہوا سویرڈلوف نے تمام کارروائی اپنے ہاتھ میں لے لی حالانکہ وہ اس کا ممبر بھی نہیں تھا۔ پورے اجلاس کے دوران بالشویک شور شرابہ کرتے رہے اور کارروائی کو چلنے نہیں دیا۔ دس گھنٹے کے بعد وہ واک آؤٹ کر گئے۔ اس کے بعد بالشویک دستے عمارت کے اندر داخل ہوئے اور انہوں نے اندر بیٹھے ہوئے ارکان کو جبراً باہر نکال کر عمارت پر تالا ڈال دیا۔ یہ تھی روس میں انقلابی حکوت کی آئینی ابتدا۔

مارچ 1918 میں بالشویک جو اپنے آپ کو رشین سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کہتے تھے ماسکو منتقل ہو گئے اور نیا نام کمیونسٹ پارٹی اختیار کر لیا۔

یہودیوں کے زیر تسلط سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی لینن کو ملک میں پہلی پوزیشن پر نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس لئے 30 اگست 1918 میں ان یہودیوں نے لینن کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اس حملہ میں لینن زخمی ہوا اور اس کا دست راست یورٹز کی Uritzky مارا گیا۔ یورٹز کی چیکا Cheka کی تنظیم کر رہا تھا۔ اس واقعے کے بعد دہشت گردی کا ایک نیا باب کھل گیا اور لینن نے سازش کو ختم کرنے کے نام پر برائے نام مخالفین کو بھی ختم کر ڈالا۔ راتوں کو مخالفین کے گھروں پہ چھاپے مارے جاتے اور گرفتاری کے بعد ان کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ اس زمانے میں یہ ضرب المثل عام تھی کہ سونے کا مطلب یہ نہیں کہ صبح آپ زندہ بھی اٹھیں گے۔

جب اتحادی بالشوازم سے نمٹنے کے بارے میں نیم دلی کے ساتھ سوچ رہے تھے، لینن نے عالمی تحریک انقلاب کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لئے تھرڈ انٹرنیشنل کو طلب کر لیا۔ اس کی صدارت اس نے کی۔ اس اجلاس کا مقصد یہ تھا کہ ان تمام ممالک میں جہاں پر انقلاب لانے یا فساد برپا کرنے کا منصوبہ ہے وہاں پر انقلابی پارٹیاں تشکیل دی جائیں اور ان کی مالی و سیاسی امداد کی جائے۔

معاہدہ ورسائی

معاہدہ ورسائی نام نہاد تہذیب یافتہ اقوام کے درمیان دستخط کئے جانے والے بعید از انصاف دستاویزات میں سے ایک ہے۔ اس معاہدے میں معاہدہ امن کے نام سے جرمنوں پر وہ تمام شقیں ڈال دی گئیں جس سے دوسری جنگ ناگزیر ہو جائے۔

11 نومبر 1918 کو جس صورتحال میں اس معاہدے پر دستخط ہوئے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس معاہدے پر دستخط سے قبل جرمن ہائی کمانڈ سے بالکل مشورہ نہیں کیا گیا کیونکہ وہ اس وقت پسپائی کے خطرے سے دوچار تھیں۔ یہ پہلی مرتبہ تھا کہ جرمن فوج میدان جنگ میں شکست کھا سکتی تھی۔ بعد میں جرمن ہائی کمانڈ معاہدے پر اس لئے راضی ہو گئی تھی تا کہ وہ کمیونسٹ انقلاب کے خطرے سے نمٹ سکے۔ روزا لکسمبرگ اور اس کے ساتھیوں نے جرمنی میں وہی کچھ کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا جو لینن نے ایک برس قبل روس میں کیا تھا۔

یہ معاہدہ امن پر مذاکرات کے لئے ایک تمہید کے طور پر کیا گیا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے یاد رکھنا چاہئے کیونکہ جن حالات میں یہ معاہدہ کیا گیا وہ غیر مشروط پسپائی سے بہت دور تھا۔

واقعات جس سے جرمن ہائی کمانڈ کو یہ محسوس ہوا کہ اپنے گھر میں ہی آگ لگنے کا خطرہ ہے۔ مندرجہ ذیل ہیں۔

روزا لکسمبرگ کے حامی انقلابی جرمنوں کے گہرے سمندر میں موجود بحری بیڑے تک نفوذ حاصل کر چکے تھے۔ 1918 میں یہ لوگ انتہائی متحرک تھے۔ انہوں نے افواہ اڑا دی کہ گہرے سمندر میں موجود جرمن بحری جہاز اور ان کا کریو برطانوی اور امریکہ کی متحدہ بحریہ کے ہاتھوں تباہ ہو چکے ہیں۔ کمیونسٹوں کے ایجنٹوں نے جرمن ملاحوں میں بغاوت کی یہ کہہ کر حوصلہ افزائی کی کہ برطانوی

سائنسدانوں نے ایک ایسا ہتھیار ایجاد کیا ہے جو انتہائی تباہ کن ہے۔ اس ہتھیار کو گن سے بھی فائر کیا جا سکتا ہے اور جہاز سے بھی گرایا جا سکتا ہے۔ اس کے فائر ہوتے ہی نشانہ چاروں طرف سے شدید آگ کے سمندر میں گھر جاتا ہے اور وہاں پر آکسیجن بالکل ہی ختم ہو جاتی ہے جس سے وہاں پر کسی ذی روح کا بچنا ناممکن ہے۔ ان غداروں کا یہ کہنا تھا کہ اس قسم کی کسی بھی مصیبت سے بچنے کا واحد طریقہ انقلاب ہے۔ جرمن ملاحوں نے 3 نومبر 1918 کو بغاوت کر دی۔

سات نومبر کو مغربی محاذ کی طرف جانے والے میرین فوجیوں کی ایک بڑی تعداد فرار ہو گئی۔ افواہ سازوں نے انہیں یہ بتایا تھا کہ انہیں بطور ہراول دستہ استعمال کیا جائے گا۔

اسی اثناء میں پورے جرمنی میں بے چینی پھیلنا شروع ہو گئی۔ جرمنی کے صنعتی شہروں میں ہڑتالیں ہونے لگیں۔ غدار پسپائی کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ صورتحال روز بہ روز مزید ابتر ہو رہی تھی کہ 9 نومبر کو قیصر کو اقتدار سے دستبردار ہونا پڑا۔

سوشلسٹ ریپبلکن پارٹی نے فوری طور پر ریپبلکن حکومت تشکیل دے دی۔ 11 نومبر 1918 کو معاہدہ ورسائی پر دستخط کر دیئے گئے۔ کمیونسٹ لیڈروں نے فوری طور پر نئی حکومت میں اور مسلح فوج میں کلیدی عہدوں پر اپنے ایجنٹوں کا تقرر کرالیا۔ ان ایجنٹوں کی متحدہ کاوشوں سے پورے جرمنی میں افراتفری پھیل گئی۔ اس کے بعد روزا لکسمبرگ نے اپنا ٹرمپ کارڈ کھیلا۔ اس نے سوشلسٹ حکومت پر زور دیا کہ وہ جرمن مسلح فوج کو حرکت میں نہ آنے کے فوری طور پر احکامات جاری کرے۔ ان احکامات کے نتیجے میں جرمن ہائی کمانڈ کو انقلاب کے لئے فسادات جو 1919 میں پھوٹ پڑے میں فوجی دستوں کے استعمال سے روک دیا گیا۔

اقتدار پر قبضہ کرنے سے پہلے روزا کو بین الاقوامی بینکاروں نے اسی مالی معاونت اور فوجی مدد کا وعدہ کیا جس کا ایک برس قبل وہ لینن اور ٹراٹسکی سے کر چکے تھے۔ انقلابی جدوجہد کے پہلے

مرحلے میں روزا کو فنڈز روسی سفیر جوفے Joffe کے ذریعے فراہم کئے گئے۔ جرمنی میں انقلابی کوششیں پہلے مرحلے میں اس لئے ناکام ہو گئیں کہ روزا سے جس مالی مدد کا وعدہ کیا گیا تھا وہ درمیان میں اچانک روک دی گئی جبکہ لینن کی کامیابی کا یہی راز تھا کہ اس کو یہ مالی مدد بلا تعطل فراہم کی گئی۔ اس وقت روزا کو احساس ہوا کہ اس کے یہودی اسپارٹاکس بنڈ پارٹی Spartacus Bund Party کے لوگ جنہیں وہ اب تک اپنا دوست تصور کرتی رہی ہے انہوں نے ہی اس کے ساتھ دغا کی ہے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے عالمی تحریک انقلاب کے پس پشت خفیہ طاقت کو یہودیوں کی فلاح و بہبود سے کوئی دلچسپی نہیں ہے وہ ان کو بھی کھیل میں پیادے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ عالمی تحریک انقلاب کے اکثر ڈائریکٹروں کا تعلق خازار، تاتار اور ایشیاء کی دیگر غیر یہودی منگول نسلوں سے ہے۔ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں انہوں نے یہودی مذہب محض اپنی سازشوں پر عملدرآمد کے لئے اختیار کیا۔ اور اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے جہاں بھی ضرورت پڑی انہوں نے غیر یہودیوں کے ساتھ ساتھ یہودیوں کو بھی استعمال کرنے اور نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کیا۔

اس ڈبل کراس کا مقصد دو جہتی تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے عالمی تحریک انقلاب کا منصوبہ بنایا تھا وہ چاہتے تھے کہ جب تک وہ جرمنی کو برطانیہ کے خلاف ایک اور جنگ میں استعمال نہ کر لیں اس وقت تک جرمنی کو سوویتائیز نہ ہونے دیا جائے۔ ان کا منصوبہ تھا کہ دونوں ریاستوں کو جنگ کے ذریعے اس قدر کمزور کر دیا جائے کہ بعد میں لینن کی پرولتاری حکومت کے ذریعے ان پر قبضہ کرنا مشکل نہ ہو اور یہاں کے سارے وسائل ان کی دسترس میں ہوں۔ دوسری جنگ عظیم شروع کرنے سے پہلے انہوں نے اس امر کو ضروری خیال کیا کہ جرمنی میں یہودی مخالف اور نفرت کے جذبات کو خوب ابھارا جائے تاکہ یورپ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکے۔ ایک کو انہوں نے

فاشسٹ اور دوسرے کو انہوں نے اینٹی فاشسٹ کیمپ کا نام دیا۔ اس منصوبے کی کامیابی کے لئے ضروری تھا کہ فوجی معنوں میں تمام کمیونسٹ ممالک کو غیر جانبدار رکھا جائے جبکہ ان کے ایجنٹ اپنے آقاؤں کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ریشہ دوانیوں میں مصروف رہیں۔

محض مالی مدد میں تعطل کی بناء پر ناکام ہونے والی انقلابی کوشش جس میں یہودی پیش پیش بھی تھے اور غالب بھی، جرمن کے آریان عوام میں غم وغصہ بھر دیا اور ردعمل کے طور پر انہوں نے یہودیوں کے خلاف انتقامی مہم شروع کر دی۔ راتوں رات ہزاروں یہودی مرد، عورتوں اور بچوں کو حراست میں لے کر قتل کر دیا گیا۔ روزا لکسمبرگ اور اس کے نائب کارل کو ایک جرمن لیفٹیننٹ نے سر میں گولی مار کر ختم کر دیا۔ اس طرح ایک مرتبہ پھر پوری یہودی قوم کو بین الاقوامی گینگسٹرز جنہوں نے ان کو بین الاقوامی کھیل کی سازش میں بطور پیادہ استعمال کیا تھا، کے جرائم کی سزا بھگتنا پڑی۔

یہودیوں کے خلاف نفرت کو شدید کرنے اور ان کے خلاف مہم کو طویل کرنے کے لئے پروپیگنڈہ مشینری پھر روبہ عمل آ گئی اور یہ ثابت کیا جانے لگا کہ جرمن فوج کی شکست کے پس پردہ یہودی ہاتھ تھا جس کی بناء پر پوری جرمن قوم کو معاہدہ ورسائی کی شرمناک، غیر منصفانہ اور باعث ذلت شرائط قبول کرنا پڑیں۔ اسی پروپیگنڈہ مشین نے جرمنی میں نیشنل ازم کو فروغ دیا۔ اس مشین نے یہ ثابت کیا کہ امریکہ، برطانیہ اور فرانس سب خودغرض سرمایہ دارانہ قومیں ہیں، جہاں پر یہودی بینکاروں کو اثر ونفوذ حاصل ہے۔ اس طرح ہٹلر کی آمد کا منظر نامہ مکمل طور پر تیار ہو گیا۔

جیسے ہی معاہدہ ورسائی پر دستخط ہوئے، بین الاقوامی بینکاروں نے لینن کو ہدایت دی کہ وہ کمیونسٹ کنٹرول کو منظم کرے اور سرمایہ دارانہ جارحیت کے دفاع کے لئے سوویت ریاستوں کو تیار کرے۔ لینن نے اس کا اعلان اپنی پالیسی کے طور پر کیا جبکہ ٹراٹسکی نے اس کی شدید مخالفت کی۔

اس کا کہنا تھا کہ پورے یورپ میں وہ تمام ممالک جواب تک مسخر ہونے سے بچے ہوئے ہیں، وہاں پر انقلابی کوششیں شروع کر دی جائیں۔ ٹراٹسکی چاہتا تھا کہ جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی اسپارٹاکس بنڈ کی بھی معاونت کی جائے تاکہ وہاں پر انقلابی روح کو زندہ رکھا جا سکے۔

لینن کا کہنا تھا کہ ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ 35 ارض بلد اور 45 ارض بلد کے درمیان شمالی کرہ ارض کے تمام ممالک میں کمیونسٹ دائرہ کو قائم رکھا جائے۔ لینن کا کہنا تھا کہ اس جغرافیائی حد کے درمیان موجود ممالک میں ہی وہ کمیونسٹ اثر ونفوذ کے لئے اقدامات کرے گا۔ اس جغرافیائی حد میں آنے والے اہم ممالک میں اسپین، اٹلی، ایشیائے کوچک کے چند ممالک، چین کے کچھ علاقے اور امریکہ و کینیڈا شامل تھے۔ تھرڈ انٹرنیشنل میں لینن نے ان تمام ممالک کے انقلابی رہنماؤں کو ہدایت کی تھی کہ وہ اپنی پارٹیوں کو منظم کریں تاکہ جب بیرونی قوتیں حملہ کر کے ان کے ملک میں انقلاب کو سازگار کر دے تو وہ اپنے ملک میں اقتدار سنبھالنے کے لئے تیار رہیں۔ روزا لکسمبرگ کو ایک ایسی مثال کے طور پر لیا گیا کہ جب کوئی بھی اپنے طور پر اکیلا انقلاب لانے کی کوشش کرے گا تو اس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔

لینن کے فوجی منصوبہ کو فوجی حلقوں میں "مشکی بھینسے کے منصوبہ" کا نام دیا گیا۔ یہ نام اس لئے دیا گیا کہ یہ شمالی جانور کسی بھی حملے کی صورت میں ایک دائرے کی صورت میں مقابلہ کرتا ہے یعنی ان کی دمیں بیچ میں ہوتی ہیں اور منہ بیرونی دائرے میں دشمن کی جانب۔ بچھڑے درمیان میں ہوتے ہیں۔ کوئی بھی درندہ کہیں سے بھی دائرہ کے اندر داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ اس طرح اس کو بھینسے کے نوکدار سینگوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح یہ جانور اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو شکست دے دیتا ہے۔

اس موقع پر لینن نے روزا لکسمبرگ کو اکیلا چھوڑنے کی توجیہات پیش کیں۔ اس نے بتایا کہ

1919 سے لے کر 1921 تک سوویت فوجوں کو منظم کرنے میں لگا رہا تا کہ سرمایہ دار ممالک سے مقابلہ کیا جا سکے۔ 1921 میں ہونے والی اس تھرڈ انٹرنیشنل میں لینن نے انکشاف کیا کہ اسپین وہ اگلا ملک ہے جس کو سوویتائیز کیا جائے گا۔ اس نے الزام لگایا کہ روزا لکسمبرگ یہودی مخالف جذبات کو ابھارنے کا سبب بنی جس کے نتیجے میں جرمنی سے کمیونسٹ تحریک مکمل طور پر ہی صاف ہوگئی۔ اس موقع پر تھرڈ انٹرنیشنل نے کارل راڈیک Karl Radek کو جرمنی میں کمیونسٹوں کو منظم کرنے کے لئے بھیجا۔ اس کو ہدایت دی گئی کہ وہ پارٹی کو منظم کرنے کے لئے اپنی صوابدید پر کارکنان کو بھرتی کرے، ان کی تنظیم کرے اور ان کو تربیت دے تاہم اس کو خبردار کر دیا گیا کہ وہ انقلابی اقدامات سے اس وقت تک باز رہے جب تک کومینٹرن Comintern کی طرف سے اس کی واضح ہدایت نہ ملے۔ کومینٹرن لینن کے زیر کنٹرول تھی اس طرح یہ براہ راست بین الاقوامی بینکاروں کے زیر تسلط تھی۔

اپنے طویل مدتی منصوبوں کے مطابق جرمنی میں اندرونی صورتحال کو طے کر کے یہ بین الاقوامی گینگسٹرز فلسطین کی طرف متوجہ ہوئے۔ پوری دنیا کو فتح کرنے کے منصوبے میں ارض فلسطین کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ مزید براں وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ماہرین ارض نے بحیرہ مردار کے اطراف میں معدنیات کے بڑے ذخیروں کی نشاندہی کی ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے آئندہ دوجہتی مقصد کے لئے سیاسی صیہونیت کو اسپانسر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سلسلے میں دوجہتی حکمت عملی اختیار کی گئی۔

پہلی یہ کہ دنیا کی تمام اقوام پر یہ زور دیا جائے کہ وہ فلسطین کو یہودیوں کے قومی وطن کے طور پر تسلیم کر لیں تا کہ ان کو ایک خودمختار ریاست حاصل ہو سکے جہاں سے وہ اپنی دولت اور طاقت کے بل پر پوری دنیا کو کنٹرول کر سکیں۔ اگر ان کے طویل مدتی منصوبے کے تحت تیسری عالمی جنگ کا

وقت آ جاتا ہے تو اس کے بعد وہ اس ریاست کے ذریعے باقاعدہ طور پر دنیا پر قبضہ کر کے اپنے سر پر "کائنات کے شہنشاہ" یا "زمین پر خدا" کا تاج پہن سکیں۔

ان کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ اس وقت کے پانچ کھرب ڈالر مالیت کے معدنیات جو بحیرہ مردار کے ساحلوں پر مدفون ہیں اور جس کی نشاندہی ماہرین ارض نے کی تھی پر کنٹرول حاصل کر لیں۔

جب اپریل 1917 میں اعلان بالفور کے ذریعے برطانیہ، فرانس اور امریکہ نے فلسطین کو یہودیوں کا گھر بنانے کا اعلان کر دیا تو لارڈ ایلن بائی Lord Allenby کو ہدایت کی گئی کہ وہ ایشائے کوچک کو ترکوں سے خالی کروا کر ارض مقدس پر قبضہ کر لے۔ یہ حقیقت انتہائی اہم ہے کہ فلسطین کو اس وقت تک یہودیوں کے حوالے کرنا ممکن نہیں تھا جب تک عربوں نے ترکوں کے خلاف لارڈ ایلن بائی کی مدد نہ کی۔ اس وقت تک ایک عام تاثر یہ تھا کہ فلسطین برطانیہ کے ماتحت ایک سلطنت ہوگی۔

جیسے ہی لارڈ ایلن بائی فاتحانہ انداز میں یروشلم میں داخل ہوا، بین الاقوامی بینکاروں نے اتحادی ممالک پر زور دینا شروع کر دیا کہ وہ صیہونی سلطنت کے لئے کمیشن میں اپنے آزمودہ سفارتکاروں کو بھیجنے کا اعلان کریں۔ یہ بھی کہا گیا کہ جو لوگ صیہونی کمیشن میں بھیجے جائیں وہ سرکاری طور پر فوج اور یہودیوں کے مابین رابطے کا باقاعدہ کام کریں۔ صیہونی کمیشن کا باضابطہ اعلان 1918 میں کیا گیا۔ صیہونی کمیشن میں جو لوگ شامل تھے ان کا ایک مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

ان میں میجر اورمسبائی گور Major Ormsby-Gore بھی شامل تھا۔ بعد ازاں وہ لارڈ ہارلیچ Lord Harlich کے نام سے معروف ہوا۔ وہ یونین کارپوریشن، جنوبی افریقہ کے اسٹینڈرڈ بنک اور مڈلینڈ بینک کا ڈائریکٹر تھا۔

پیرس کے ایڈمنڈ ڈی روتھس شیلڈ کا بیٹا میجر جیمس ڈی روتھس شیلڈ بھی اس کا رکن تھا۔ وہ فلسطین کی روتھس شیلڈ کالونیوں کا مالک تھا۔ بعدازاں برطانوی پارلیمنٹ کا لبرل رکن منتخب ہو گیا۔ اس نے اس حیثیت میں 1929 تا 1945 خدمات سرانجام دیں۔ وہ چرچل کی لیبر مخلوط حکومت میں پارلیمانی سیکریٹری بھی رہا۔

لیفٹننٹ ایڈون سیموئیل Edwin Samuel کو بھی اس کمیشن کا رکن مقرر کیا گیا۔ وہ دوسری جنگ عظیم کے دوران برطانوی حکومت میں چیف سینسر آفیسر بھی مقرر رہا۔ 1948 میں اسرائیل کی ریاست کے اعلان کے بعد وہ فلسطینی براڈ کاسٹنگ کا چیف ڈائریکٹر مقرر کیا گیا۔

اسرائیل سیف Israel Sieff برطانیہ کے سب سے بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹورز مارکس اینڈ اسپینسرز Marks & Spencer کا ڈائریکٹر تھا۔ وہ تمام بین الاقوامی بینکاروں کا قریبی ساتھی تھا۔ اس کو سیاسی اور اقتصادی کمیٹی کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔ وہ برین ٹرسٹ Brain Trust کا مستقل رکن تھا۔ اس ٹرسٹ کا کام تمام برطانوی حکومتوں کو مشورے فراہم کرنا تھا۔

اسرائیل سیف Leon Simon نے بین الاقوامی بینکاروں کی کچھ اتنی زیادہ خدمات انجام دیں کہ اس کو کمانڈر آف دی آرڈر مقرر کر دیا گیا۔

لیون سائمن کو بعدازاں نائٹ کا بھی خطاب دیا گیا۔ وہ برطانوی جنرل پوسٹ آفس کا انچارج بھی رہا۔ اس صیہونی کمیشن کے دیگر ارکان میں ڈاکٹر ایلڈر Dr. Elder، جوزف کوون Joseph Cowen اور چائم وائزمین Chaim Weizmann میں شامل تھے۔ یہ تمام کے تمام امریکہ کے دولت مند صیہونیوں کے دوستوں میں شامل تھے۔

سر آر استورز Sir R Storrs کہتے ہیں کہ امن کانفرنس شروع ہونے سے قبل ہی صیہونی کمیشن کو فلسطین بھیجا گیا تا کہ یہودیوں کے لئے ایک وطن کے قیام کو ممکن بنایا جا سکے اور ان کے

مالی معاونین کو تحریک دی جا سکے۔

اس کانفرنس میں بین الاقوامی بینکار چھائے ہوئے تھے جو معاہدہ ورسائی کی صورت میں نکلا۔ ان بینکاروں کے تسلط کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جنوری 1919 میں پال واربرگ (جس نے امریکہ میں فیڈرل ریزرو سسٹم کے قیام کے لئے قانون کی ڈرافٹنگ کی) امریکی وفد کی قیادت کرتے ہوئے پہنچا جبکہ اس کا بھائی میکس واربرگ جرمن وفد کی قیادت کر رہا تھا۔

کومٹے ڈی آلورے Comte de St. Aulaire کہتا ہے کہ امریکی صدر ووڈرو ولسن کی انتخابی مہم کی تمام تر فنانسنگ گریٹ بنک آف نیویارک (کوہن لوئیب اینڈ کمپنی) نے کی تھی اور ولسن مکمل طور پر نہ صرف تابعداری کا مظاہرہ کر رہا تھا بلکہ ان کے اشاروں پر ناچ بھی رہا تھا۔

فلسطین کا مینڈیٹ معروف امریکی صیہونی پروفیسر فیلیکس فرینک فرٹر Felix Frankfurter نے ڈرافٹ کیا تھا۔ بعدازاں وہ روزویلٹ کا وہائٹ ہاؤس میں چیف ایڈوائزر بھی رہا۔ اس ڈرافٹنگ میں اسکی معاونت سر ہربرٹ سیموئیل Herbert Samuel، ڈاکٹر جیکبسن Dr. Jacobsen، ڈاکٹر فائی ویل Dr. Fiewel، ساشیر Sacher، لینڈ مین Landman اور بین کوہن Ben Cohen نے کی۔ اس میں لوسین وولفے Lucien Wolfe بھی شامل تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے برطانوی وزارت خارجہ کے تمام راز معلوم تھے۔

ابتدائی کانفرنس میں مانڈیل Mandel (جس کا اصل نام روتھس شیلڈ تھا) فرانس کے سربراہ کلیمینسیاؤ Clemenceau کا پرائیویٹ سیکریٹری تھا۔ ہنری مارگین تھاؤ Henry Morgenthau امریکی وفد میں نجی حیثیت میں شامل تھا۔ وہ اس شخص کا باپ تھا جو بعدازاں روزویلٹ کا مالیاتی سیکریٹری بنا۔ ان بینکاروں کے ساتھ آسکر اسٹراس Oscar Strauss

بھی منسلک تھا۔ اس نے لیگ آف نیشنز بنانے اور اس کی پالیسیوں کو اس طرح تشکیل دینے کہ وہ
بین الاقوامی گینگسٹرز کے طویل مدتی منصوبوں میں معاون ہو سکے، میں اہم کردار ادا کیا تھا۔
لوسین وولف نے اپنی تصنیف یہودی تاریخ پر مضامین میں کہتا ہے کہ "عزت ماب یہودیوں کا ایک
چھوٹا سا گروپ معاہدہ امن کے دستخط کنندگان کے طور پر سامنے آیا۔ فرانس کی طرف سے معاہدہ
ورسائی پر لوئیس کلوٹز Louis Klotz نے، اٹلی کی طرف سے بیرن سومینو Baron
Somino اور انڈیا کی طرف سے ایڈون مونٹیگ Edwin Montague نے دستخط
کئے۔ لوئیس کلوٹز پر بعد ازاں مشکوک مالی ٹرانزیکشن کی بنا پر مقدمہ چلایا گیا اور اسے سرکاری
عہدے سے فارغ کر دیا گیا)۔
ہیرلڈ نکلسن Herold Nicolson لکھتا ہے کہ اس موقع پر لوسین وولف نے تجویز کیا کہ
تمام یہودیوں کو بین الاقوامی تحفظ دیا جائے۔ جارج بانالٹ لکھتا ہے کہ وہ تمام یہودی جنہوں نے
لائیڈ جارج، ولسن اور کلیمنسیو کو گھیرے میں لیا ہوا تھا وہ اس "یہودی امن" کے ذمہ دار تھے۔ ایک
مرتبہ پھر پوری یہودی نسل کو چند بے رحم گینگسٹرز کے گناہوں کا الزام اپنے سر پر لینا پڑا۔
1919 کے موسم بہار میں بیلا کن Bela Kun نے ہنگری میں اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اس نے
لوسین وولف کی تھیوری پر عمل کرنے کی کوشش کی۔ یوں تو بیلا کن کا دور آمریت محض تین ماہ پر محیط
رہا مگر اس عرصے میں لاکھوں عیسائیوں کو قتل کر دیا گیا۔ ان میں مزدور بھی شامل تھے، فوجی افسران
بھی، مرد بھی اور عورتیں اور بچے بھی۔ پادری بھی اور ایک عام آدمی بھی۔
نیو انٹرنیشنل بک 1919 میں مرقوم ہے کہ "بیلا کن کی حکومت صرف اور صرف یہودیوں پر مشتمل
تھی جن کے پاس انتظامی عہدے بھی تھے۔ یہاں پر پہلی مرتبہ کمیونسٹوں نے سوشلسٹوں سے اتحاد
کیا۔ یہ سوشلسٹ گو کہ انتہا پسند نہیں تھے مگر دیگر ممالک کی لیبر پارٹی اور ٹریڈ یونینوں سے ملتے جلتے

تھے۔ تاہم بیلا کن نے ان میں سے کسی کو بھی سرکاری عہدے پر تعینات نہیں کیا بلکہ یہودیوں کی
طرف رجوع کیا اور عملی طور پر ایک یہودی بیوروکریسی تشکیل دی۔"
تین ماہ کی منظم غارت گری، آبروریزی اور قتل عام کے بعد بیلا کن کو محض معزول کر دیا گیا۔ بجائے
اس کے کہ اس پر مقدمات چلا کر اس کو موت کی سزا دی جاتی اس کو ایک محفوظ جگہ پر نظر بند کر دیا
گیا۔ اس کی آزادی کو اسی گروپ نے یقینی بنایا جن کے مقاصد کی اس نے تکمیل کی تھی۔ روس
واپسی کے بعد اس کو بدنام زمانہ چیکا کا انچارج بنا دیا گیا جہاں پر اس نے یوکرین میں اس وقت
ظلم کے پہاڑ ڈھا دیئے جب اسٹالن نے اجتماعی زراعت کا حکم نامہ جاری کیا۔ پچاس لاکھ سے
زائد افراد کو بھوکا مرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا جبکہ اتنی ہی بڑی تعداد کو جبری مزدوری پر سائبیریا
بھیج دیا گیا۔
جب اسٹالن نے 1936 میں اسپین کو کمیونسٹ ڈکٹیٹر شپ میں بدلنے کی کوشش کی تو اسپین میں
دہشت کے تسلط کے لئے بیلا کن کا ہی انتخاب کیا گیا۔
ان بین الاقوامی بینکاروں کی طاقت کا اندازہ محض ایک واقعے سے لگایا جا سکتا ہے جو معاہدہ امن
کے لئے پیرس میں 1919 میں ہونے والی ایک ابتدائی کانفرنس کے دوران پیش آیا۔ کانفرنس
کے دوران بین الاقوامی بینکاروں کو محسوس ہوا کہ معاملات ان کے طے کردہ فریم سے باہر جا رہے
ہیں۔ اس کو دیکھ کر جیکب شف نے امریکی صدر ولسن کو دو ہزار الفاظ پر مشتمل کیبل گرام بھیجا جس
میں امریکہ کے صدر کو بتایا گیا کہ مسئلہ فلسطین، جرمن یہودیوں کی واپسی، سیلیسیا Silesia،
سارے Sarre اور ڈانزنگ Danzing کی راہداری پر کیا موقف اختیار کیا جائے۔ شف
نے یہ تار لیگ آف نیشنز کی ایسوسی ایشنز کی طرف سے بھیجا تھا۔
یہ کیبل گرام موصول ہوتے ہی صدر ولسن نے مذاکرات کی سمت فوری طور پر بدل دی۔ اس واقعہ

پرکومٹ ڈی سینٹ آلائیرے لکھتا ہے کہ معاہدہ ورسائی میں ان پانچ نکات پرشف اور اس کے ہم مذہبوں ہی کی مانی گئی۔

جیسے ہی اتحادی ممالک اس بات کے قائل ہو گئے کہ فلسطین برطانیہ کے زیر انتظام علاقہ ہوگا (جیسا کہ شف کے بھیجے گئے کیبل میں مطالبہ کیا گیا تھا) بین الاقوامی بینکاروں نے اپنے ایجنٹوں کو ہدایت دی کہ معاہدہ امن کی شرائط کو اتنا سخت کر دیا جائے کہ جرمن اس کو بہت دیر تک برداشت نہ کر سکیں۔ یہ حکمت عملی اس منصوبہ کا حصہ تھی کہ جرمن عوام برطانیہ، فرانس، امریکہ اور یہودیوں سے نفرت کرنے لگیں اور اپنے قانونی حقوق کے لئے وہ ایک اور جنگ پر تیار ہو جائیں۔

جیسے ہی معاہدے پر دستخط ہوئے، غیر حقیقی سرمایہ دارانہ اور بالشویک جنگ شروع ہوگئی۔ اس جنگ سے لینن کو موقع ملا کہ وہ جرمنی میں انقلابیوں کو اکیلا چھوڑنے کے اپنے فعل کی عملی توجیہ پیش کر سکے۔ بالشویک کے خلاف جنگ میں اس امر کا خصوصی خیال رکھا گیا کہ لینن کی آمریت کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ یہ جنگ 1921 میں ختم ہوگئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کمیونسٹوں کے وقار میں پوری دنیا میں اضافہ ہوا جبکہ سرمایہ داروں کا وقار اتنا ہی دنیا میں کم ہوا۔ اس سے بین الاقوامی بینکاروں کے ایجنٹوں کو یہ تجویز کرنے میں آسانی ہوئی کہ دنیا میں مستقل قیام امن کے لئے لیگ آف نیشنز میں روس کی رکنیت کو تسلیم کر لیا جائے۔

برطانوی حکومت جو ہمیشہ سے ان بینکاروں کے سامنے مؤدب رہی اور ہر ہدایت پر سر تسلیم خم کرتی رہی، نے ہمیشہ کی طرح اس میں پہل کی۔ اس کی پیروی 28 اکتوبر 1924 کو فرانس نے کی۔ ان بینکاروں کے زیر اثر 16 نومبر 1933 کو صدر روز ویلٹ نے سوویت روس کو تسلیم کر لیا۔ فوراً ہی لیگ آف نیشنز نے روس کی رکنیت تسلیم کر لی۔ اس کے بعد سے خاتمہ تک لیگ آف نیشنز اسٹالن کے ہاتھوں ایک کھلونا ہی بنی رہی۔ اس کے ایجنٹ لیگ کی پالیسیوں اور سرگرمیوں کو اس

طرح منظم کرتے رہے کہ وہ عالمی تحریک انقلاب کے طویل منصوبوں کو پورا کرنے میں مددگار ہو۔ ایک مرتبہ کمیونسٹ ممالک کو لیگ آف نیشنز میں داخلے کی اجازت مل گئی۔ اس کے بعد ہی گرینڈ اوریئنٹ میسن جو یا تو ان ممالک کے مندوب ہوتے تھے یا پھر اسٹاف میں، انہوں نے لیگ کا کنٹرول سنبھال لیا۔

ونسٹن چرچل نے مارچ 1921 میں جب فلسطین کا دورہ کیا تو ان سے مسلمانوں کے ایک وفد نے بھی ملاقات کی۔ مسلمانوں نے چرچل سے صیہونیت پر شدید احتجاج کیا اور کہا کہ یہ صرف وہاں کے وسائل کو یہودیوں کے حوالے کرنے کے لئے ہے۔ انہوں نے چرچل سے کہا کہ یہ علاقہ مسلسل ایک ہزار سال سے مسلمانوں کے پاس ہے۔ انہوں نے چرچل سے مطالبہ کیا کہ اس ناانصافی کو روکنے کے لئے وہ اپنا اثر ورسوخ استعمال کرے۔ اس کا جو جواب چرچل نے دیا وہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ اس نے کہا کہ "تمہارا مطالبہ ہے کہ میں اعلان بالفور کو نامنظور کر دوں اور (یہودیوں کی) امیگریشن رکوا دوں۔ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔اور یہ میری خواہش بھی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ دنیا کے لئے بہتر ہے، یہودیوں کے لئے بہتر ہے، برطانوی شہنشاہیت کے لئے بہتر ہے اور عربوں کے لئے بھی بہتر ہے۔۔۔۔۔۔۔اور ہم اس کو ایسا ہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

جب چرچل عربوں کو یہ جواب دے رہا تھا شائد اس کے ذہن میں چائم ویزمین کی دھمکیاں تھیں۔ ویزمین برسوں بین الاقوامی بینکاروں کا ایجنٹ رہا تھا۔ چرچل کے دورہ فلسطین سے ایک سال قبل ہی اس نے ایک سرکاری بیان جاری کیا تھا۔ اس میں اس نے کہا تھا کہ "ہم فلسطین میں اپنی ریاست خود قائم کر لیں گے چاہے تم اس کو پسند کرو یا نہ کرو۔۔۔۔۔۔۔تم ہماری آمد کو آہستہ بھی کر سکتے ہو اور تیز بھی۔ تاہم یہ تمہارے حق میں بہتر ہے کہ تم ہماری مدد کرو تا کہ ہماری تعمیری

طاقت تباہ کن طاقت میں تبدیل نہ ہو جائے جو پوری دنیا کو الٹ دے گی۔"

ویز مین کے اس بیان کو ایک اور بین الاقوامی بینکار کے بیان کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے جو اس نے بڈاپسٹ میں 1919 میں ایک یہودی محفل میں دیا۔ اس کا بیان کو مٹے ڈی سینٹ آلائر سے نے نقل کیا ہے۔ ایک سپر حکومت پر گفتگو کے دوران اس نے کہا کہ "نئی دنیا کے انتظام میں ہم دونوں چیزوں یعنی انقلاب اور تعمیر میں اپنی تنظیم کا ثبوت فراہم کردیں گے۔ اس کے لئے لیگ آف نیشنز کو قائم کریں گے جو ہمارا کام ہے۔ بالشوازم ایکسلیلیٹر ہے اور لیگ آف نیشنز اس مکینزم میں جس کو ہم رہنمائی بھی فراہم کرر ہے ہیں اور تحریکی قوت بھی بریک کا کام کرے گی۔۔۔ اس کا اختتام کیا ہے۔ یہ پہلے سے ہی ہمارے مشن میں واضح ہے۔۔ ایک عالمی حکومت"

معاہدہ ورسائی کی شرائط کے تحت 1919 میں بین الاقوامی بینکاروں نے جرمنی کی فوجی تیاریوں اور اقتصادی بحالی کا کام سنبھال لیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے جرمن ہائی کمانڈ کے ساتھ باقاعدہ ایک معاہدہ کیا جس کے تحت طے پایا کہ جرمن فوج کو سوویت یونین سے فوجی ساز و سامان کی فراہمی خفیہ طور پر بلا رکاوٹ جاری رہے گی تاکہ جرمن فوج کو جدید ساز و سامان سے لیس کیا جاسکے۔ انہوں نے سوویت یونین میں جرمن فوج کے نئے کمیشنڈ اور نان کمیشنڈ افسران کے لئے تربیت کا بھی انتظام کیا۔

روس اور جرمن کے یہ تمام پروجیکٹ بھاری فنانسنگ کے متقاضی تھے جو ان کو بلا رکاوٹ فراہم کی گئی۔ اس طرح کمیونسٹ اور فاشسٹ دونوں ممالک کو بیک وقت موقع فراہم کیا گیا کہ وہ اپنی اپنی معیشت کو بہتر بنیادوں پر کھڑی کرکے جنگ کی تیاریاں کرسکیں۔ ان بین الاقوامی بینکاروں نے جرمنی کو وہ تمام سہولیات فراہم کیں جس کے ذریعے وہ معاہدہ ورسائی کی فوجی پابندیوں کی شقوں کی دھجیاں اڑا سکے۔

جرمنی کی تیاریوں کے لئے اسلحہ سازی اور گولہ بارود کے پلانٹ یورال Ural کی پہاڑیوں کے عقب میں سوویت علاقوں میں قائم کئے گئے۔ جرمنی کی اسلحہ ساز فیکٹریوں کو وہ تمام مراعات فراہم کی گئیں جس کا انہوں نے مطالبہ کیا۔ ان تمام سہولیات کی فراہمی کا صرف ایک مطلب تھا وہ یہ کہ دوسری جنگ عظیم کی تیاریاں۔ نام نہاد اتحادی ممالک کی حکومتیں ان تمام سرگرمیوں سے بخوبی آگاہ تھیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ 1920 سے 1934 تک خفیہ طاقت کی ہدایت پر روس میں یہودیوں پر مشتمل کمیونسٹ حکومت اور جرمنی میں یہودی مخالف نازی حکومت باہم شیر و شکر ہو کر کام کرتی رہیں۔

تاریخ کا یہ دور ذرا پیچیدہ ہے اور عام آدمی کے لئے سب کچھ سمجھنا آسان نہیں ہے۔

کمیونزم اور نازی ازم میں بہت ساری باتیں مشترک ہیں: دونوں ملحدانہ نظریات کی حامی ہیں اور اللہ کے وجود سے انکاری۔ الہامی مذاہب میں امن، محبت اور ظلم سے بچنے کی تعلیمات کے برخلاف دونوں جنگ کی حامی، نفرت اور قوت کی مبلغ ہیں۔ اس طرح ان دونوں ملحدانہ اور مادیت پرمبنی ازم کے لیڈر اور پیروکار شیطان کے پیروکار ہیں۔ یہ دونوں ایک اللہ سے انکاری ہونے کی بناء پر انسان کی وفاداری اور روح دونوں کو شیطان کی پیروی پر مجبور کرتے ہیں۔ دونوں ازم میں گرینڈ اور رینٹ میسنری کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا۔

ان لاجز کی 33 رکنی کاؤنسل کا صدر تیرہ رکنی ایگزیکٹو کاؤنسل کا رکن ہوتا ہے۔ ان لاجز کی تقریبات کا آغاز ہی اس طرح ہوتا ہے کہ امیدوار اس امر کا حلف اٹھاتا ہے کہ اس روئے زمین پر آرگنائزیشن کے سربراہ سے زیادہ کوئی برتر نہیں ہے اس طرح وہ سربراہ کو خود بہ خود اس زمین کا خدا تسلیم کر لیتے ہیں۔ 1770 سے لے کر آج تک بین الاقوامی بینکار ہی گرینڈ اور رینٹ لاجز کے ایگزیکٹو رکن مقرر ہوتے آرہے ہیں۔ وہ اپنے جانشینوں کو خود منتخب کرتے ہیں۔

1914 سے لے کر 1934 تک کی تاریخ کا جائزہ لیں تو اس کا پتہ چلتا ہے کہ

اول: بین الاقوامی بینکاروں نے جنگ عظیم اول شروع کی تا کہ انقلاب کی راہ ہموار کی جا سکے اس طرح وہ روسی سلطنت پر غیر متنازعہ قبضہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

دوم: یورپ کے تاجداروں کو ہٹانے کے لئے ہر طرح کی سازشیں کی گئیں۔

سوم: فرانسیسی اور برطانوی حکومتوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ یہودیوں کے لئے فلسطین میں ایک گھر کا اعلان کریں۔

سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ

جنگ عظیم اول کا ایک اور مقصد ترک سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ تھا تا کہ فلسطین میں یہودیوں کے وطن کے قیام میں کوئی رکاوٹ سامنے نہ آ سکے۔ صیہونیت کی مخالفت کی بناء پر سود خور پہلے ہی 1916 میں برطانوی وزیر اعظم لارڈ ایسکوئتھ کو منظر سے ہٹا چکے تھے اور اس کی جگہ اپنے ایجنٹ ڈیوڈ لائیڈ جارج جو صیہونی تنظیم کا وکیل رہ چکا تھا کو مقرر کر چکے تھے۔ لائیڈ کے ساتھ مخلوط حکومت میں ان کے مزید دو ایجنٹ سر ونسٹن چرچل اور آرتھر بالفور شامل تھے۔ برطانیہ میں نئی حکومت کے قیام کے ساتھ ہی سیاسی کمیٹی کے ہونے والے پہلے اجلاس میں فلسطین میں روتھس شیلڈ کالونیوں کا مالک اور پیرس کے ایڈمنڈ روتھس شیلڈ کا بیٹا جیمس روتھس شیلڈ اور سر مارک سائیکز Sir Mark Sykes بھی شریک تھے۔ اس اجلاس میں سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے اور فلسطین، میسا پوٹیما (حالیہ عراق)، آرمینیا اور عرب کے علاقے الگ کر کے نئی جغرافیائی حد بندیوں کے قیام پر بھی تفصیل کے ساتھ غور کیا گیا۔

سلطنت عثمانیہ کے خاتمہ کا فیصلہ محض اس لئے نہیں کیا گیا تھا کہ یہ دنیا کے سارے مسلمانوں کی خلافت اور واحد مسلم مملکت تھی۔ ہر منصوبے کے پس پشت ان سود خوروں کے کثیر جہتی مقاصد رہے ہیں۔ 1880 میں خانوادہ روتھس شیلڈ کی فرانس میں قائم برانچ نے روس میں باکو کے آئل کے ذخائر کے حقوق حاصل کر لئے تھے۔ اس تیل کو صاف کرنے کے لئے ایڈریاٹک Adriatic کے مقام پر ایک آئل ریفائنری بھی قائم کی گئی تھی۔ اس تیل کو ریفائنری تک پہنچانے کے لئے باکو سے بحیرہ اسود کی بندرگاہ باتوم Batum تک ایک ریلوے لائن بھی بچھائی گئی۔ بندرگاہ تک تیل پہنچانے کے نتیجے میں پہلی مرتبہ بحیرہ کیسپئین کا تیل روس سے باہر جانے کی راہ

کھلی۔ تھی اس سے قبل یہ تیل جغرافیائی طور پر علاقے سے باہر لے جانا ناممکن تھا۔ اس تیل کو سویڈن کا نوبل خاندان دریاؤں کے ذریعے اندرون روس ہی ٹرانسپورٹ کر رہا تھا۔ باکو کے تیل کی بحری جہازوں کے ذریعہ روتھس شیلڈ کی ریفائنری تک سپلائی سے روتھس شیلڈ کو کثیر مقدار میں سستے تیل کی فراہمی شروع ہوگئی۔ اس کی کھپت کے لئے انہوں نے سوئز کے مشرق میں نئی مارکیٹوں کی تلاش شروع کی جہاں پر ان کا مقابلہ اسٹینڈرڈ آئل سے تھا۔

شپنگ بروکروں کی سفارشات پر نئی مارکیٹوں میں گھسنے کے لئے ایک ایسے آدمی کی تلاش شروع ہوئی جس کا اس مارکیٹ میں عمل دخل ہو۔ یہ شخص مارکوس سیموئیل تھا جس کے کاروباری تعلقات پورے مشرق بعید میں پھیلے ہوئے تھے۔ روتھس شیلڈ کی شیل آئل کمپنی نے سیموئیل کو مارکیٹ میں سستے تیل کی فراہمی کا ٹاسک دیا۔ سیموئیل نے ٹرانسپورٹیشن پر اخراجات کم کرنے کے لئے بلک آئل ٹینکرز بنانے کی تجویز پیش کی۔ اس سے قبل اسٹینڈرڈ آئل کمپنی چھوٹے جہازوں کے ذریعے کین میں تیل بھر کر افریقہ میں سپلائی کر رہی تھی۔ یہ جہاز چھوٹے ہونے کی بناء پر زیادہ دور نہیں جاسکتے تھے اور ان پر اخراجات بھی زیادہ آتے تھے۔ سیموئل کی تجویز پر تیار کردہ نئے آئل ٹینکر نہ صرف چار ہزار ٹن تک تیل لے جاسکتے تھے بلکہ ان کی پہنچ نہر سوئیز سے باہر مشرق بعید تک تھی۔ نئی حکمت عملی کے تحت 1892 میں روتھس شیلڈ کی آئل کمپنی شیل آئل مدمقابل اسٹینڈرڈ آئل کی اجارہ داری کو توڑ چکی تھی۔

مارکوس سیموئیل کے یہ تعلقات روتھس شیلڈ کے ساتھ نو برس تک جاری رہے جس کے بعد اس کو روتھس شیلڈ میں شراکت دار کا درجہ حاصل ہوگیا۔ رائل ڈچ پٹرولیم جو سماٹرا میں تیل کے نئے کنوئیں کھود رہی تھی کی شراکت کے ساتھ روتھس شیلڈ نے نئی کمپنی ایشیاٹک پٹرولیم کمپنی کی بنیاد رکھی۔ اس کو بعدازاں رائل ڈچ شیل گروپ کا نام دیا گیا۔ بعدازاں شیل گروپ نے اسٹینڈرڈ

آئل اور سویڈن کے نوبل خاندان کے ساتھ مل کر دنیا بھر میں تیل کا کارٹل قائم کر دیا۔

روتھس شیلڈ کے شیل گروپ کو باکو سے ارزاں ترین تیل کی فراہمی 1905 تک بلاتعطل جاری رہی۔ 1905 میں سیاسی حالات کے ساتھ ساتھ باکو کی مسلم آبادی اور آرمینیائی اقلیتی عیسائی آبادی کے مابین ہونے والے جھگڑوں نے بھی تیل کی سپلائی معطل رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ تیل کی سپلائی میں تعطل کی بناء پر اسٹینڈرڈ آئل کو شیل پر سبقت حاصل ہوگئی کیونکہ اس کے تیل کے ذخائر پرامن علاقوں میں واقع تھے۔ رائل ڈچ اور شیل گروپ کو اس موقع پر محسوس ہوا کہ باکو میں ان کی بھاری سرمایہ کاری مسلم ترکوں اور عیسائی آرمینیائیوں کے مابین نسلی جنگ کے نتیجے میں تباہ ہو جائے گی۔ روتھس شیلڈ نے پھر ایک تیر سے دو شکار کرنے کا فیصلہ کیا۔ باکو میں امن کے لئے آرمینیائی اقلیت کی تطہیر اور عثمانی سلطنت کا خاتمہ تاکہ مشرق بعید تک اس کے سامنے کوئی مزاحمت باقی نہ رہے۔

جتنا یہ کہنا آسان ہے کہ چند لاکھ افراد کی قربانی سے اگر اربوں افراد کو فائدہ پہنچ رہا ہے تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔ ان سودخوروں کے لئے یہ کرنا بھی اتنا ہی آسان ہے۔ اس کے لئے ایک پراکسی پارٹی کو استعمال کرنا ہوتا ہے اور انہیں فنڈز فراہم کرنا ہوتے ہیں اور بس۔ عثمانی سلطنت کے فرانسیسی حکومت کے ساتھ انتہائی قریبی تعلقات تھے۔ ماضی قریب میں نپولین ترکی کی فوجی امداد کر چکا تھا اور ترکی کے مالی استحکام میں بھی اپنا کردار ادا کر رہا تھا۔ مگر یہ نپولین خود نہیں تھا بلکہ روتھس شیلڈ تھے، جن کا ایجنٹ نپولین خود بھی تھا۔ آرمینیائی آبادی کے خلاف پہلی نسل کشی 1894 اور 1895 میں ہوئی تھی جب باکو کی آئل فیلڈ سے تیل نکلتے ہوئے محض دو برس ہوئے تھے۔ یہ آرمینیائی سیکڑوں برس سے ترک سلطنت میں پرامن طریقے سے رہ رہے تھے مگر اب اچانک مسلم اور عیسائی آبادی کے مابین نفرت کی خلیج اتنی بڑھ گئی کہ نسل کشی کی نوبت آ پہنچی۔ جنگ عظیم اول

کے بعد ہونے والی نسل کشی نے باکو میں ہمیشہ کے لئے امن قائم کر دیا جو شیل کمپنی کا ہدف تھا۔
جرمنی میں یہودیوں کی نسل کشی کی طرح آرمینیائی آبادی کی نسل کشی کے بھی کئی فوائد ان سودخوروں کو ہوئے۔ان سودخوروں کے سامنے فلسطین میں ایک صہیونی سلطنت کے قیام کا منصوبہ تھا اور وہ اس میں یہودیوں کی بلا کنٹرول آمد نہیں چاہتے تھے اس لئے کسی حد تک یہودی آبادی میں کمی ضروری تھی۔

سلطنت عثمانیہ کے خاتمہ کے لئے پہلے ہی ترکی میں سودخوروں کے ایجنٹوں نے کام شروع کر دیا تھا اور انقلابیوں کو مدد فراہم ہونا شروع ہو گئی تھی۔انقلابیوں کو منظم کرنے کا کام جمال الدین افغانی کو سونپا گیا جس نے ایک میسونک سیاسی پارٹی قائم کر دی تھی جس کا نام تو کمیٹی آف یونین اینڈ پروگریس Committee of Union and Progress تھا مگر یہ ینگ ترک کے نام سے مشہور ہوئی۔خلیفہ سلطان حمید دوئم کے خلاف تمام طاقتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کے لئے ینگ ترک نے پہلے کام کے طور پر تمام صوفی سلسلوں جس میں نقشبندی اور بقطاشی قابل ذکر ہیں، کو متحد کرنے کا کام شروع کیا۔اس اتحاد میں جمال الدین افغانی کی فری میسن پارٹی ینگ ترک بھی شامل تھی۔

ان صوفی سلسلوں کی کہانی بھی عجیب و غریب ہے۔ترکی کے یہ صوفی سلسلے، خاص طور سے بقطاشی، معروف اسلام سے ہٹ کر عملا ایک نئے دین کی ترویج کر رہے تھے۔ان صوفی سلسلوں کی تعلیمات کو دیکھا جائے تو قادیانی، احمدی، ذکری، بہائی اور اسی قبیل کے دیگر سلسلوں کی تعلیمات اور ہدف میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔

بقطاشیوں کی تعلیمات کے مطابق، ان کا موجودہ مرشد جس کو یہ دیدبابا کہتے ہیں، انسان کامل ہے اور اس کی ہر بات پر عمل کرنا تمام مریدوں پر لازم ہے۔ان کے نزدیک قرآن کے دو مطالب

ہیں، ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔باطنی مطلب بابا بہتر طور پر جانتے ہیں، اس لئے وہ قران کی جو بھی تشریح کریں، اس کا ماننا لازمی ہے۔عام مسلمانوں کی طرح پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ فرض نہیں ہے۔بلکہ اللہ کی عبادت کسی بھی وقت اس فرقہ کی خصوصی عبادت گاہ میں کی جا سکتی ہے۔اسی طرح حج کا نعم البدل درویشوں کی قبر کی زیارت ہے۔ذکر خدا کی مخلوط محفلوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔"یا علی مدد علی دوراں" ان کا مقبول کلمہ ہے۔چونکہ یہ اور دیگر فرقے پہلے سے ہی الومیناتی کے زیر اثر تھے، اس لئے جمال الدین افغانی کا کام آسان ہو گیا تھا۔

ترکی میں بھی انقلابیوں کے ڈانڈے یہودیوں سے جا ملتے ہیں۔ 1680 میں ایک یہودی سباتائی زیوی Sabbatai Zevi نے سیلونیکا Salonika میں اپنے نبی اور مسیحا ہونے کا اعلان کیا اور ہزاروں یہودیوں کے ہمراہ اس نے فلسطین کا قصد کیا۔ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور اس کے معتقدین نے اسے خدا کی طرف سے نشانی قرار دیا۔ 1716 میں اس کے جانشین باروچیہ روسو Baruchia Russo نے سیلونیکا میں ڈونمیہ Donmeh فرقہ کے قیام کا اعلان کیا۔1900 میں ان کی تعداد ترکی میں ایک لاکھ کے قریب تھی۔بعد ازاں یہ کرپٹو Crypto یہودی کہلائے جو بظاہر تو مسلمان تھے مگر باطنی طور پر یہودی۔ 1891 میں اسی ڈونمیہ گروپ نے کمیٹی آف یونین اینڈ پروگریس قائم کی جو بعد ازاں ینگ ترک کے نام سے معروف ہوئی۔اس کی مالی معاونت براہ راست روتھس شیلڈ کر رہا تھا۔1902 اور 1907 میں ینگ ترک کی دو کانگریس پیرس میں ہوئیں جس میں انقلابی طریقہ کار پر روتھس شیلڈ کی ہدایات کی روشنی میں غور کیا گیا۔ترکی میں جو لوگ حکومت میں اور باہر روتھس شیلڈ کے ایجنٹوں کا کردار ادا کر رہے تھے ان میں عثمانی سلطنت کا وزیر داخلہ طلعت پاشا بھی تھا۔یہ بھی ڈونمیہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور جنگ عظیم اول میں ترکی کا وزیر داخلہ تھا۔اس کو

آرمینیائی عیسائیوں کی نسل کشی کے منصوبے کا سرخیل کہا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ وزیر خزانہ داؤد
بے، اس کا نائب میسم روسو، ینگ ترک کے اخبار انقلابی پریس کا مدیر رفیق بے جو بعدازاں
1939 میں ترکی کا وزیر اعظم بنا، ینگ ترک کے پروپیگنڈہ کا سربراہ ایمانوئیل کاراسو
Emanuel Karasu، روس کی بالشویک کا رکن ولادمیر جیبوٹنسکی Vladimir
Jabotinsky جو ترکی منتقل ہوگیا تھا اور 1908 میں ینگ ترک کے اخبار کا مدیر مقرر ہوا،
ترکش ہوم لینڈ کا مدیر الیگزینڈر ہیلفنڈ Alexander Helphand اور مصطفٰے کمال
اتاترک جس نے ایک یہودی سائمن زیوی Simon Zevi کے یہودی مدرسے سیم سی آفندی
اسکول Semsi Efendi Jewish Donmeh school (Rucholigè
School) سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، یہ سب کے سب کرپٹو یہودی تھے اور ینگ ترک کے
رہنماؤں میں شامل۔ حالات کو سمجھنے کے لئے واقعات کا ایک مرتبہ پھر ترتیب وار جائزہ لیتے ہیں۔
1680۔ ایک ترک یہودی سباتائی زیوی نے سےلونیکا میں اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا اور
ہزاروں معتقدین کے ہمراہ یروشلم کی طرف کوچ کیا بعدازاں راستے میں اسلام لانے کا اعلان کیا
1716۔ سباتائی کے جانشین نے سیلونیکا میں ڈونمیہ نامی فرقہ قائم کرنے کا اعلان کیا۔ بعدازاں
یہ کرپٹو یہودی کہلائے۔ بظاہر یہ مسلمان ہوتے ہیں اور بہ باطن یہودی۔
1860۔ ہنگری کے صیہونی آرمینس وامبیری Arminius Vámbéry کو سلطان
عبدالمجید کا مشیر مقرر کیا گیا۔ آرمینس وامبیری برطانوی فارن آفس کا خفیہ ایجنٹ تھا۔ اس نے
صیہونی لیڈر تھیوڈور ہرزل Theodor Herzl اور سلطان عبدالمجید کے مابین اسرائیل کے
معاملے پر ڈیل بھی کرانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔

1891۔ ڈونمیہ میں سے ایک گروپ نے کمیٹی آف یونین اینڈ پروگریس قائم کرنے کا اعلان
کیا۔ بعدازاں یہ ینگ ترک کہلائے۔ اس گروپ کی سربراہی ایک فری میسن ایمانوئیل کاراسو
کررہا تھا۔ یہی ینگ ترک اور روتھس شیلڈ کے مابین رابطے کا بھی ذریعہ تھا۔
1895۔1896۔ سیلونیکا کے یہودیوں نے استنبول میں آرمینیائی باشندوں کا قتل عام کیا۔
1902 اور 1907 میں ینگ ترک کے دو اجلاس پیرس میں ہوئے تاکہ 1908 میں لائے
جانے والے انقلاب کی جزئیات طے کی جاسکیں۔
1908۔ ینگ ترک انقلاب لے آئے اور سلطان کو پسپائی پر مجبور کردیا۔
1909۔ یہودی ینگ ترک پارٹی نے ترکی کے شہر عدنا Adana جو اس وقت سلیسیا Cilicia
کہلاتا تھا میں آرمینیائی باشندوں پر تشدد کیا، ان کی عورتوں کی آبروریزی کی اور تقریباً ایک لاکھ
افراد کا قتل عام کیا۔
1914۔ ینگ ترک نے پورے ترکی میں دہشت کا راج قائم کردیا۔ ایک ترک سربیائی ایجنٹ
نے آسٹریا کے شہزادے کو سرائیو میں قتل کردیا جو جنگ عظیم اول کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔
1915۔ کرپٹو یہودیوں نے ایک مرتبہ پھر آرمینیائی باشندوں کا قتل عام کیا۔ اس مرتبہ متاثرین
کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے بھی تجاوز کرگئی۔
1918۔ کرپٹو یہودی مصطفٰے کمال کو ینگ ترک میں آگے لاکر قیادت کے منصب پر فائز کردیا گیا
1920۔ سودخور بینکاروں کی پٹھو روسی بالشویک حکومت نے مصطفٰے کمال کو ایک کروڑ گولڈ روبلز،
پینتالیس ہزار رائفلوں اور تین سو مشین گنوں کی بمعہ بارود کی امداد پیش کی۔
1921۔ مصطفٰے کمال نے باتوم کی بندرگاہ پر قبضہ کرلیا جس کو پانچ روز کے بعد بالشویکوں نے
خالی کروالیا۔

1922 ۔ سمرنا (ازمیر) میں ایک بار پھر ینگ ترک تنظیم نے تشدد اور خون کی ہولی کھیلی۔ اس مرتبہ ان کا نشانہ ایک لاکھ کے قریب آرمینیائی اور یونانی عیسائی بنے۔

معروف ترکی مصنف میلان زادے رفعت 'Melanzade Rfat اپنی کتاب انقلاب عثمانیہ میں جو 1929 میں طبع ہوئی، لکھتا ہے کہ، " آرمینیائیوں کے قتل عام کا منصوبہ اگست 1910 اور اکتوبر 1911 میں ینگ ترک کی کمیٹی کے ہونے والے اجلاسوں میں بنا لیا گیا تھا۔ یہ کمیٹی مکمل طور پر بلقان سے منتقل ہونے والے یہودیوں پر مشتمل تھی جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ ان میں طلعت، انور، بہاء الدین، شاکر، جمال اور نظام شامل تھے۔ اس کے اجلاس سےلونیکا میں روتھس شیلڈ کی مالی معاونت سے قائم کئے گئے گرینڈ اور رینٹ لاجز کے ہوٹل میں ہوتے تھے۔"

شلر انسٹیٹیوٹ Schiller Institute کے معروف اسکالر جوزف بریودا Joseph Brewda نے 1994 میں اپنے ایک مقالے میں لکھا کہ، " کاراسو نے 1890 میں سیلونیکا کے مقام پر جو اب یونان میں شامل ہے ترک خفیہ سوسائٹی ینگ ترک کی بنیاد رکھی۔ وہ اطالوی میسونک لاج کا گرینڈ ماسٹر تھا۔ یہ لاج ینگ ترک کے لئے ہیڈ کوارٹر کا کام کرتا تھا اور اس کی پوری قیادت اس کی رکن تھی۔" وہ مزید لکھتا ہے کہ، " کاراسو کو ینگ ترک کے راج میں فیصلہ کن حیثیت حاصل تھی۔ وہ سلطان سے ملا اور اس کو بتایا کہ اس کی بادشاہت کا خاتمہ کیا جا چکا ہے۔ اس نے سلطان کو نظر بند کر دیا۔ وہ بلقان میں انٹیلیجنس نیٹ ورک بھی چلاتا تھا۔ اور وہی جنگ عظیم اول میں خوراک کی فراہمی کا ذمہ دار تھا"۔ جوزف لکھتا ہے کہ یہ شرمناک اور حیرت انگیز ہے کہ پانچ صدیوں قبل جس ترک شہنشاہیت نے ان یہودیوں کو پناہ دی، اسی بادشاہت کو خفیہ سازش کے ذریعے ان لوگوں نے نہ صرف ختم کر دیا بلکہ عیسائیوں کا قتل عام کر کے اس کا جشن بھی منایا۔

سلطنت عثمانیہ کے خاتمے اور خطہ عرب کی بندر بانٹ میں لارنس آف عربیہ کا بھی ایک کردار ہے مگر یہ ایک الگ کتاب کا موضوع ہے۔ 1918 میں شریف مکہ حسین کے بیٹے فیصل نے لارنس آف عربیہ کے ایماء پر عثمانی سلطنت کے خلاف بغاوت کر دی اور دمشق پر قبضہ کر لیا۔ اس قبضے کے پانچ دن کے بعد ایک معاہدہ عمل میں لایا گیا جس کے تحت عثمانی سلطنت کا باقاعدہ خاتمہ کر دیا گیا اور سلطنت کو فاتحین نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ بڑے حصہ دار فرانس اور برطانیہ تھے جنہوں نے پورے مشرق وسطیٰ کا کنٹرول سنبھال لیا جبکہ اٹلی اور یونان کے حصے میں اناطولیہ کا علاقہ آیا۔ ینگ ترک نے انقرہ میں اپنی حکومت قائم کر لی اور یونان سے خاصا علاقہ خالی کرا لیا۔ اس جنگ میں فرانس اور برطانیہ خاموش تماشائی رہے۔

فیصل نے پیشقدمی جاری رکھی اور آج کل جو علاقہ اردن کہلاتا ہے اس پر اور شمالی شام پر قبضہ کر لیا۔ اس موقع پر پھر روتھس شیلڈ کا منصوبہ زیر عمل آیا اور برطانوی خفیہ معاہدہ سائیکس۔ پائیکو معاہدہ طے پا گیا۔ روتھس شیلڈ کی مرضی کے مطابق مشرق وسطیٰ کی وسیع تقسیم عمل میں لائی گئی اور شریف مکہ حسین (جس نے علاقہ پر بادشاہت کی آس میں عثمانی سلطنت کے خلاف بغاوت کی تھی) دھوکہ کا شکار ہوا۔ شام اور لبنان کو فرانس کی عملداری میں دے دیا گیا جبکہ اردن اور کویت کو برطانیہ کی سپرداری میں۔ اس تقسیم میں فلسطین ایک صہیونی سلطنت قرار پائی۔

اس عذر لنگ کے تحت کہ حسین باغی فوج کو کنٹرول کرنے میں ناکام رہا ہے، برطانیہ نے ابن سعود اور اس کی پارٹی اخوان کو جزیرہ نما عرب میں حکومت قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ برطانوی فوجی امداد سے اخوان نے جزیرہ نما عرب میں دہشت کا بازار گرم کر دیا۔ طائف، بریدہ اور حیفہ میں بے دریغ قتل عام کیا گیا۔ ایک اندازے کے مطابق نئی حکومت کے قیام میں چالیس ہزار افراد کو باقاعدہ موت کی عدالتی سزا دی گئی جبکہ تقریباً ساڑھے تین لاکھ افراد کو ویسے ہی موت کے

گھاٹ اتار دیا گیا۔ 1924 میں جیک فلبی نے مکہ مکرمہ کو دوبارہ فتح کر کے ہاشمیوں کو ہمیشہ کے لئے وہاں سے نکال باہر کیا۔ 1932 میں سعودی عرب کا باقاعدہ قیام عمل میں لایا گیا۔

ایلن ڈولس Allen Dulles (جو سی ایف آر کے صدر کے علاوہ سی آئی اے کا سربراہ بھی رہا) اور جیک فلبی Jack Philby (اس کا اصل نام Harry St. John Bridger Philby تھا مگر یہ تاریخ میں جیک فلبی کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ لبنان میں پیدا ہوا اور اس نے گاہے بگاہے اپنا نام شیخ عبداللہ بھی اختیار کیا) کی مدد سے راک فیلر نے سعودی عرب کے تیل کے ذخائر پر کنٹرول حاصل کر لیا۔

1920 میں شریف مکہ حسین نے شام اور اس کے بیٹے فیصل نے عراق کا کنٹرول سنبھال لیا۔ تاہم جلد ہی فرانکو کی فوج نے حسین کو ان کی نئی بادشاہت سے بے دخل کر دیا۔ 1921 میں برطانیہ نے فیصل کو سلطنت عثمانیہ کے خلاف اور صیہونی سلطنت کے قیام میں عظیم خدمات کے صلے میں عراق کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ اس وقت تک عراق میں چند ہی لوگ تھے جو فیصل کے نام سے واقف تھے۔

عثمانی سلطنت کے خاتمے کے ساتھ ہی یہ سود خور اپنے کئی مقاصد حاصل کر چکے تھے ان میں سرفہرست صیہونی سلطنت اسرائیل کی راہ میں مزاحمت کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ ایشیائے کوچک کے تیل پر قبضہ اور بعد ازاں پورے عرب کے تیل پر قبضہ شامل ہے۔

اسٹالن

اسٹالن 1879 میں جارجیا کے پہاڑی صوبے گوری Gori میں پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش پر والدین نے اس کا نام جوزف وزاریونووچ Joseph Vissarionovich Djugashvili رکھا۔ اس کے والد ڈیڈو لیلو Dido-Lilo کے قصبے میں بطور کسان دوسروں کی زمینوں پر کام کرتے تھے۔ جبکہ اس کی ماں ایکا ٹیرینا گیلادزے Ekaterina Geladze ایک بہت عابد زاہد عورت تھی جس کے آباء واجداد گمباراؤلی Gambarouli گاؤں میں جاگیرداروں کی زمین پر کام کرتے تھے۔ اسٹالن کے باپ کے بارے میں کچھ زیادہ تو معلومات میسر نہیں ہیں سوائے اس کے کہ وہ کبھی بطور مزدور زمینوں پر کام کرتا تھا اور کبھی ایدل خانوف Adelkhanov میں واقع فیکٹری میں بطور موچی کام کرتا تھا۔ وہ ایک تن آسان اور کاہل شخص تھا جس کے نزدیک شراب کے ایک گلاس کا حصول بڑی کامیابی تھا جبکہ اس کی ماں مذہبی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سخت کوش عورت تھی۔ وہ فارغ اوقات میں کپڑے دھوتی تھی تاکہ خاندان کی گزر بسر میں آسانی پیدا ہوسکے۔ اسٹالن کو پریسٹ بنانا اس کا خواب تھا۔ اس کے لئے وہ تنگی میں گزر بسر کرتی تھی تاکہ اسٹالن کو کسی طرح تعلیم دلا سکے۔ اسٹالن نے چار سال تک ابتدائی تعلیم گوری کے قصبے میں ہی حاصل کی۔ بعد ازاں اس کو ایک اسکالرشپ مل گئی جس کے تحت وہ تفلیس Tiflis کے عیسائی مدرسے میں تعلیم حاصل کرسکتا تھا۔ مگر یہاں پر وہ مذہبی زندگی سے مطابقت میں ناکام رہا اور اس کو مسلسل مدرسے کے اساتذہ کے ساتھ دشواریوں کا سامنا رہا۔ بالآخر اس کو چار سال کے بعد تفلیس کے مدرسے سے نکال دیا گیا جس کے بعد اس نے نوجوان انقلابیوں کے گروپ میں شمولیت اختیار کر لی۔

اسٹالن نے پہلی شادی ایکاٹیرینا سوانیدزے Ekateriana Svanidze سے کی جس سے اس کا ایک بیٹا یشا جیکب جگا شویلی Yasha Jacob Djugashvili پیدا ہوا۔ اس کا یہ بیٹا بہت زیادہ ذہین نہیں تھا۔ حتٰی کہ اسٹالن جب ایک ڈکٹیٹر تھا اس وقت بھی وہ بطور الیکٹریشین اور مکینک کام کر رہا تھا۔

اسٹالن نے دوسری شادی نادیہ ایلی لائی اوفا Nadya Allilyova سے کی جس سے اس کا ایک بیٹا واسیلی Vasili اور بیٹی سویٹلانا Svetlana پیدا ہوئی۔ واسیلی ائرفورس کے میجر جنرل کے عہدے تک پہنچا۔ جب اس کا باپ آمر تھا تو عموماً وہی قومی دنوں پر ہونے والے فلائینگ پاسٹ کی سربراہی کرتا تھا۔ اسٹالن کے مرنے کے بعد اسے بھی پس منظر میں پھینک دیا گیا۔

اسٹالن اور اس کی دوسری بیوی کی ازدواجی زندگی بہت زیادہ خوشگوار نہیں گذری۔ اسی اثناء میں اسٹالن کے ایک یہودی حسینہ روزا کاگانووچ کے Rosa Kaganovich ساتھ تعلقات استوار ہوگئے۔ اسٹالن کی دوسری بیوی نادیہ کی مشکوک خودکشی کے بعد روزا نے اس کے ہمراہ رہنا شروع کردیا۔

اسٹالن کے دیگر عورتوں کے ساتھ تعلقات کے علاوہ نادیہ، اسٹالن کے سنگین اور بے رحم رویہ سے بھی دلبرداشتہ تھی۔ جس کے نتیجے میں اس کے ہزاروں ہم مذہبوں کو بے رحمی کے ساتھ موت کے گھاٹ صرف اس لئے اتار دیا گیا تھا کہ اسٹالن کے بقول وہ کھیل کو بدلنے کی کوشش کر رہے تھے۔

روزا کا بھائی لازار کاگانووچ Lazar Kaganovich اسٹالن کا نہایت قریبی دوست تھا۔ اسٹالن نے اس کو پولٹ بیورو Politburo کا رکن بنادیا تھا اور وہ اس پوسٹ پر اسٹالن کی

موت تک فائز رہا۔ کاگانووچ نے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا اور اپنے آپ کو ہیوی انڈسٹری کے کمشنر کے عہدے کا اہل ثابت کیا۔ اس نے دونیتز بیسن Donetz Basin آئل فیلڈز کو ڈیولپ کیا اور ماسکو سب وے تعمیر کی۔ کاگانووچ کے بیٹے میہائیل Mihail نے اسٹالن کی بیٹی سویٹلانا سے شادی کی۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ سویٹلانا کے پہلے شوہر کا کیا بنا۔ آیا وہ خود راستے سے ہٹ گیا یا اس کو ہٹا دیا گیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح اسٹالن کی دوسری بیوی نادیہ کی خودکشی مشکوک ہے جس کے بعد روزا کاگانووچ نے اس سے شادی کر لی تھی۔

اسٹالن کے نائب وزیراعظم مولوتوف نے ایک یہودی سام کارپ Sam Karp جو کارپ ایکسپورٹنگ کمپنی کا مالک تھا، کی بہن سے شادی کی تھی۔ مولوتوف کی بیٹی کی منگنی اسٹالن کے بیٹے واسیلی کے ساتھ 1951 میں ہوئی تھی اس طرح پولٹ بیورو ایک قومی ادارے سے زیادہ خاندانی معاملہ میں تبدیل ہوگیا تھا۔

اسٹالن کو محض اس بناء پر انقلابی پارٹی کے بڑے رہنماؤں کی صف میں جگہ مل گئی تھی کہ انقلاب کے اولین دنوں میں تمام بڑے لیڈر یا تو جیل میں تھے یا پھر جلاوطن۔ لینن کے دور آمریت میں اسٹالن کبھی کمیونسٹ پارٹی کے کسی قابل ذکر عہدے پر فائز نہیں رہا۔ یہ لینن کی بیماری کا آخری دور تھا کہ اسٹالن اپنی چالباز سیاست کی بناء پر نئی پوزیشن حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا اور پھر اس کو پہلی پوزیشن حاصل کرنے کے لئے ٹراٹسکی اور دیگر یہودی رقیبوں کو منظر سے ہٹانا پڑا۔ ایک دفعہ لیڈرشپ حاصل کرنے کے بعد اس نے اس پوزیشن کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک موت نے اس کو آنہیں لیا۔

اسٹالن نے اقتدار کس طرح حاصل کیا یہ ایک دلچسپ کہانی ہے۔ لینن پر مئی 1922 میں فالج کا حملہ ہوا جس کی بناء پر دیگر جسمانی خرابیوں کے علاوہ اس کی بات کرنے کی صلاحیت بھی متاثر

ہوئی۔اسی سال دسمبر میں لینن نے زنوویف، کامینیف اور اسٹالن پر مشتمل ایک سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی جو حکومت کے معاملات کو چلا سکے۔اس کے کچھ عرصہ کے بعد ہی لینن پر فالج کا دوسرا حملہ ہوا جس کے نتیجے میں وہ چل بسا۔ٹراٹسکی نے اسٹالن پر یہ الزام لگایا کہ لینن کی موت میں اس کا ہاتھ تھا کیونکہ وہ لینن کی طویل علالت سے برافروختہ تھا۔

جب لینن نے بیماری کے بعد سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی اس وقت پولٹ بیورو لینن، زنوویف، کامینیف، ٹراٹسکی، بخارین، ٹامسکی اور اسٹالن پر مشتمل تھا۔جب سے لینن نے اقتدار سنبھالا تھا زنوویف اور کامینیف اس کا دایاں اور بایاں بازو تھے۔قدرتی طور پر یہ دونوں اپنے آپ کو سہ رکنی ٹیم کا سینیئر ممبر تصور کرتے تھے۔زنوویف تو اسٹالن کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتا تھا مگر کامینیف کا رویہ اسٹالن کے ساتھ انتہائی سخت تھا۔

زنوویف اور کامینیف، ٹراٹسکی کو لینن کے بعد اقتدار کی راہ میں اپنی رکاوٹ تصور کرتے تھے۔ ٹراٹسکی نے اپنی کتاب اسٹالن میں تحریر کیا ہے کہ اس کو اقتدار سے باہر رکھنے کے لئے زنوویف اور کامینیف نے اسٹالن کو استعمال کیا۔پولٹ بیورو کے دیگر ارکان نے بھی ہاتھیوں کی لڑائی میں کمزور ترین فرد کا ساتھ دیا مگر ان میں سے کسی کو بھی اس کا اندازہ نہیں تھا کہ اسٹالن اتنا زور پکڑ لے گا کہ پانی ان کے سر سے اوپر چڑھ جائے گا۔

جب کمیونسٹ پارٹی کی بارہویں کانگریس کا اجلاس ہو رہا تھا اس وقت تصور کیا جا رہا تھا کہ بطور سینئر ترین ممبر کے زنوویف اس کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرے گا۔لینن کی بیماری سے قبل یہ خطاب لینن کے لئے مخصوص تھا۔اجلاس کے شروع ہوتے ہی ابھی زنوویف اپنی نشست سے اٹھا بھی نہیں تھا کہ اسٹالن نے لپک کر یہ جگہ سنبھال لی۔کانگریس کے ختم ہونے سے قبل اسٹالن کمیونسٹ پارٹی کی مشین پر قابو حاصل کر چکا تھا اور ساتھ میں سہ رکنی کمیٹی میں لیڈنگ پوزیشن بھی۔

یہ تھی وہ صورتحال جس میں 1924 میں لینن اس دنیا سے رخصت ہوا یا کیا گیا۔

اپریل 1925 میں اسٹالن نے ٹراٹسکی کو جنگ کے شعبہ کی سربراہی سے ہٹا دیا۔اس کے بعد اس نے زنوویف اور کامینیف سے بھی تعلقات منقطع کر کے انہیں منظر سے ہٹا دیا اور پولٹ بیورو کے دیگر ارکان بخارین، رائیکوف اور ٹامسکی سے تعلقات بڑھائے۔اب ٹراٹسکی، زنوویف اور کامینیف نے اسٹالن کے خلاف ایک متحدہ بلاک بنایا مگر انہیں اب دیر ہو چکی تھی۔فروری 1926 میں اسٹالن نے زنوویف کو پولٹ بیورو سے برطرف کر دیا۔پھر پیٹرز برگ سوویت کی صدارت سے اور پھر تھرڈ انٹرنیشنل سے اس کی برطرفی عمل میں آئی۔اکتوبر 1926 میں کامینیف اور ٹراٹسکی کو بھی پولٹ بیورو سے برطرف کر دیا گیا۔اگلے برس اسٹالن کے یہ تینوں دشمن کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی سے اور پھر ایک مختصر عرصے کے بعد پارٹی سے ہی باہر نکال دیئے گئے۔

1927 میں ٹراٹسکی نے اسٹالن کے خلاف انقلاب لانے کی کوشش کی۔اس نے الزام لگایا کہ اسٹالن مارکس ازم سے ہٹ چکا ہے اور سوویت یونین کو سامراجی کلیت پسند ریاست میں تبدیل کر رہا ہے مگر وہ ناکام رہا۔اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ اسٹالن کو بین الاقوامی بینکاروں نے چن لیا تھا اور اب وہ ان تمام لوگوں کو چن چن کر راہ سے ہٹا رہا تھا جو ان بین الاقوامی بینکاروں کے طویل مدتی منصوبوں کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔

اس صفائی کے عمل میں لاکھوں افراد کو تہ تیغ کر دیا گیا جبکہ اتنی ہی بڑی تعداد کو جبری مزدوری پر شہروں سے باہر نکال دیا گیا۔بے شمار ایسے افراد جو فرسٹ انٹرنیشنل سے کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر چلے آ رہے تھے یا تو مار دیے گئے یا پھر داخل زنداں کر دیے گئے۔اس تطہیر کی نذر ہونے والے بڑے لیڈروں میں ٹراٹسکی، زنوویف، کامینیف، مارتینوف، زاسولچ، ڈیوچ، پاروس، ایگزلروڈ، راڈیک، یورتزکی، سویردیوف، دان، لائیبر اور مارتوف شامل ہیں۔جب اسٹالن کی موت واقع

ہوئی تو اس کے نزدیک واحد یہودی دوست اور سالا کاگانووچ اور اس کی تیسری بیوی روزا تھے۔

اسٹالن نے شمالی کرہ پر 35 سے 45 ارض بلد میں واقع خطہ پر قبضے کی لینن کی پالیسی کو جاری رکھا۔ دیگر ممالک کے کئی انقلابی لیڈروں کو اس کا یقین ہو چلا تھا کہ اسٹالن اپنے توسیع پسندانہ عزائم رکھتا ہے اور وہ عالمی کلیت پسند ریاست کا آمر بننا چاہتا ہے۔ ان کا خیال بالکل درست تھا۔ اسٹالن کو یہ احکامات بالکل وہیں سے ملے تھے جہاں سے لینن کو ملا کرتے تھے یعنی خفیہ طاقت جو عالمی تحریک انقلاب کے پس پشت تھی۔

اسٹالن دیگر ممالک کے ساتھ فوجی جنگ نہیں چاہتا تھا بلکہ اس کی پالیسی یہ تھی کہ ان ممالک میں انقلابی صورتحال پیدا کی جائے۔ اس کی پالیسی کو زبردست کامیابی اور پذیرائی ملی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو شمالی کرہ کی تقریباً نصف زمین کمیونسٹ نقشے میں آچکی تھی اور دنیا کی تقریباً آدھی آبادی بھی۔

لینن نے 1921 میں کہا تھا کہ اسپین سوویتائز ہونے والا اگلا ملک ہوگا۔ اسٹالن نے اس قول کو عظیم ترکہ سمجھ کر سینے سے لگائے رکھا۔ بس ایک بار اسپین کے پرولتاری نقشے پر ابھرنے کی ضرورت تھی پھر فرانس اور برطانیہ پر قبضہ کوئی مشکل نہیں تھا۔ اور اگر بائی چانس اسپین پر انقلابی کاوشیں بارآور ثابت نہ ہوں تو اس کو جنگ عظیم دوم کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا تھا۔

جب اسٹالن اسپین میں انقلابی کوششوں میں مصروف تھا اسی وقت بین الاقوامی بینکاروں نے اس کو معاشی جنگ میں سرگرمی سے حصہ لینے کا حکم دیا۔ اس معاشی جنگ کا منصوبہ 1918 میں صلح کے معاہدے پر دستخط کے فوری بعد ہی بنالیا گیا تھا۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ تمام افراد جنہوں نے جنگ عظیم اول میں حصہ نہیں لیا تھا وہی خوشحال رہے۔ جنگ کے بعد دو سال تک تمام اتحادی ممالک میں معاشی سرگرمیاں عروج پر رہیں مگر جیسے ہی نفع کی امید پر کی گئی قیاسی سرمایہ کاری اپنے

عروج پر پہنچی، زیر گردش سرمایہ باہر کھینچ لیا گیا اور قرضوں کو محدود کر دیا گیا۔ جاری کئے گئے قرضوں کی وصولی کے احکامات جاری کر دیئے گئے۔ 1922 تا 1925 ایک چھوٹا سا مالی بحران آیا۔ یہ معاشی شعبدہ بازی 1930 میں آنے والے اصل معاشی بحران سے پہلے کی ایک ریہرسل تھی۔

1925 کے بعد معاشی پالیسی کو یکسر تبدیل کر دیا گیا جس کے بعد امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور آسٹریلیا میں خوشحالی کے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ اسٹاک، بانڈ اور رئیل اسٹیٹ میں سرمایہ کاری کرنے والے تمام حدیں پار کر گئے۔ مگر 1929 کے آخر میں ہر چیز اچانک کریش کر گئی اور دنیا کو 1930 کے شدید ترین ڈپریشن کا سامنا کرنا پڑا اور لاکھوں افراد عرش سے فرش پر آ گئے۔ عوام نے اس کا ذمہ دار اپنی حکومتوں کی بری پالیسیوں کو قرار دیا جس کے نتیجے میں کروڑوں افراد مفلس ہو گئے تھے۔ مگر تین سو افراد جو پہلے ہی کروڑ پتی تھے وہ اب ارب پتی ہو گئے تھے۔

1925 میں اسٹالن نے نام نہاد سوویتائز ممالک میں اقتصادی ترقی کے لئے ایک پانچ سالہ صنعتی منصوبہ شروع کیا۔ اس منصوبے کے تحت صنعتی وسائل کو بہتر استعمال کرنا، خام مال کو استعمال کر کے مصنوعات بنانا اور زرعی و صنعتی مشینری کو جدید بنانا تھا۔ اس وسیع منصوبے کو مالی مدد بین الاقوامی بینکاروں کی جانب سے فراہم کی جانا تھی۔ یہ پروگرام جب سوویت یونین کی ترقی کے لئے شروع کیا گیا اسی وقت روس اور جرمن کے درمیان معاہدہ ہوا تھا جس سے روسی معیشت کو ایک اچھال ملا تھا۔ درحقیقت روس کے لاکھوں افراد کو غلام بنا کر وہ لوگ جنہوں نے ان کو غلام بنایا تھا وہ ان ممالک میں جہاں پر لیبر آزاد تھی، کے مقابلے میں کم تخمینی لاگت سے اشیاء بنا کر دنیا کی دولت کو زیادہ آسانی سے لوٹ سکتے تھے۔

اب اگلی چال اجتماعی فارمنگ تھی۔ صدیوں سے زرعی زمینوں پر کام کرنے والے مزدوروں کی حالت غلاموں سے تھوڑی سی بہتر تھی۔ لینن نے ان کی حمایت، ان کو پہلے سے زیادہ مراعات

دے کر حاصل کی تھی۔ 1906 سے 1914 کے دوران وزیراعظم پیٹر آرکاڈائیوچ Peter Arkadyevich نے دو لاکھ کسان خاندانوں کو زمین کی ملکیت دی تھی۔ بعدازاں یکم جنوری 1916 کو یہ تعداد بڑھ کر یہ بڑھ کر 62 لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔

بین الاقوامی بینکاروں نے صنعتی ترقی کے نام پر دیئے گئے اپنے قرضہ جات کو محفوظ بنانے کے لئے مطالبہ کیا کہ سوویت ممالک کی برآمدات و درآمدات پر کنٹرول کیا جائے۔ انہوں نے اجتماعی زراعت کا بھی مطالبہ کیا کہ اس طرح وسائل کا زیادہ بہتر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

تاریخ میں محفوظ ہے کہ اسٹالن نے بین الاقوامی بینکاروں کے ان شاہی احکامات کو جب نافذ کیا تو کیا ہوا۔ کسانوں کو ان قوانین پر عملدرآمد کے لئے مجبور کرنے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورتحال پر ہمیشہ اسٹالن کو مطعون کیا جاتا ہے۔ ریکارڈ کے مطابق ان سیاہ قوانین پر عملدرآمد سے انکار پر یا بچنے کی کوششوں پر پچاس لاکھ سے زائد کسانوں کو یا تو سزائیں دی گئیں یا پھر بھوکا مرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ مزید پچاس لاکھ افراد کو سائبیریا میں جبری مزدوری کے لئے بھیج دیا گیا۔

ایک بات جس کا کم ہی لوگوں کو علم ہے وہ یہ کہ ان کسانوں سے ضبط کیا گیا غلہ ایک جگہ جمع کر لیا گیا جو ان بین الاقوامی بینکاروں کے امریکہ اور کینیڈا کے علاوہ دیگر ممالک میں موجود ایجنٹوں نے خرید لیا۔ اس کے علاوہ ان بینکاروں نے ارجنٹائن اور گوشت پیدا کرنے والے دیگر ممالک سے منجمد گوشت کی بھی بڑے پیمانے پر خریداری کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کینیڈا اور امریکہ کے غلہ اور مویشی کا پوری دنیا میں کوئی خریدار نہیں تھا۔

1920 تا 1929 برطانیہ، کینیڈا اور امریکہ کے سواء دیگر سارے ممالک کے لئے بحری جہاز رانی پر بین الاقوامی بینکار زر تلافی فراہم کر رہے تھے۔ اس تجارتی قزاقی کا نتیجہ یہ نکلا کہ برطانیہ، کینیڈا اور امریکہ کے بحری تجارتی جہاز دیگر ممالک کے جہازوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور

بندرگاہوں پر کھڑے ناکارہ ہو گئے۔ ان ممالک کی برامدات کم ترین سطح پر پہنچ گئیں۔ اتحادی ممالک کی برامدات کم ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی معیشت کو دھچکا جاپان، جرمنی اور وسطی یورپیائی ممالک سے آنے والی سستی درامدات سے بھی پہنچا۔ کینیڈا میں آٹھ میں سے پانچ افراد کی آمدنی تعلق برامدات سے تھا۔ جیسے ہی برامدات کم ترین سطح پر پہنچیں تو ان تمام افراد کی قوت خرید جواب دے گئی۔ یہ ایک چین ری ایکشن chain reaction تھا اور اس کے نتیجے میں خدمات فراہم کرنے والے تمام طبقات پر اثر پڑا۔

اس معاشی تباہی کو یقینی بنانے کے لئے ان افراد نے جنہوں نے روس اور ارجنٹائن اور دیگر ممالک سے اجناس اور گوشت خرید کر ذخیرہ کر رکھا تھا انہوں نے یہ ذخائر امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا میں قیمت خرید سے کم پر ڈمپ کرنا شروع کر دیئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان ممالک میں جو جنگ عظیم اول کا سامنا کر چکے تھے، میں گودام اجناس سے بھر گئے اور خریدار کوئی نہیں تھا۔ کسان، برامد کنندگان، جہازراں سب اس سے شدید متاثر تھے دوسری جانب بقیہ آدھی دنیا میں قحط کا سامنا تھا اور لوگ ایک ایک نوالہ کے لئے ترس رہے تھے۔ برطانیہ کو ہر سال ساڑھے آٹھ کروڑ پاؤنڈ جہاز رانی سے حاصل ہوتے تھے جو اسے بجٹ خسارہ پورا کرنے میں مدد دیتے تھے۔ اس ناجائز مسابقت سے اس کے شعبہ جہاز رانی کو شدید دھچکا پہنچا اور برطانیہ میں بے چینی کو فروغ ملا۔ یہ سب کچھ بین الاقوامی بینکاروں نے مصنوعی طور پر اس لئے کیا کہ برطانوی بادشاہت کے مختلف یونٹوں میں غلط فہمی کو سنگین کیا جا سکے۔

اس معاشی جنگ کے نتیجے میں اتحادی ممالک میں جہاز رانی، صنعت اور زراعت، تمام سرگرمیاں یکسر جامد ہو گئیں جبکہ سوویت یونین اور اس کے زیرنگیں ممالک میں یہ عروج پر پہنچ گئیں۔ ایک مرتبہ پھر اس بات کو ذہن نشیں کرنے کی ضرورت ہے کہ انتہائی سازشوں کے پس پشت افراد ہمیشہ

اپنے اس بنیادی اصول پر عمل کرتے ہیں کہ جنگ سے ڈپریشن کا خاتمہ ہوتا ہے اور اس سے ان ممالک میں جواب تک بچے ہوئے ہیں، میں انقلاب کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

ہسپانوی انقلاب

یوں تو اسپین پر قبضے کے لئے سودخوروں نے حضرت عیسیٰ کے فوری بعد سے ہی کوششیں شروع کردی تھیں اور ان کے ایجنٹ عیسائیوں کے بھیس میں سرایت کر گئے تھے۔ تیرہویں صدی عیسوی میں پوپ نے ان کی تحقیقات کا حکم بھی دیا۔ 1475 سے 1504 کے درمیان شاہ فرڈیننڈ Ferdinand اور ملکہ ازابیلا Isabella نے ان تحقیقات کی بنیاد پر ان کے خلاف کارروائی بھی کی۔ 1492 میں اسپین نے دیگر یورپی ممالک کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسپین سے تمام یہودیوں کی بے دخلی کا حکم بھی دیا۔

1600 عیسوی کے بعد بین الاقوامی بینکاروں نے اپنی تنظیم نو کی تو انہوں نے ہسپانوی حکومت میں بھی اپنے ایجنٹ داخل کردیے۔ یہ ایجنٹ برطانوی اور فرانسیسی انقلاب کے دوران بہت زیادہ سرگرم رہے۔

بین الاقوامی سازش کے طریقہ کار کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ 1839 سے 1939 کے درمیان اسپین میں ہونے والے واقعات کا بغور جائزہ لیا جائے۔ انقلاب کے لیے، انہوں نے سہ جہتی حکمت عملی اپنائی۔

اول: انقلابی پارٹی کے ایجنٹوں کی حکومت، سول سروسز، فوج اور صنعتی کارکنان میں شمولیت تا کہ جب بھی ضرورت پڑے، حکومت کو اندر سے ہی تباہ کیا جا سکے۔

دوم: انقلابی پارٹی کا بائیں بازو کی تمام جماعتوں کے ساتھ الحاق تا کہ موجودہ حکومت کو چاہے وہ بادشاہت ہو یا منتخب حکومت، اس کو اتار پھینکا جا سکے۔

سوم: بغاوت اور غداری کے ذریعے مقبول حکومت کو بدنام کیا جائے تا کہ ایک پرولتاری آمریت

کے لیے جواز فراہم کیا جا سکے۔ جیسے ہی یہ عمل مکمل ہو، پرولتاری آمریت کو کلی آمریت سے تبدیل کر دیا جائے جیسا کہ روس میں 1917 میں ہوا۔

کارل مارکس کے ایجنٹوں نے اسپین میں ایک عام سیاسی ہڑتال 1865 میں کی۔ 1868 میں عالمی تحریک انقلاب کے ڈائریکٹروں نے سینور فانیلی Senor Fanelli کو اسپین بھیجا تا کہ انارکسٹوں کا مارکسی انقلابیوں کے ساتھ الحاق کیا جا سکے۔ فانیلی باخونن Bakhunin کا قریبی دوست تھا اور باخونن کارل مارکس اور اینگلز Engels کا قریبی ساتھی۔ 1870 میں پالیسی پر اختلاف کی بناء پر فانیلی کے کارل مارکس سے اختلافات ہو گئے اور اس کو عالمی تحریک انقلاب کی فرسٹ انٹرنیشنل سے نکال دیا گیا۔

1872 میں بخانن نے ہسپانوی انقلابی رہنماؤں پر اثر کے ذریعے سوشلسٹ ڈیموکریٹک الائینس Social Democratic Alliance تشکیل دیا۔ ہسپانوی حکومت نے باخونن کی سرگرمیوں کو غیر قانونی قرار دے کر اس پر پابندی عائد کر دی مگر اس نے زیر زمین اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔

منظر عام پر آنے اور سیاسی طاقت کے حصول کے لیے ان انقلابیوں نے ایک مرتبہ پھر لبرل موومنٹ کا سہارا لیا۔ ڈون کارلوس Don Carlos کے جانشیں جو تاج پر قبضہ چاہتے تھے اور ملکہ ازابیلا کے جانشیں جو اقتدار کے خواہاں تھے، کے درمیان اختلافات کو ان انقلابیوں نے خوب استعمال کیا۔ اس طرح اسپین میں سول وار شروع ہو گئی جو 1876 میں کارلسٹ گروپ کی شکست پر منتج ہوئی۔

ہسپانوی صنعتی کارکنان کی اکثریت اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے ضرور منظم ہونا چاہتی تھی مگر وہ انارکسٹ کی انتہا پسند پالیسیوں کو پسند نہیں کرتی تھی۔ اس لیے ان انقلاب مخالف کارکنان نے

ورکرز ایسوسی ایشن تشکیل دی۔ ان معتدل مزاج کارکنان کو وقتی طور پر انقلابیوں اور آجروں دونوں نے قبول کر لیا۔ یہ صورتحال 1888 تک یونہی چلتی رہی۔ اس کے بعد ورکرز ایسوسی ایشن نے اپنا نام تبدیل کر کے ورکرز جنرل یونین کر لیا اور عرف عام میں یہ یو جی ٹی UGT کہلائے۔ ان کو عوام میں اس وقت تک بہت زیادہ حمایت حاصل نہیں رہی جب تک حکومت نے آئبیرین انارکسٹ فیڈریشن Iberian Anarchist Federation پر پابندی عائد نہیں کر دی۔

سنڈیکلسٹ عناصر نے انتہا پسندوں کے ساتھ 1908 میں اشتراک کر لیا۔ 1910 میں انہوں نے ریجنل فیڈریشن آف اسپین بنائی جو سی آر ٹی CRT کے نام سے مشہور ہوئی۔ بعد ازاں انہوں نے نیشنل فیڈریشن آف لیبر بنائی جو سی این ٹی CNT کے نام سے معروف ہوئی۔

1913 میں ان دونوں تنظیموں پر پابندی عائد کر دی گئی جس کے نتیجے میں ہڑتالیں شروع ہو گئیں۔ حکومت مزدوروں کو صنعتی تحفظ دینے سے انکاری نہیں تھی مگر ان تنظیموں کی سرگرمیوں پر اسے ضرور اعتراض تھا۔ ان ہڑتالوں کا نتیجہ عالمی تحریک انقلاب کی توقعات کے مطابق نکلا اور سنڈیکیٹڈ قوت حاصل کرتے چلے گئے اور انہوں نے تمام سیاسی جماعتوں اور ریاست کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ ان سنڈیکیٹڈ Syndicated کو براہ راست شورش برپا کرنے کی ہدایت جاری کی گئیں۔ 1916 میں دو لیبر لیڈروں اینجل پیتانا Angel Pestana اور سلواڈور سیگوئی Salvador Segui نے CRT کی تنظیم نو کی۔

جنگ عظیم اول میں اسپین غیر جانبدار رہا تھا اور اس نے خاصی دولت بھی کمائی تھی مگر کارکنان تک اس خوشحالی کا کوئی حصہ نہیں پہنچا تھا۔ یہی وہ اہم عنصر تھا جس کے نتیجے میں کارکنان معتدل تنظیموں سے نکل کر انتہا پسندوں کا شکار بن گئے۔ تاہم معتدل رہنماؤں نے ہتھیار نہیں ڈالے اور انہوں

نے 1920 میں ایک اور لیبر گروپ فری سنڈیکیٹ Free Syndicate کے نام سے تشکیل دیا۔ دائیں اور بائیں بازو میں یہ جدوجہد جاری رہی۔ پھر آزادی کے نام پر سب کچھ کیا گیا ہڑتالیں، جائیداد کو تباہ کرنا، مزدور رہنماؤں کو راستے سے ہٹانے کے لیے ان کے خفیہ قتل، غرض ہر طرح کے جرائم کیے گئے۔ 1923 میں ہر جگہ افراتفری پھیل چکی تھی۔ کمیونسٹ پارٹی کی جانب سے ایک اور انقلاب کی کوششوں کو روکنے کے لیے ہسپانوی بادشاہ نے جنرل پرائمو ڈی رائیویرا General Primo de Rivera کو بطور فوجی آمر ملک کی قیادت سنبھالنے کا حکم دیا۔ اس کا پہلا نتیجہ مراکشی جنگ کا خاتمہ تھا۔ ابھی جنگ آخری مراحل میں تھی کہ جنرل فرانکو General Franco ایک نئی شخصیت کے طور پر ابھرا۔ اس نے ہاری ہوئی بازی کو فتح سے بدل دیا۔ عدل واحسان کے ساتھ معاملات کرنے پر اس نے مراکشی عوام کے دل جیت لیے۔ رائیویرا نے ملک میں امن وامان بحال کیا، سماجی اصلاحات کیں اور ملک میں صنعتی ملازمین کی بہبود کے لیے اقدامات کیے۔ مگر 1930 میں اس سے ہونے والی غلطی نے اسپین کو پھر ایک نئی مشکل میں ڈال دیا۔

ان تمام ذمہ داریوں کو جلد از جلد اپنے کاندھے سے اتار کر عوامی نمائندوں کے حوالے کرنے کے لئے اس نے دو سوشلسٹ لیڈروں بیسٹریو Besteiro اور سابورت Saborit کو بلایا اور ان کو انتخابی مشینری کی تنظیم کا ٹاسک دیا تاکہ عوام کی رائے معلوم کی جاسکے کہ وہ جمہوریت چاہتے ہیں یا بادشاہت۔ رائیویرا نے ان دونوں سوشلسٹوں کو یہ اہم ٹاسک کیوں دیا؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا مگر اس فیصلے نے اسپین میں آنے والے دنوں میں تباہی پھیر دی۔ ان دونوں رہنماؤں نیا انتخابات میں دھاندلی کے تمام ریکارڈ توڑ دیے۔ ایک رپورٹ کے مطابق صرف میڈرڈ میں چالیس ہزار جعلی ووٹ بھگتائے گئے۔ یہی حال پورے اسپین کا تھا۔

اسپین سے بادشاہت کے خاتمے کے لیے گرینڈ اورینٹ لاجز نے ایک ملٹری برادرلی یونین Militiary Brotherly Union تشکیل دی جس کے تحت 23 میں سے 21 جنرلوں نے یہ حلف اٹھالیا کہ وہ جمہوریت کی حمایت کریں گے۔ اسپین کی داخلی سیکورٹی کے چیف جنرل مولا General Mola نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ جمہوریت کے قیام میں ناکامی کی صورت میں ملک سے فرار کے لیے ان جنرلوں کے اکاؤنٹ میں پندرہ لاکھ پیسیٹا کریڈٹ کیے گئے۔ فرانکو ان دو جنرلوں میں شامل تھا جنہوں نے یہ حلف اٹھانے سے انکار کیا تھا۔

جنرل مولا بتاتا ہے کہ اس بات سے قائل ہو کر کہ وہ اسپین کو کمیونسٹ آمریت میں تبدیل کرنے کے اسٹالن کے خفیہ منصوبے میں استعمال ہو رہے ہیں، اس سمیت کئی جرنیلوں نے یہ حلف توڑ دیا۔

بین الاقوامی بینکاروں نے منظر عام پر آئے بغیر اسپین میں انقلابی کوششوں کی معاونت کی۔ فروری 1932 میں لی جرنل Le Journal نے چھاپا کہ اسٹالن نے اسپین میں انقلابی تربیتی اسکولوں کے لیے دو لاکھ ڈالر مختص کیے تھے۔

1931 میں ہونے والی کمیونسٹ کی انٹرنیشنل کے مالی بیانات کے مطابق ہسپانوی انقلابیوں کو دو لاکھ چالیس ہزار پاؤنڈ اسٹرلنگ کی ادائیگی کی گئی۔ اس کے علاوہ 25 لاکھ پیسیٹا Peseta اسلحہ و بارود کی خریداری کے لیے مختص کیے گئے تھے۔

جنرل مولا لکھا ہے کہ 1938 میں ماسکو کے لینن انسٹیٹیوٹ سے تربیت پانے والے دو سو سے زائد انقلابی اسپین پہنچے۔ 1930 کے بعد سے اسپین کے بادشاہ کے خلاف اس طرز کی بدنامی کی تشہیری مہم شروع کردی گئی جیسی فرانس میں ملکہ میری اور بادشاہ لوئی چہاردہم کے خلاف کی گئی

تھی۔اس میں سے ایک جھوٹ یہ بھی ہے کہ روزانہ ایک سپاہی کا خون نکال کر اس کو مرنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔اس کا خون شہزادہ ایسٹوریاس Asturias کو زندہ رکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔شہزادہ ایسٹوریاس کو ہیموفیلیا کی بیماری تھی۔جس طرح روسی ملکہ پر الزامات لگائے گئے تھے کہ اس کے راسپوتین کے ساتھ جنسی تعلقات ہیں اسی طرح ہسپانوی بادشاہ کے خلاف بے راہ روی پر مبنی الزامات کی منظم مہم چلائی گئی۔

صنعتی شہروں میں ہونے والی دھاندلی نے دیہی علاقوں میں بادشاہت کے حق میں پڑنے والی رائے کی اکثریت کو دبا دیا۔انتخابات میں جمہوریت کے حق میں رائے آنے کے بعد شاہ الفانسو ششم نے آخری شاہی فرمان جاری کیا جس میں اس نے تخت سے دستبرداری کا یہ کہہ کر اعلان کیا کہ وہ عوامی رائے کا احترام کرتا ہے۔اس نے کہا کہ ملک کو ممکنہ سول وار سے بچانے کے لیے وہ اقتدار سے دستبردار ہو رہا ہے۔

1931 میں جن سوشلسٹوں نے جمہوری حکومت تشکیل دی وہ ملک وقوم کے ساتھ مخلص تھے۔ وہ نہ تو سرخ کمیونسٹ اور نہ ہی سیاہ نازی ازم کا حصہ بننا چاہتے تھے۔تاہم وہ کمیونزم کا راستہ روکنے میں ناکام رہے۔کمیونسٹ لیڈروں نے ہر دفعہ کی طرح اس مرتبہ بھی ڈبل کراس کرنے کا کھیل کھیلا۔

حکومت کے اندر موجود سرخ ایجنٹ احمقانہ غلطیاں کرتے تھے اور حکومت سے باہر سرخ ایجنٹوں کی دوسری ٹیم ان غلطیوں کے خلاف طوفان برپا کر دیتی تھی۔کمیونسٹ اور انارکسٹ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ایک پرولتاری آمریت ہی ملک میں استحکام لا سکتی ہے۔دوسری جانب ماسکو کے ایجنٹ ملک میں امن وامان کی صورتحال خراب کرنے اور اندرونی حالات کو بگاڑنے کے لیے ہر قسم کے جرائم میں ملوث تھے۔

جنرل پرائمو ڈی رائیورا نے اپنے دور آمریت میں ایک اور سوشلسٹ لارگو کیبالیرو Largo Caballero کو آجر واجیر کے درمیان تنازعات کو حل کرنے کے لیے مقرر کیا تھا۔ 1935 میں کیبالیرو نے سرعام یہ اعتراف کیا تھا کہ اس عرصے میں اس نے ہزاروں کمیونسٹ ایجنٹوں کی پورے ملک میں بھرتی کی تھی۔

کمیونسٹ انٹرنیشنل کے ایگزیکٹو کے گیارہویں اجلاس میں اسپین کے انقلابیوں کو مبارکباد دی گئی کیونکہ انقلاب کے لئے سازگار ماحول پیدا ہو چکا تھا۔ بارہویں اجلاس میں یہ مبارکباد زیادہ پر جوش تھی کیونکہ حالات انقلاب کی جانب مزید کئی قدم آگے بڑھ چکے تھے۔

ایک بہت ہی قدیم کہاوت ہے کہ جب چوروں میں اختلاف ہو جائے تو سچی صورتحال سامنے آجاتی ہے۔بالکل یہی مثال اسپین پر بھی صادق آتی ہے۔

اسپین میں زیر زمین سرگرمیوں میں مصروف ماسکو کے لینن انسٹیٹیوٹ سے تربیت یافتہ تین نوجوان لیڈر جوکوئن مارن Joaquin Maurin ، وکٹر سرگیس Victor Serges اور اینڈریس نن Andres Ninn تھے۔یہ تینوں انتہائی کم عمر اور اسپین کی سیاست میں داخل کیے جانے سے پہلے ماسکو میں خصوصی تربیت حاصل کر چکے تھے۔ مارن کو علیحدگی کی تحریک میں جب شامل کیا گیا اس وقت اس کی عمر صرف سولہ برس تھی۔سترہ برس کی عمر میں اس دانشور کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ ہسپانوی عوام کو یہ باور کرائے کہ اسپین کی مالی مشکلات کا ماہر صرف لینن طرز کے انقلاب میں پوشیدہ ہے۔اکیس برس کی عمر میں اسے انارکسٹ کا صدر منتخب کر لیا گیا۔اس کی سرگرمیوں کی بناء پر اسے بیس برس قید کی سزا ہوئی مگر کم عمری کی بناء پر اس سزا پر عمل نہ ہو سکا۔مارن 1921 میں ماسکو میں ہونے والی کمیونسٹ انٹرنیشنل کی تھرڈ کانگریس کا ممبر تھا جہاں پر اس کو زبردست پذیرائی ملی۔

پرائمو ڈی رائیوریا کے دور کے خاتمہ کے بعد وہ اسپین دوبارہ پہنچا۔ اس عرصہ میں وہ فرانس اور ماسکو میں چھپا رہا۔ اس نے ایک دشوار زندگی گذاری۔ کبھی وہ جیل سے باہر ہوتا اور کبھی اندر۔ 1925 میں جیل سے فرار ہونے کی کوشش میں زخمی بھی ہوا۔

1936 میں مارن نے ایک کتاب لکھی جس کا پیش لفظ وکٹر سرگیس نے لکھا۔ اس کتاب میں اس راز فاش کیا کہ اسٹالن اصل نظریات سے ہٹ چکا ہے اور کمیونسٹ قوتوں کو اپنی کلی آمریت میں توسیع کے لیے استعمال کر رہا ہے۔

اسٹالن سے ٹکر لینے کے بعد بھی مارن، سرگیس اور نن کا اپنے ملک میں اتنا اثر تھا کہ اسٹالن نے ان کو کام پورا ہونے تک ختم نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسٹالن نے انہیں اسپین میں سول وار شروع کرنے کے لیے استعمال کی۔ جب اس کا مقصد پورا ہو گیا تو اس نے ان خاتمہ کا حکم یہ کہہ کر دیا کہ ان کو اس طرح ختم کیا جائے کہ عوام کو یہ تاثر ملے کہ وہ کمیونزم کا کام کرتے ہوئے مارے گئے۔ مارن کو غداری کر کے فرانکو کی فوج کے ہاتھوں پکڑوا دیا گیا جس نے اس کو سزائے موت دے دی۔ سرگیس کو خفیہ ہاتھوں نے خود گولی مار دی۔ اسی طرح اینڈ ریلیس نن کو بھی راستے سے ہٹا دیا گیا۔ ان تینوں کی اموات کو کمیونزم کے دشمنوں کا شاخسانہ اور دہشت گردی کا واقعہ کہا گیا۔

اسپین میں سول وار

جنرل مولا General Mola لکھتا ہے کہ جیسے ہی انتخابات میں سوشلسٹ جیت گئے اور بادشاہ تخت سے دستبردار ہو گیا تو سرکاری عمال کا ایک ہجوم تھا جس نے معافی حاصل کرنے کے لئے فیڈرل لاجز کا رخ کیا ہوا تھا۔ ان کا مقصد اپنی وفاداری ثابت کر کے جان و مال اور نوکری کو میسنوں سے محفوظ بنانا تھا۔

جیسے ہی بادشاہ نے تخت سے دستبرداری کا اعلان کیا، جنرل فرانکو نے جو اس وقت ملٹری اکیڈمی کا انچارج تھا اکیڈمی کا اجلاس طلب کیا۔ اس موقع پر اس نے فوج پر متحد اور منظم رہنے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ آبائی وطن کی حفاظت کے لئے کوئی وقیقہ فروگذاشت نہ رکھا جائے۔

خفیہ طاقتیں قطعاً یہ نہیں چاہتی تھیں کہ ریپبلکن حکومت کو جمہوری طریقے سے کام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ چرچل لکھتا ہے کہ، " کمیونسٹوں نے اس کو تباہ کرنے کے لئے تمام تر مدد فراہم کی تا کہ سیاسی اور معاشی افراتفری پہلے سے بھی زیادہ پھیل سکے حتیٰ کہ ملک اور عوام دونوں اس سطح پر پہنچ جائیں کہ وہ دلیل کے ساتھ یہ کہہ سکیں کہ صرف اور صرف پرولتاری آمریت ہی تمام مسائل کا حل ہے اور ملک میں امن و امان کو اس کے ذریعے بحال کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

اسپین میں بادشاہت کے خاتمہ کے بعد اگلا قدم مذہب پر حملہ تھا۔ سیکولرازم کو اسکولوں میں متعارف کروا دیا گیا۔ کلیساء کے حقوق پر نکتہ چینی کی گئی اور اس کے خلاف با قائدہ مہم چلائی گئی۔ اس طرح ہزاروں کی تعداد میں مذہب مخالف اور سماج مخالف نوجوان طبقہ پیدا کیا گیا۔ اب صرف موقع کا انتظار تھا کہ امن و امان کی صورتحال کمزور ہو اور حکومت کا کنٹرول کمزور ہو تا کہ مطلوبہ مقاصد حاصل ہو سکیں۔

14 مئی 1931 کو ایٹینیو کلب Ateneo Club میں ایک اجلاس ہوا جس میں آٹھ نکاتی

ایجنڈے پر غور کیا گیا۔ جو یہ تھا۔

1) ایک ریپبلکن آمریت کا قیام

2) آمریت کے قیام کے فوری بعد تمام غیر قانونی اقدامات پر فوری سزا

3) سول گارڈز، فوج اور پولیس کے اداروں کی فوری تحلیل۔ ان کی جگہ مزدور طبقہ اور ریپبلکن کلب سے مسلح ریپبلکن بھرتی کئے جائیں۔

4) مذہبی اداروں کو حاصل جائیداد وغیرہ کی فوری ضبطی

5) زمینوں کو قومیانا

6) ریپبلکن کے مخالف تمام اخبارات کی بندش

7) ٹیکنیکل اسکول اور دیگر عمارتوں کو عوامی مقاصد کے لئے استعمال کرنا

8) دیگر تمام سرگرمیوں کا التوا جب تک کہ مندرجہ بالا نکات پر عملدرآمد نہ ہو جائے۔

اس وقت اجلاس میں موجود تین اہم رہنما ازانا Azana ، پریٹو Prieto اور کبالیرو Caballero موجود تھے۔ ازانا دانشور لبرل، پریٹو سوشلسٹ اور کبالیرو کمیونسٹ تھا۔ اس عرصہ میں پارلیمینٹ منتخب ہوگئی۔ ریپبلک کے دفاع کے لئے قانون کے نام پر بے رحم آمریت نافذ کردی گئی۔ اس نئی حکومت میں صرف ایک چیز ہی جمہوری تھی اور وہ اس کا نام تھا۔ ماسکو سے تربیت یافتہ ایک ایجنٹ جمینیز Jimine نے نئے آئین کو ڈرافٹ کیا۔ اب ازانا کی تمام تر جدوجہد کلیساء کی تباہی لے آئی تھی۔ دسمبر 1932 میں اس نے لیگ آف اتھی ازم League of Atheis قائم کی۔ اس نے سرکاری فنڈ سے ملحدوں کے ایک رسالہ سن ڈائی اوس Sin Dios (The Godless) کو فنڈز فراہم کئے۔ یہ تمام اقدامات جمہوریت کے نام پر کئے گئے۔ عوام کو کہا گیا کہ وہ مذہبی جبر سے آزاد ہوگئے ہیں جس نے ان کو

جاگیرداروں اور بادشاہ کے ساتھ مل کر غلام بنایا ہوا تھا۔

کیٹالونیا Catalonia میں پھر سے انقلابی فسادات پھوٹ پڑے۔ لندن کے اخبار مارننگ پوسٹ کے نامہ نگار نے جنوری 1933 میں رپورٹ کیا کہ، "پورے اسپین سے اسلحہ اور گولہ و بارود کی بڑی مقدار پولیس نے برامد کی ہے۔ انقلابی سرگرمیوں میں تیزی لانے کے لئے بڑے پیمانے پر رقوم فراہم کی گئی ہے۔ پکڑے جانے والے افراد اپنے حلیہ سے خوشحال نہیں معلوم ہوتے مگر ان کے پاس سے برامد شدہ نوٹ کیس بنک نوٹوں سے بھرے ہوئے تھے۔"

جنرل فرانکو نے اس صورتحال میں فوج کی تنظیم نو کرنے اور انارکی کو روکنے کی کوششیں شروع کردیں مگر اس کو سرکاری طور پر سردمہری کا سامنا کرنا پڑا۔ صرف یہ جاننے کے لئے کہ کمیونسٹوں کی زیر زمین سرگرمیاں کتنی منظم تھیں، یہ مثال کافی ہے کہ پورے اسپین میں ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں تین سو چرچوں کو جلا دیا گیا۔ انقلابیوں کی جانب سے انفرادی طور پر قتل کرنے کی خدمات عام ہوگئیں۔ حتیٰ کہ کسی بھی شخص کو محض پچاس پسیتا دے کر قتل کروایا جاسکتا تھا۔ ماسکو کے ایجنٹ صورتحال کو ابتر اور کنفیوز کرنے کے لئے تمام تر مہارت استعمال کررہے تھے۔

تشدد، لاشوں کی بے حرمتی، آبرو ریزی، جلاؤ گھیراؤ، خوں ریزی، یہ تھے وہ تمام طریقے جن کی مدد سے کمیونسٹ اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ 1936 کے آغاز تک پورا ملک مکمل طور پر شورش کی لپیٹ میں تھا۔ صدر الکالا زامورا Alcala Zamora نے اسمبلی توڑ دی اور 16 فروری نئے انتخابات کے لئے تاریخ مقرر کی۔ اس میں پھر دھاندلی کے تمام تر ہتھکنڈے آزمائے گئے اور پاپولر فرنٹ 465 نشستوں میں سے دو سو نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

انقلابیوں کا تمام تر ہدف ٹین ایج اور اسکول جانے والے بچے تھے کہ کسی طرح ان کو کرپٹ کردیا

جائے۔ اسکول کے بچوں کو سکھایا جاتا تھا کہ ان والدین دقیانوسی خیالات کے ہیں ان کی فرمانبرداری اور اتباع ضروری نہیں ہے۔ ان انقلابیوں کا کہنا تھا کہ والدین بچوں کو اپنی بات منوانے کے لئے جھوٹ سے کام لیتے ہیں جیسا کہ سانتا کلاز۔ بچوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی کہ وہ اپنے والدین کو بھی سچائی اور ترقی پسند خیالات کے بارے میں ایجوکیٹ کریں۔ ان کو تنبیہہ کی جاتی کہ خود اپنے مفاد میں اپنے والدین کا کہنا ماننا ترک کردیں۔ اس مہم کا مقصد یہ تھا کہ گھر کا تقدس ختم کردیا جائے جو کہ تہذیب کی بنیاد ہے۔

مذہبی پیشواؤں کی بے عزتی کرنے کے لئے بچوں سے کہا جاتا کہ وہ حقیر خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی سوچ چھوٹی ہے اور وہ ذہنی طور پر پسماندہ ہیں۔ ان سے کہا جاتا کہ خادم کس طرح پیشوائی کرسکتا ہے۔ ان مذہبی پیشواؤں کی ذاتی زندگی کی جھوٹی سچی کہانیاں پیش کر کے کہا جاتا کہ یہ بھیڑ کے بھیس میں بھیڑیے ہیں اور کبھی ان کو کالا کوا قرار دیا جاتا۔ اگر ممکن ہو تو پادری کو فوری طور پر کسی نہ کسی اسکینڈل میں ملوث کردیا جاتا۔

مسیحی مذہب کو احمقانہ ثابت کرنے کے لئے کہا جاتا کہ حضرت عیسٰی ایک یہودی عورت مریم کی ناجائز اولاد تھے اور انہوں نے اپنے گناہ کو چھپانے کے لئے یہ جھوٹ گھڑ لیا۔ معاذ اللہ۔ حضرت عیسٰی منافق اور فراڈیے تھے (نعوذ باللہ)۔ ان کے سارے معجزات محض فریب نظر تھے جس کا مظاہرہ آج کے شعبدہ باز بہ آسانی کر لیتے ہیں۔ ان کے بارہ حواریوں کو فراڈ میں ان کا ساتھی قرار دیا جاتا۔ مینڈریک جادوگر کی کہانی بار بار سنائی جاتی کہ کس طرح ایک جادوگر لوگوں کو بے وقوف بنالیتا ہے۔

مسیحی بچوں کو مذہب سے ہٹانے کے لئے ایک اور کہانی سنائی جاتی کہ حضرت عیسٰی بچپن سے ہی

شراب کشید کرنے کا کام کرتے تھے۔ یہ ملحد کہا کرتے کہ کنعان میں اپنی شراب کی فروخت کے لئے انہوں نے پہلا معجزہ دکھایا تھا۔ حتٰی کہ یہ بھی کہا جاتا کہ حضرت عیسٰی اور ان کے ساتھی آدم خور تھے (نعوذ باللہ)۔

ان بچوں کو ان سے بڑی عمر کے ساتھیوں سے بھی متعارف کرایا جاتا جو ان کو لبرل ازم کی تعلیم دیتے۔ کہا جاتا کہ جتنے کم قانون اتنا بہتر۔ وہ کرو جو تم پسند کرتے ہو۔ ان بچوں کو باغی استاد تعلیم دیتے کہ گناہ عظیم صرف ایک ہے اور وہ ہے اتھارٹی کی نافرمانی۔ جرائم صرف دو ہیں۔ ایک اپنے فرائض کی ادائیگی نہ کرنا اور دوسرے پارٹی راز افشاء کرنا۔

اگلے قدم کے طور پر ان ابھرتے نوجوانوں کو پولیس کے ساتھ جسمانی لڑائی میں ملوث کیا جاتا۔ ان کو گینگ میں شامل کرایا جاتا اور پھر جسمانی طاقت اور حوصلہ دکھانے کے نام پر ان کو پولیس کے ساتھ بھڑا دیا جاتا۔ شروع میں ان کو چھوٹے چھوٹے جرائم میں ملوث کیا جاتا اور پھر بتدریج وہ سنگین جرائم کرنے لگتے۔ اس طرح وہ کمیونسٹوں کی زیرزمین دنیا کے باقاعدہ رکن بن جاتے۔

کمیونسٹوں کی نفسیاتی جنگ کا ایک حصہ جنس و جرم پر مبنی کامک لٹریچر کا اجراء بھی تھا۔ اس طرح بچوں کی اخلاقی اقدار کو دبایا جاتا اور اندر چھپی حیوانی خواہشات کو ابھارا جاتا۔

کھلونا بندوقیں و دیگر ہتھیار اور فلمیں، کسی بھی بچے کو جرم کی طرف راغب کرنے کے لئے آسان ترین نسخہ ہے۔ اس کے علاوہ فحش تصاویر اور مواد پر مبنی کتابیں انتہائی کم قیمت پر فراہم کی جاتیں تاکہ بچوں کے اندر سے مذہبی اور اخلاقی اقدار کے لئے احترام کو ختم کیا جاسکے۔

اس بات کا چند ہی لوگ احساس کرسکتے ہیں کہ ایک گھنٹہ کی فلم ناظرین پر کیا اثرات مرتب کرتی ہے۔ پوری فلم میں جرائم پیشہ لوگ وہ سب کچھ کرتے ہیں جس کی مذہب، اخلاقیات اور ملکی قانون کوئی بھی اجازت نہیں دیتا۔ 1913 میں میکسیکو میں آنے والے انقلاب کی اصل فلم ٹیکساس

میں دکھائی گئی جس میں انقلابی کسی کو گھر سے باہر گھسیٹ کر مار رہے ہیں تو کسی کو ذبح۔ یہ مناظر دیکھ کر خواتین خوف سے چیخیں مارنے لگیں اور بے دم ہو کر گر گئیں اور مردوں نے الٹیاں کر دیں۔ اس پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر آج یہی مناظر ٹیلی وژن پر چلڈرن اسپیشل کے نام پر گھر گھر دکھائے جا رہے ہیں۔

ہر ملک میں عالمی تحریک انقلاب نے پرائیویٹ فلم ایجنسیاں قائم کی ہوئی ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ عریاں فلمیں پروڈیوس کی جا سکیں۔ یہ سب اس لئے کیا جاتا ہے تا کہ نوجوانوں کی اخلاقیات کو تباہ کر کے ان کو عالمی تحریک انقلاب میں شامل کرایا جا سکے۔ عالمی تحریک انقلاب کی نفسیاتی جنگ کا ایک اور طریقہ عام افراد کو ذہنی طور پر بے چین رکھنا ہے۔ آج کے دور میں کون سا ایسا شخص ہے جو ٹی وی پر ایکسیڈنٹ، قتل عام، اغوا برائے تاوان اور قدرتی آفات میں انسانی جانوں کے زیاں کی خبر سنے بغیر بستر پر جاتا ہو اور پھر سکون کی نیند سوتا ہو اور پھر صبح اٹھ کر اخبارات میں بلا کسی ثبوت کے اسکینڈل پڑھنے کے بعد کون سا شخص ہو گا جس کا دن پر سکون گذرے۔ شہریوں کی اکثریت بچوں کی طرح ہوتی ہے جو خوف کو محسوس کر کے کمبل کو سر تک اوڑھ لیتے ہیں۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ سر تک کمبل کھینچنے سے یا منہ چھپانے سے نہ تو بم دھماکوں سے بچا جا سکتا ہے، نہ ہی قاتلوں سے اور نہ ہی آبرو ریزی کرنے والوں سے۔

اسپین میں انقلاب لانے سے قبل اچانک ہی پورے ملک میں فحش لٹریچر کا طوفان سا امڈ آیا تھا۔ ان رسالوں کا کور ٹائٹل اکثر اس طرح کا ہوتا کہ پادری عریاں ننوں کے ساتھ خر مستیاں کر رہے ہیں۔ ان ارزاں رسالوں کے اندر عریاں اور برہنہ تصاویر کے ساتھ شہوت انگیز مواد ہوتا۔ یہ تھا وہ منظر نامہ جو اسپین میں انقلاب کے لیے تیار کیا گیا تھا۔

فرانکو

اسپین میں جو بھی جنگ لڑی گئی اس کا ایک مرکزی کردار جنرل فرانکو تھا۔ اس کو مقبولیت کا درجہ ہاری ہوئی مراکشی جنگ کو فتح میں تبدیل کرنے پر حاصل ہوا۔ پاپولر فرنٹ کی حکومت بن جانے سے اسپین میں کشت وخون کا بازار گرم ہو گیا تھا۔ اس وقت یہ صورتحال تھی کہ جب سوٹیلو Sotelo نے اسمبلی کو بتایا کہ، "فروری 1936 سے کر جون تک صرف چار ماہ میں 114 عام ہڑتالیں ہو چکی ہیں، 218 جزوی ہڑتالیں ہو چکی ہیں، 284 عمارات، 171 چرچ، 69 کلب اور 10 اخبارات کے دفاتر کو جلایا چکا ہے۔ مزید یہ کہ تین ہزار تین سو سے زائد افراد کو قتل کیا جا چکا ہے۔" اس بیان پر وزیر اعظم نے اس کو خبردار کیا کہ اس کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کا وہ خود ذمہ دار ہو گا۔

ایک کمیونسٹ ڈولورس ایباروری Dolores Ibarruri بھی اسمبلی کی رکن تھی۔ اس نے انگلی سے سوٹیلو کی طرف اشارہ کر کے چیختے ہوئے کہا کہ یہ اس کی آخری تقریر ہے۔ اور اس نے بالکل درست کہا تھا۔ 13 جولائی 1936 کو ایک کیپٹن ڈون انجل مورینو Don Angel Moreno نے پندرہ گارڈز کے ہمراہ سوٹیلو کے گھر پر دھاوا بول دیا اور اس کو گھسیٹتے ہوئے قریبی چرچ تک لے گئے جہاں پر اسے مار دیا گیا۔ یہ وہ واقعہ تھا جس نے ہسپانوی جنرلوں کو گرینڈ لاجز سے کیا ہوا اپنا عہد توڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ان گارڈز نے دوسرے کمیونسٹ مخالف رہنماؤں کے گھر پر بھی حملہ کیا مگر وہ متنبہ ہو کر روپوش ہو چکے تھے۔ 1936 میں انتخاب والے دن جنرل فرانکو نے سول گارڈ کے چیف جنرل پوزاس General Pozas کو کمیونسٹ پارٹی کے خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کو

فسادات کا خطرہ ہے۔ جنرل پوزاس نے فرانکو کے خیالات کو خدشات قرار دے کر مسترد کر دیا۔
اس کے بعد جنرل فرانکو نے وزیر جنگ جنرل مولیرو Molero کو فون کیا اور اس کو درپیش خطرات سے آگاہ کیا اور مارشل لاء لگانے کی اجازت طلب کی۔ اس (فرانکو) نے وزیر اعظم پورٹیلا Portela کو فون کر کے اجازت مانگی۔ جواباً اس کو کینری آئی لینڈ Canary Islands جانے کے احکامات دے دیئے گئے۔ عملاً یہ اس کی جلاوطنی تھی۔

جانے سے قبل اس نے جنرل مولا Mola اور واریلا Varela سے ملاقات کی۔ دونوں جنرلوں کا موقف تھا کہ جیسے ہی سچائی سامنے آئے گی دیگر جنرل بھی گرینڈ لاجز سے کیا ہوا حلف توڑ دیں گے اور اس کی لیڈر شپ کو تسلیم کر لیں گے۔

23 جون 1936 کو فرانکو نے دوبارہ وزیر جنگ مولیرو Molero کو ایک طویل خط لکھا مگر یہ بھی نظر انداز کر دیا گیا۔ کیونکہ اسمبلی پر کمیونسٹوں کا اثر ورسوخ تھا۔

13 جولائی کو سوٹیلو کے مرنے کے بعد فرانکو فیصلہ کر چکا تھا کہ اسپین کو روس کی سیٹلائٹ ریاست نہیں بننے دے گا۔ اس نے دیگر جنرلوں کو کوڈ میں پیغام بھیجا۔ یہ پیغام بھیجنے کے بعد وہ کینری آئی لینڈ سے بھاگ کر ٹیٹوآن Tetuan آ گیا جہاں وہ مراکشی دستوں پر اعتماد کر سکتا تھا۔ 21 جولائی 1936 کو اس نے اعلان جاری کیا جس میں اس نے کہا کہ یہ ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ روس اور اسپین کے درمیان جنگ میں شامل ہو جائے۔ اس طرح اسپین میں سول وار شروع ہو گئی۔

سول وار کے دوران پروپیگنڈہ کے ذریعے ایک عام فرد کو اس کا قائل کر لیا گیا کہ اسپین میں جاری سول وار جنرلوں کے ایک چھوٹے سے گروپ کی پیدا کردہ ہے جو منتخب ریپبلکن حکومت کو اتار کر خود اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس جنگ میں حکومت کی حامی فوج نے وفادار اور فرانکو کے

دستوں نے قومی فوج کا نام اختیار کیا۔ کمیونسٹ دو گروپوں میں بٹ چکے تھے۔ ایک گروپ پرولتاری آمریت کا خاتمہ کر کے اسٹالن کی آمریت چاہتا تھا۔ دوسرا گروپ مارکس کی تھیوری کے مطابق سوویت نقشے پر اسپین کا آزادانہ وجود چاہتا تھا۔

ریپبلکن حکومت کے وزیر خارجہ اور کومیزار جنرل الوریز ڈیل وایو نے ایک ہی دن میں سینکڑوں ریپبلکنوں کو سیاسی بنیاد پر فوج میں بھرتی کر لیا تھا۔ ان لوگوں کی اکثریت کمیونسٹ تھی۔ اس نے یہ سب کچھ وزیر اعظم کے علم میں لائے بغیر کیا تھا۔ وایو سپاہیوں کو کمیونسٹ پارٹی میں شمولیت پر زور دیتا تھا۔ اس صورت میں ان کو ترقی اور تنخواہ میں اضافہ کی ترغیبات دی جاتی تھیں دوسری صورت میں ان کے خلاف کارروائی کی جاتی تھی۔

اس دوران روس کو سات ہزار صندوقوں میں بھر کر سونا بھیجا گیا۔ ڈاکٹر جوآن نگرین دعوٰی کرتا ہے کہ وہ کبھی کمیونسٹ نہیں رہا مگر اس نے سونا ماسکو بھجوانے کے احکامات جاری کئے جو سوویت روس کے پرچم بردار تین بحری جہازوں کائن، نیوے اور واگلی لیس کے ذریعے بھیجے گئے۔ یہ کام انتہائی رازداری سے کیا گیا حتٰی کہ پاپولر فرنٹ کے دیگر اراکین کو بھی اس کا علم نہیں تھا۔

روجر اپنی کتاب اسپین: ایک المناک سفر میں لکھتا ہے کہ اسے چند دستاویزات ملیں جس کے مطابق جولائی 1936 کو اسپین میں مکمل انقلاب برپا کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا جس کے تحت سوویت آمریت کا قیام تھا۔ یہ الومیناتیوں کا ایک منصوبہ تھا۔ اپریل 1936 میں ایکوڈی پیرس میں چھپنے والی دستاویزات بتاتی ہیں کہ 28 نکات پر مبنی منصوبہ میں انقلاب کی ایک ایک جزیات تک طے کر لی گئی تھیں۔ اس میں یہ بھی مذکور تھا کہ پارٹی ممبر اپنے گھروں کو آگے اور پیچھے سے کس طرح کور کریں۔ پولیس اور فوج کا مقابلہ کس طرح کیا جائے فسادات کو کس طرح بھڑکایا جائے اور کس

طرح کنٹرول کیا جائے ۔ یہ منصوبہ صرف اسپین کے لئے نہیں تھا، موجودہ صورتحال میں یہ نظر آتا ہے کہ یہ ایک عام منصوبہ ہے جو ہر جگہ جہاں پر انقلاب لانا مقصود ہو، روبہ عمل لایا جاتا ہے۔

انقلابی تشدد کا راج

اسپین میں الومیناتی کے ایجنٹوں نے جو طریقہ کار اختیار کیا اس کا تجزیہ ان لوگوں کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے جو اپنے آپ کو اسی اذیت سے بچانا چاہتے ہیں ۔ انقلابی رہنما جیلوں، قید خانوں اور سیاسی پناہ گاہوں کی کلیدی پوزیشنوں پر اپنے ایجنٹوں کو فائز رکھتے ہیں تا کہ بہ وقت ضرورت دوران انقلاب وہ ان لوگوں کو آزاد کرا کر ان کو یلغاری لشکر کے طور پر استعمال کر سکیں ۔ آج تک ہر انقلاب میں سماج دشمن مجرم اور حیوانی جبلت رکھنے والوں کو ہجوم میں خون کی پیاس بڑھانے اور تشدد کا عمل بڑھانے کے لئے استعمال کیا گیا ۔ اس سے تشدد اور خوف کا معاشرہ پر تسلط قائم ہو جاتا ہے ۔ انقلابی رہنماؤں کے نزدیک یہ مختصر ترین وقت میں عوام کو پسپا کرنے کا طریقہ ہے ۔

میڈرڈ میں پاپولر فرنٹ کی حکومت میں قید خانوں کی پالیسی پر بڑی کامیابی سے عمل کیا گیا ۔ یہ دراصل کینیڈین نژاد روسی 'جنرل' کلیبر Kleber کے اقدامات کا نتیجہ تھا ۔ کلیبر نے اس کی تھیوریٹیکل تربیت ماسکو کے لینن انسٹیٹیوٹ میں حاصل کی تھی بعدازاں اسے اسٹالن کی خدمت میں اسپین بھیجا گیا جہاں پر اس نے انقلابی جنگ کے درمیان اس کا بھرپور عملی استعمال کیا ۔

مارچ 1936 میں جیسے ہی پاپولر فرنٹ برسراقتدار آئی، بائیں بازو کے انتہا پسند ارکان نے عام معافی کے ایک بل کی منظوری پر زور دینا شروع کر دیا تا کہ ان افراد کو آزادی دی جا سکے جنہوں نے آسٹریا کی بغاوت میں حصہ لیا تھا ۔ اس کے علاوہ انقلابیوں کی ایک چھوٹی فوج اور تیس ہزار دوسرے افراد جن کو کمیونسٹ کے زمرے میں گرفتار کیا گیا تھا، وہ بھی اس بل کے نتیجے میں آزاد

ہو گئے۔ 17 جولائی کے بعد چالیس ہزار دیگر مجرموں کو بھی اس شرط پر آزاد کر دیا گیا کہ وہ اپنے ہتھیار حکومت کی حامی فوج کے حوالے کر دیں گے۔ انقلابی رہنماؤں نے کام نکل جانے کے بعد ان بیشتر مجرموں کو تحلیل کر دیا جواب کام کے نہیں رہے تھے۔ اس طرح وہ عوام کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گئے کہ انقلاب کے دوران جو بھی جرم سرزد ہوئے وہ لوگوں کا انفرادی فعل تھا اور مرکزی رہنما نہ تو اس کے ذمہ دار تھے اور نہ ہی یہ سب کچھ دہشت گردی کی کسی پیشگی منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا۔

یہ تھے وہ حالات جب جنرل فرانکو نے اسپین کو کمیونسٹوں کے جبر واستبداد سے محفوظ رکھنے کا بیڑہ اٹھایا۔ اس پر کئی کتب تحریر کی جا چکی ہیں کہ کس طرح فرانکو اور اس کے مٹھی بھر ساتھی جنرلوں نے کمیونسٹ منصوبہ کو شکست دی۔ یہ حوصلہ مندی، استقلال اور ان کے مذہب پر مضبوط اعتقاد کی ایک دلچسپ کہانی ہے۔ جیسے ہی فرانکو نے اپنے عزائم کا اعلان کیا، بری، بحری اور فضائی فوج کے سرخ انڈر سیکریٹریز نے فوری طور پر تمام کمیونسٹ سیلوں (ایجنٹوں) کو ان تمام افسران کے قتل کا حکم دے دیا جن کا اندراج ان کے پاس دشمنوں کی فہرست میں تھا۔ اس حکم پر فوری طور پر عملدرامد ہوا اور اس کو جامع طور پر پایہ تکمیل تک پہنچا دیا گیا۔ کمیونسٹ سیلوں کو مکینیکل، کمیونیکیشن اور سگنلز برانچوں میں کلیدی مناصب پر فائز کر دیا گیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تنظیم سازوں کے سامنے انگلش، فرانسیسی، روسی اور جرمن انقلابات کے نمونے تھے۔

حیرت انگیز طور پر حملوں کے آغاز کے ساتھ ہی دو تہائی سے زائد افسران کو خون میں نہلا دیا گیا۔ باغیوں نے خون کے اس کھیل کو شروع کرنے کے ساتھ ہی دیگر افراد کو یہ باور کرانا شروع کر دیا کہ وہ یہ سب تمام کچھ حکومت کے احکامات کی روشنی میں کر رہے ہیں اور ان تمام افراد کو سزا دی جا رہی ہے جو پاپولر فرنٹ حکومت کے دشمنوں میں شامل ہیں۔

یہ سب کچھ جو کہا جا رہا تھا اس پر بہت سارے لوگوں نے یقین نہیں کیا۔ یہ زیادہ دن کی بات نہیں تھی کہ ایک ہسپانوی بحری جہاز دوسرے ہسپانوی جہاز پر انتہائی قریب سے فائرنگ کر رہا ہے۔ پہلے جہاز پر سرخ کمیونسٹ ہوتے تھے اور بعد میں اس پر ان کے مخالفین کو قبضہ ہو چکا ہوتا تھا۔ اور پھر یہ لڑائی بتدریج بندرگاہوں اور ان شہری مقامات تک پھیل گئی جہاں پر یہ لوگ رہائش پذیر تھے۔

یہاں پر اس سخت اقدام پر فرانکو کے حامی جنرلوں کو مورد الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ مگر کمیونسٹوں کی پرتشدد کارروائیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کمیونسٹوں کے یہ ایجنٹ جو پاپولر حکومت کی مسلح فوج اور پولیس میں تھے اور اپنے غیر مسلح مخالفین کے ساتھ جو کچھ بھی کر رہے تھے وہ انتہائی خوفناک تھا۔ لینن کی پالیسی کے تحت اسپین میں لاکھوں معصوم افراد کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ لینن کی اس پالیسی کے تحت ہر حملہ کے ساتھ ہی انتہائی تشدد لازمی ہے کیونکہ تشدد ہی وہ آسان اور سستا ترین نسخہ ہے جس سے عوام مکمل طور پر اور کم ترین وقت میں قابو میں آ جاتے ہیں۔

یہاں پر اس امر کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ انقلابی رہنما ہر اس کوشش جس کے نتیجے میں پرولتاری آمریت قائم نہ ہو سکے کو مکمل ناکامی یا جدوجہد کا زیاں تصور نہیں کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ منتخب حکومت یا قانونی اتھارٹی کے خلاف ہر حملہ درست سمت میں ایک قدم ہے۔ اگر کامیابی حاصل نہیں ہو پائی تو یہ برا تو ضرور ہے مگر مایوس کن نہیں۔ یہ امر بالکل بھی قابل ذکر نہیں ہے کہ اس میں کتنے افراد خاک وخون ہوئے۔ یہ سب لوگ محض بساط کے پیادے ہیں اور ان کا قتل عام کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ ہاں کسی بغاوت کے دوران اعلیٰ سطح کے کسی انقلابی رہنما کا قتل ضرور انتہائی غیر معمولی ہے۔

یہ بات بہترین انقلابی تکنیک میں شمار کی جاتی ہے کہ عوام کا تو قتل عام ہوتا رہے اور الومیناتی کے تمام ارکان محفوظ رہیں تا کہ وہ نئی دنیا کا انتظام و انصرام سنبھال سکیں۔ حتیٰ کہ عام سی ہڑتالوں میں بھی یہ محض اکسانے کا کام کر رہے ہوتے ہیں اور بعد ازاں خاموشی سے منظر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ عام کارکنان کو پولیس یا ملیشیا سے جنگ کے لئے میدان میں چھوڑ کر خود محفوظ پناہ گاہوں میں بیٹھ کر کھیل ملاحظہ کر رہے ہوتے ہیں۔

مندرجہ ذیل شواہد اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے دیئے جا رہے ہیں کہ انقلاب کے دوران وہ لوگ جو پارٹی ممبر نہیں ہیں یا محض ساتھ دے رہے تھے، کسی بھی طرح رحم کے مستحق نہیں ہیں۔ اکثر ان افراد کو جو انقلاب میں کام کر رہے تھے مگر پارٹی ممبر نہیں تھے کو کام نکل جانے کے بعد صرف اس لئے ختم کر دیا گیا کہ ان کی افادیت ختم ہو چکی تھی۔

1936 سے قبل ہی عالمی تحریک انقلاب کے رہنما اپنے ایجنٹوں سمیت میڈرڈ پر یلغار کر چکے تھے۔ موسس روزن برگ Moses Rosenberg ماسکو کے سفیر کے طور پر میڈرڈ پہنچ تھا۔ اینٹی نیف ایفسینکو Anteneff Avseenko بارسلونا میں وارد ہوا تھا۔ دیمتروف Dimitrov کمیونسٹ انقلاب کے بعد مذہبی بیخ کنی کی منصوبہ بندی کے لئے بہ نفس نفیس پہنچا تھا۔ سول وار کے دوران روزن برگ میڈرڈ کے زار کی مثل احکامات جاری کر رہا تھا۔ ایفسینکو کیٹالان Catalan کی ریڈ آرمی کی کمانڈ سنبھال چکا تھا۔ روزن برگ اسپین میں چیکاس Chekas کی تنظیم کرنے کے بعد دیکھ رہا تھا کہ مخالفین کی جاسوسی درست طریقے پر ہو رہی ہے کہ نہیں۔

ماسکو کے ایجنٹوں نے باقاعدہ "تطہیری اسکواڈ" ترتیب دے دیئے تھے۔ سرکاری طور پر انہیں فاشسٹوں کو قتل کرنے کا کام سونپا گیا تھا مگر خفیہ طور پر ان کا کام ان تمام افراد کی تحلیل تھی جو

الومیناتیوں کی فہرست میں بطور مخالف درج تھے اور ان کے بارے میں ذرہ برابر بھی یہ شائبہ تھا کہ الومیناتی کے اسپین کو محکوم بنانے کے عمل میں مزاحمت کر سکتے ہیں۔ ان تمام افراد کی فہرستیں کمیونسٹ جاسوسوں کی تیار کردہ تھیں۔ یہ جاسوس یونین آف کنسائیرجیس Concierges (بلدیہ جو شہر میں جاروب کشی کا کام انجام دیتی تھی)، ٹیکس ڈپارٹمنٹ، پوسٹل سروسز اور خدمات سرانجام دینے والے محکموں میں بھرتی تھے۔ جن لوگوں کی صفائی کرنا تھی ان لوگوں کی فہرست انتہائی مکمل تھی کیونکہ ماسکو کے یہ جاسوس چھری چاقو تیز کرنے والے افراد کی صورت میں شہر در شہر، ایک ایک ضلع کی ہر گلی میں پھیل گئے تھے اور مکان در مکان وہ فہرست بنا رہے تھے۔ شہریوں کی فہرستوں کی باقاعدہ درجہ بندی کی گئی تھی۔ یہ درجہ بندی شہریوں کی سیاسی، سماجی اور ان کے کام کی نوعیت کے ساتھ ساتھ ان کی مذہبی اور دیگر وابستگیوں کے بارے میں بھی تفصیلات کی حامل تھی۔ جب "دہشت کے تسلط" کے احکامات جاری کر دیئے گئے تو کمیونسٹوں نے اس پر اس طرح کام کیا جس طرح بھوکے کتے راتب پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اسٹالن نے ایک موقع پر کہا تھا کہ "ایک مزاحمتی فرار ہو جائے اس سے بہتر ہے کہ شبہ میں ایک سو معصوم افراد کو مار دیا جائے۔" اس قول پر اس کی پوری روح کے ساتھ عمل کیا گیا۔

یوں تو پاکستان کے پشتو بولنے والے علاقوں، بلوچستان اور کراچی و حیدرآباد کے عوام "دہشت کے تسلط" کی ترکیب سے بخوبی آگاہ ہیں مگر وہ لوگ جو ان علاقوں یا ممالک میں مقیم ہیں جہاں پر ابھی تک ان کو محکوم بنانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے ان کو "دہشت کے تسلط" کے دوران کیا ہوا، اس کی شدت بتانے کے لئے یہاں پر چند اصل واقعات درج کئے جا رہے ہیں۔

17 جولائی 1936 کو کمیونسٹوں کا ایک گروپ سرکاری فوجیوں کی یونیفارم میں بارسلونا میں ڈومینیکن کونوینٹ میں پہنچا۔ گروپ لیڈر نے مدر سپیریئر Mother Superior کو بتایا کہ

چونکہ ہجوم کے پرتشدد واقعات ہو رہے ہیں اس لئے انہیں حکم ملا ہے کہ تمام سسٹرز کو محفوظ جگہ پر پہنچا دیا جائے۔ یہ تمام سسٹرز اپنے مختصر سامان کے ساتھ ایک جگہ جمع ہو گئیں اور بلا کسی شک وشبہ کے ان سپاہیوں کی ہمراہی میں چل پڑیں۔ سپاہی ان تمام سسٹرز کو لے کر شہر کے نواح میں پہنچے جہاں پر ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ گروپ لیڈر نے بعد ازاں کہا کہ ہمیں اس عمارت کی ضرورت تھی اور قبضے کے وقت ہم وہاں پر کسی قسم کی چھینا جھپٹی نہیں چاہتے تھے۔

سینور سلوانز Senor Salvans ایک معروف کمیونسٹ مخالف تھا۔ بارسلونا میں تطہیری اسکواڈ نے تین مرتبہ اس کے گھر کا دورہ کیا۔ جب تیسری دفعہ وہ اس کے گھر اس کی تلاش میں پہنچے اور اس کے بارے میں اس کے گھر والے کوئی اطلاع فراہم نہیں کر سکے تو انہوں نے آٹھ افراد کے پورے خاندان کو ختم کر دیا۔ یہ انتہائی نفرت انگیز قدم دی گئی ہدایات کے پیراگراف 15 اور 16 کی روشنی میں اٹھایا گیا تھا۔

آزادی، مساوات اور اخوت کے نام پر کیا جانے والا ایک خوفناک واقعہ سولہ برادرز (پادریوں) کے قتل کا ہے۔ یہ تمام افراد رضا کارانہ طور پر بارسلونا کے سب سے بڑے اسپتال میں میل نرس کی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ان کا واحد جرم یہ تھا کہ وہ ایک مذہبی گروپ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ حقیقت کہ وہ مذہب، رنگ اور نسل کی کسی تفریق کے بغیر ان تمام بیمار افراد کی خدمت کرتے تھے جو ان کے اسپتال لائے جاتے تھے بھی ان کو قتل ہونے سے نہیں بچا سکی۔ ای ایم گوڈن E M Godden اپنی کتاب "اسپین میں تنازعات" "Conflict in Spain" کے صفحہ 72 پر رقمطراز ہے کہ زندہ افراد کو قتل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی لاشوں سے ٹھٹھول بھی کیا جاتا تھا۔ جولائی 1936 میں ننوں کی ایک اجتماعی قبر سے ان کی برہنہ لاشوں کو ان کے اداروں کے سامنے نہ صرف لٹکا دیا گیا بلکہ ان کے ساتھ فحش اور جارح جملے لکھے پلے کارڈ بھی

چسپاں کر دیئے گئے۔

ہوئلوا Huelva کا منتخب میئر کابیلیرو کا جاسوس تھا۔ جب ماسکو نے اشارہ کیا تو اس نے شہر کا نظم ونسق کیمونسٹوں کے حوالے کر دیا۔ ان کیمونسٹوں کا پہلا قدم ہی یہ تھا کہ انہوں نے شہر کے تمام پریسٹ شدید تشدد کرنے کے بعد قتل کر دیے۔ ننوں کو الف ننگا کرنے کے بعد ان کو کونونٹس Convents سے نکالنے کے بعد شہر کی سڑکوں پر گھمایا گیا تا کہ وہ انقلابیوں کی تفریح طبع کا سامان بن سکیں۔

گوڈین کہتا ہے کہ اس نے دو خواتین کا انٹرویو کیا جو اس پورے ایکٹ میں صرف اس لئے محفوظ رہ سکیں کہ وہ غیر ملکی تھیں۔ ان خواتین نے گوڈن کو بتایا کہ ان کو مجبور کیا گیا کہ وہ ہجوم جس میں مرد و خواتین دونوں شامل تھیں، کی حیوانی حرکتوں کو دیکھیں۔ سب سے پہلے سرخے ایک پریسٹ کو لائے اور اس کو شدید تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو کنواری مریم کے ایک مجسمے کے ساتھ ٹانگ دیا گیا۔ دوسرے واقعہ میں اسی ہجوم نے ایک نوجوان پریسٹ کے زندہ جسم میں ڈرل کے ذریعے سوراخ کیے اور پھر اس کو مقدس صلیب پر ٹانگ کر آہستہ آہستہ مرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

مشہور فرانسیسی مصنف پیرے وان روئے Pere Van Rooy ستمبر 1923 میں دیمتروف Dimitrov کا ایک قول نقل کرتا ہے۔ "ہم پر اسپین کے چرچ اور کونونٹ تباہ کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ چند چرچوں اور کونونٹس کا تباہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ ہم تو ایک نئی دنیا بنانے جا رہے ہیں۔"

1939 میں ایک کمیٹی قائم کی گئی جس کا کام اسپین میں ہونے والے خونچکاں واقعات کی سرکاری طور پر تحقیقات کرنا تھا۔ اس نے اس بات سے اتفاق کیا کہ جولائی 1936 سے لے کر دسمبر

1937 کے درمیانی عرصے میں ایک محتاط اندازے کے مطابق بارسلونا میں پچاس ہزار مزاحمتی افراد کو قتل کیا گیا۔ ویلینشیا Valencia میں یہ تعداد تیس ہزار تھی اور میڈرڈ کی کل آبادی کا دسواں حصہ اسپین کو کلیت پسند ریاست بنانے کی نذر کر دیا گیا۔

یہ واضح کرنے کے لئے جب سرخوں نے اسپین کا کنٹرول سنبھالا تو اصل میں کیا ہوا تھا۔ معروف فرانسیسی مصنف مارسل ایم ڈیوٹرے Marcel M Dutrey کہتا ہے کہ " کاسٹرے ارڈیالیس Castre Urdiales میں کمیونسٹ ملٹری کی کمانڈ بلدیہ کا ایک سابق ملازم کر رہا تھا جس کو چوری کے الزام میں برطرف کر دیا گیا تھا۔ پولیس کا نیا چیف اس منصب پر فائز ہونے سے پہلے اپنی گذر اوقات فحش اور عریاں پوسٹ کارڈ فروخت کر کے کیا کرتا تھا۔ پبلک پراسیکیوٹر ایک ایسی عورت کا ناجائز بچہ تھا جو پہلے بدنام زمانہ فاحشہ تھی۔ اس کا نک نیم "اپنی ماں کا بیٹا تھا"۔ ریڈ ٹریبونل کی سربراہی ایک کانکن کر رہا تھا جبکہ اس کے مددگار دو ثالث تھے۔ یہ تینوں ہم جنس تھے۔ یہ اپنے شکار کو شدید سزائیں سنا کر خود ہی لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے ونسینٹ میورا Vincent Mura کا پیٹ چاک کر دیا۔ انہوں نے جولی یانکو Julie Yanko کو مارکیٹ اسکوائر میں شہید کر دیا۔ مشہور و معروف ہسپانوی موٹرسٹ وریز Varez کے جسم کو صرف اس لئے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ غداری کرنے سے انکار کر دیا تھا۔"

آرتھر برائینیٹ Arthur Bryant نے اسپین میں کمیونسٹوں کے جرائم کے بارے میں لکھی جانے والی سب سے زیادہ محقق اور معتبر کتاب کا پیش لفظ لکھا تھا، کہتا ہے کہ سوویت ایجنٹوں کا مواصلات پر اتنا زبردست کنٹرول تھا کہ دنیا کے اکثر اخبارات میں وہی رپورٹ جگہ پاتی تھی جو ان کے حق میں ہوتی تھی جبکہ فرانکو کی فوج کے ظلم و تعدی کے بارے جو بھی دیا جاتا تھا وہ فوراً تمام

اخبارات میں بلا حیل و حجت چھپ جاتا تھا۔ برائینیٹ نے جو بھی دیکھا، اس سے وہ اتنا برگشتہ تھا کہ وہ لکھتا ہے کہ " کوئی یونیورسٹی کا لیکچرر یا بی بی سی کا نامعلوم کنٹریبیٹر نہیں تھا جو برطانیہ کے رحمدل عوام کو سان مارٹن ڈی ویل ڈی گلیسیس San Martiin de Valdeiglesias کے بارے میں حقیقت بتاتا۔ یہاں کے لوگوں کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ ان کے پاس سے مذہبی اشیاء برامد ہوئی تھیں۔ ان کی ایک ایک عورت کو سرخ ملیشیا کے پچیس پچیس ارکان کی تسکین پہنچانے کے لئے حوالے کر دیا گیا۔ ان کے باپوں کو حوالہ زنداں کر دیا گیا اور بیشتر کو موت کی سزا دے دی گئی۔ جبکہ ماؤں کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی بیٹیوں کی اجتماعی آبروریزی کا منظر دیکھیں۔ اس سے بھی ان سرخوں کی تسکین نہیں ہوئی تو انہوں نے ان لڑکیوں پر جنسی مظالم کے وہ پہاڑ توڑے کہ وہ ان سے موت کی التجاء کرنے لگیں۔ ان کے اوپر مظالم کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان سزا یافتہ عورتوں کو جب سرخوں کے بے رحم ٹریبونل کے سامنے پیش کیا گیا، تو اکثر کے بازوؤں میں ان کے بچے تھے۔ یہ بچے سرخوں کی دہشت کی معراج تھے"۔

یہ کوئی بڑی حیرت کی بات نہیں ہے کہ خفیہ طاقتوں نے عالمی تحریک انقلاب کو ہدایت کی تھی کہ " کمیونسٹوں کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ دہشت گردی کے منصوبوں کو اس علاقے میں روبہ عمل لائیں جہاں پر وہ اور ان کے خاندان بستے ہیں بلکہ وہ یہ کارروائی کہیں اور جا کر کریں۔"

ہر کمیونسٹ یہ ظاہر کرتا تھا کہ یہ تمام کارروائی ان عناصر کی ہے جن پر کنٹرول نہیں ہے اور جیسے ہی ان کو پکڑا گیا ان کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے گا۔ ان الفاظ سے کوئی دھوکہ نہ کھا جائے اس کے لئے میں لینن کے الفاظ دوبارہ نقل کرتا ہوں۔ لینن کہتا ہے "سیاست میں کوئی اخلاقیات نہیں ہے۔ اس میں صرف حکمت ہے۔ ایک غنڈہ صرف اس لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ وہ ایک غنڈہ ہے۔"

ایک اور موقع پر اس نے کہا کہ "نوجوان انقلابی جنگ کی تیاریاں فوری طور پر شروع کر دیں۔ عملی

طور پر آپریشن کرکے جیسا کہ دشمن کو تحلیل کر دینا، جاسوس کو قتل کر دینا، کسی پولیس اسٹیشن کو اڑا دینا اور فنڈز کی فراہمی کے لئے بنک ڈکیتی وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔۔ ان تجرباتی حملوں سے کوئی جی نہ چرائے۔ حد سے تجاوز کرنے پر یہ واقعات خرابی بھی پیدا کر سکتے ہیں مگر یہ اندیشہ مستقبل کا ہے"۔

کمیونسٹ پارٹی کے رہنما کراسیکوف نے عیاشانہ افعال میں پارٹی فنڈز خرچ کر ڈالے۔ جب لینن نے اس کے قتل کا حکم دیا تو کہا کہ "یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ کراسیکوف نے پارٹی فنڈز قحبہ خانے میں اڑا دیئے بلکہ اس کا جرم یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں غیر قانونی لٹریچر کی ترسیل متاثر ہوئی"۔

کمیونسٹ ٹریننگ کو اس طرح ڈیزائن کیا گیا تھا کہ وہ مرد و عورت جو بھی اس کی اعلیٰ سطح پر براجمان ہیں ان کے دلوں سے انسانی ہمدردی کا آخری قطرہ بھی باہر نکال پھینک دیا جائے۔ اینا پاؤکیر Anna Pauker سوویت دور میں بلندیوں تک گئی۔ اس کو رومانیہ کا وزیر خارجہ مقرر کیا گیا۔ اس نے اپنے آپ کو اسٹالن کا وفادار اس وقت ثابت کیا جب اس نے اپنے آپ کو بیوہ ظاہر کرتے ہوئے الزام عائد کیا کہ اس کے تینوں بچے ٹراٹسکی کی ناجائز اولاد ہیں۔

کمیونسٹ نوجوان لڑکوں کو دشمنوں کو سزا دینے کے لئے اس طرح تیار کرتے تھے کہ ان کے دل میں کسی بھی قسم کی رحم دلی اور انسانوں پر ترس کھانے کا شائبہ باقی نہ رہے۔ ایسا ہی ایک نوجوان اپنے تجربات بیان کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ کس طرح انہوں نے ایک پریسٹ کے ساتھ خوب تفریح لوٹی۔ وہ کہتا ہے کہ "ہر رات ہم اسے اپنے ساتھ لے کر اپنے دشمنوں کو مارنے کے لئے نکلتے تھے اور اسے ہم ہمیشہ لائن کے آخر میں کھڑا کرتے تھے۔ ہم اسے انتظار کرواتے تھے حتیٰ کہ ہم سب کو قتل کر ڈالتے تھے مگر اس کو نہیں مارتے تھے اور اسے بیلاس آرٹس Bellas Artes واپس لے آتے تھے۔ بیلاس آرٹس فائن آرٹس کی عمارت تھی جسے کمیونسٹ زنداں کے طور پر

استعمال کر رہے تھے۔ ہر رات وہ سمجھتا تھا کہ آج رات وہ مار ڈالا جائے گا۔ اس کے لئے ایک تیز رفتار موت بہترین تھی۔ مگر ہم نے اسے انتظار کروایا اور اس طرح حتمی طور پر مرنے سے پہلے وہ سات مرتبہ موت سے ہم آغوش ہوا"۔

نوبلاغ Knoblaugn اپنی کتاب "کاریسپونڈنٹ ان اسپین" "Correspondent in Spain" کے صفحہ 87 پر دہشتناک واقعات نقل کرتا ہے جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ عالمی تحریک انقلاب کے منصوبہ ساز کس طرح امکانی رہنماؤں کو نوجوانی میں ہی منتخب کر کے ان کی تربیت کرتے ہیں تاکہ ان کی لغت سے خدا ترسی اور ہمدردی کے الفاظ کو یکسر ختم کیا جا سکے۔

نوبلاغ بتاتا ہے کہ کس طرح اس کے سامنے دو نوجوان ایک ڈاکٹر کے سامنے اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے دو پادریوں کو پرتشدد کرنے کے واقعات سنا رہے تھے۔ ان نوجوانوں کے مطابق یہ پادری جان کے خوف سے چھپ گئے تھے اور کوئلہ کی ایک کان میں کام کر رہے تھے۔ کسی طرح یہ نوجوان ان پادریوں تک پہنچ گئے۔ پھر ان نوجوانوں نے بتایا کہ کس طرح ان پادریوں نے اپنے بیلچوں سے اپنی قبر خود کھودی۔ پھر کمیونسٹوں کے فلسفہ دہشت کے عین مطابق ان نوجوانوں نے ان پادریوں پر بدترین تشدد کیا۔ حتیٰ کہ ان کے عضو تناسل کو کاٹ کر ان کے منہ میں ٹھوس دیا گیا اور ان کو آہستہ آہستہ مرنے کے چھوڑ دیا گیا۔ جب وہ موت کی طرف بڑھ رہے تھے تو یہ نوجوان ان کے ساتھ کھڑے ہو کر قہقہے لگا رہے تھے اور بدمستیاں کر رہے تھے۔

ڈی فونٹیرز De Fonteriz اپنی کتاب "ریڈ ٹیرران میڈرڈ" "Red Terror in Madrid" کے صفحات 19 اور 20 پر بتاتا ہے کہ دیمتروف اور روزن برگ کی قائم کردہ چیکا کی ایک خاتون سے اس کے روپوش شوہر کا اتہ پتہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ غالباً خاتون کو اپنے شوہر کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ مگر اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ اس کے

پاس معلومات ہیں کہ نہیں، اس کے سامنے اس کے خاندان کی آٹھ خواتین کے پستانوں کو ہیبت ناک
پن سے مسلسل چھیدا گیا۔

جن لوگوں نے "دہشت کے تسلط" کو ڈیزائن کیا وہ مجرموں کو کس طرح مجمع میں خون کی پیاس پیدا
کرنے اور تشدد کرنے پر اکسانے کے لئے استعمال کرتے ہیں، کے لئے 20 جولائی 1936 کو
اکالا Alcala میں رونما ہونے والا ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ سرخوں نے تمام مرد و خواتین
مجرموں کو اس شرط پر آزاد کر دیا کہ وہ کمیونسٹ مقصد کے لئے ہتھیار اٹھائیں گے۔ ان کو اکالا کی
بٹالین میں ڈھال دیا گیا۔ وہ میڈرڈ کے فاتحین میں شامل تھے۔ انعام کے طور پر انہیں سائیگونیزا
Siguenza بھیج دیا گیا۔ اس ٹاؤن پر قبضے کے فوری بعد ہی انہوں نے شہر میں مزاحمت کو
ختم کرنے کے لئے دو سو شہریوں کو قتل کر دیا۔ مجرموں کی یہ بٹالین شہر پر سولہ ہفتوں تک قابض
رہی۔ جب فرانکو کی فوج نے ان کو شہر سے باہر نکالا تو پتہ چلا کہ شہر کی دس سے پچاس سال کے
درمیان کوئی لڑکی یا عورت ایسی نہیں تھی جس کی آبروریزی نہ کی گئی ہو۔ ان میں سے اکثر نہ صرف
حاملہ تھیں بلکہ کئی جنسی بیماریوں کا شکار بھی۔ ایک لڑکی جو ہوٹل میں ویٹریس تھی بتاتی ہے کہ وہ کس
طرح خوش قسمتی سے صرف آبروریزی کا شکار ہوئی جبکہ جنسی بیماریوں سے بچ گئی۔ اس نے بتایا
کہ کس طرح سائیگونیزا کے بشپ کو بدترین تشدد جو ناقابل طباعت ہے کا نشانہ بنا کر قتل کیا گیا۔
اس رات ایک ہوٹل میں ہونے والی ایک ضیافت میں بٹالین کے ایک مجرم کو تفریح سوجھی اور اس
نے تجویز کیا کہ مرے ہوئے بشپ کا لباس پہن ان کا ایک لیڈر اس ویٹریس سے شادی رچائے۔
ان کا خیال تھا کہ یہ ایک زبردست تفریح رہے گی۔ اس موقع پر کھانے کی میزوں کو اسٹیج بنا کر شادی
کا ڈانس Danse du Ventre کیا گیا۔ ان رنگ رلیوں کے بعد اس شخص نے اس
ویٹریس کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دے ڈالا اس طرح وہ دیگر مجرموں کی دست برد سے بچ گئی اور

جنسی بیماریوں سے محفوظ ہوگئی۔ وہ کہتی ہے کہ یہ صحیح ہے کہ وہ شخص ایک مجرم اور قاتل تھا مگر اس
طرح میں کم از کم اجتماعی آبروریزی کا شکار ہونے سے تو بچ گئی اور بیماریوں سے بھی محفوظ ہوگئی۔

مارسل ایم ڈوٹرے Marcel M Dutrey کہتا ہے کہ سیمپازیلوس
Ciempozuelos میں ایک سو سے زائد مذہبی افراد کو کس طرح پاگل مجرموں کے حوالے
کر دیا گیا جنہوں نے محض چھریوں کے ذریعے ان کو موت کے گھاٹ اتارا۔ کوئی بھی اس دہشت
کا تصور کر سکتا ہے۔ ماسکو کے تربیت یافتہ پروپیگنڈہ کرنے والوں نے اس بات پر طوفان اٹھا کر
رکھ دیا کہ فرانکو کے دستوں نے کئی چھوٹے شہروں کے میئروں کو قتل کر دیا۔ مگر انہوں نے اس بات
کا کہیں ذکر نہیں کیا کہ ان لوگوں پر عدالتوں میں باقاعدہ مقدمہ چلایا گیا اور جب ان پر الزامات
ثابت ہوگئے کہ وہ کمیونسٹوں کے ایجنٹ تھے اور اسپین پر آمریت کی سازش میں شریک تھے تو ان کو
سزا سنائی گئی۔

اگر مزید ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ عالمی تحریک انقلاب کے پس پشت خفیہ طاقت نے دنیا پر
اپنے کلی قبضے کے منصوبوں پر عمل کے لئے کمیونسٹوں کو استعمال کیا، کمیونسٹ پارٹی کے متعدد
مفرورین کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ برطانیہ کے معروف کمیونسٹ اخبار ڈیلی ورکر کے ایڈیٹر ڈگلس ہائیڈ
Douglas Hyde نے پانچ سال تک اخبار کی ادارت کے بعد مدیر کے منصب سے مارچ
1948 میں استعفی دے دیا۔ اپنی پریس ریلیز میں انہوں نے کہا کہ "مجھے یقین ہے کہ کمیونسٹ
پارٹی کی نئی پالیسی جس کو گزشتہ سال متعارف کرایا گیا ہے، اگر کامیاب ہوگئی تو اس کا نتیجہ ایک عام
آدمی کی مشکلات میں اضافہ کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا"۔ ہائیڈ نے یہ بھی بتایا کہ جنگ عظیم دوم کے
خاتمہ کے بعد سے روس کی خارجہ پالیسی کے بارے میں کس طرح وہ فکر کا شکار رہے۔ وہ کہتے
ہیں کہ بالآخر وہ اس بات کے قائل ہوگئے کہ ماسکو کی منڈلی اب ان نظریات پر قائم نہیں رہی جس

کے تحت وہ برسوں کام کرتے رہے۔ وہ اپنی پریس ریلیز کا اختتام ان الفاظ پر کرتے ہیں کہ "رازوں پر سے بتدریج اٹھنے والے پردے نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ میں آج درپیش سوالوں کے دیگر جوابات بھی حاصل کروں اور دنیا کی ابتری کے خاتمہ کے لئے دیگر راستے تلاش کروں"۔

ہائیڈ کے لندن میں مستعفی ہونے کے بعد سوویت پبلیکیشنز کی اسٹاف ممبر مسز جسٹینا کروسینسٹرن پیٹرز Mrs. Justina Krusenstern-Peters اگلے بارہ برسوں تک اس پوزیشن پر کام کرتی رہی۔ اس نے اپنے استعفٰی کا اعلان چین کے شہر شنگھائی میں ان الفاظ میں کیا۔ "لکھنے کے لئے ماسکو سے آنے والے احکامات کا تناؤ میری برداشت کی حد سے زیادہ بڑھ چکا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں ابھی بھی ایک سوویت شہری ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میرے جیسے احساسات روس میں کام کرنے والے میرے دوسرے کولیگ کے بھی ہوں گے۔ مگر فرق محض اتنا ہے کہ وہ میری طرح غلامی کے خلاف احتجاج کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں گے"۔

اکثر کمیونسٹ دنیا میں سوشلزم کے نفاذ کے لئے کام کر رہے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ انقلابی اقدامات کے ذریعے ہی وہ دنیا سے سرمایہ دارانہ نظام کا جلد خاتمہ کر سکتے ہیں اور کارکنان کی حکومت لا سکتے ہیں۔ چند پارٹی ارکان اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ وہ بطور غلام کام کر رہے ہیں جس سے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

جنگ عظیم دوم کے اسٹیج کی تیاری

یہ بتایا جا چکا ہے کہ کس طرح بین الاقوامی بینکاروں نے معاہدہ ورسائی کے تحت پابندیوں کے باوجود جرمنی کو اسٹالن کی مدد سے دوبارہ مسلح کیا۔ یہ جاننے کے لئے کہ جرمنی میں ہٹلر کو کس طرح اقتدار میں لایا گیا، یہ ضروری ہے کہ 1924 سے 1934 کے درمیان ہونے والی سیاسی سازش کو جان لیا جائے۔ خفیہ طاقتیں ہر اس ملک میں جہاں پر وہ منصوبہ بندی رکھتی ہیں، ان کے ایجنٹ ہمیشہ ان ممالک کی آبادیوں کو مذہب، معاشی، سیاسی، سماجی بنیادوں کے ساتھ ساتھ مختلف لیبر گروپوں میں تقسیم رکھتے ہیں۔ یہ ایجنٹ ان گروپوں کو بھی مختلف گروہوں میں جتنا ممکن ہو تقسیم رکھتے ہیں۔

جنگ عظیم اول کے بعد کمیونسٹوں کے علاوہ دیگر تمام جرمن شہری اس بات پر متفق تھے کہ جرمنی جنگ میں جیت رہا تھا مگر عین وقت پر نہ صرف اس کو دھوکہ دیا گیا بلکہ اس کو ظلم وتعدی کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ بین الاقوامی بینکاروں نے نام نہاد جمہوریاؤں برطانیہ، فرانس اور امریکہ کو استعمال کر کے جرمنی کو شکست سے دوچار کیا۔ یہودیوں پر مشتمل کمیونسٹ پارٹی ان بین الاقوامی بینکاروں کا ساتھ دے رہی تھی تاکہ ملک میں افراتفری کی صورتحال پیدا ہو۔ اس کے نتیجے میں جرمنی کو شرمناک معاہدہ امن کرنا پڑا اور صورتحال انقلاب کی کے لئے سازگار ہوئی۔ سارے جرمن اس بات پر متفق تھے کہ جنگ کے بعد کی صورتحال سے پیدا ہونے والی مشکلات سے نکلنے اور بین الاقوامی سودخوروں کے چنگل سے نکلنے کے لئے ہر جرمن مرد وعورت پر ضروری ہے کہ وہ دن رات محنت کرے تاکہ معاہدہ ورسائی کی صورت میں ان پر جو غلامانہ شرائط عائد کی گئی ہیں ان سے نجات حاصل کی جاسکے۔

کمیونسٹوں کے علاوہ اکثر سیاسی رہنما اس بات پر بھی متفق تھے کہ مالی پابندیوں کے خاتمہ کے لئے سودی قرضوں اور بین الاقوامی بینکاروں پر انحصار ختم کیا جائے۔ دوسرے الفاظ میں پوری جرمن قوم اس امر پر متفق تھی کہ جرمنی ان سودی قرضوں سے نجات حاصل کرے جس کے بوجھ تلے 1694 میں انگلینڈ، 1790 میں فرانس اور 1791 میں امریکہ دب چکے تھے۔ وہ اس صورتحال کا ادراک کر چکے تھے کہ ان بینکاروں سے تعلقات کا نتیجہ ملک کو بھاری قرضوں کی صورت میں بھگتنا پڑتا ہے۔ ان قرضوں اور اس کے سود کی ادائیگی کے لئے ملک کے اثاثہ جات گروی رکھنا پڑتے ہیں اور اس کی ادائیگی کی رقم کے انتظام کے لئے عوام کو براہ راست ٹیکسوں کے نئے سلسلے میں دبا دیا جاتا ہے۔

جرمنی کے فاشسٹ رہنماؤں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنا زر خود پیدا کریں گے اور اس کے لئے اپنے تمام وسائل اور اثاثہ جات جس میں زمین، صنعتی و زرعی پیداوار، قدرتی وسائل اور سالانہ پیداوار کی صلاحیت وغیرہ کو استعمال کریں گے۔

جرمنی کے عوام نے دیکھا کہ اس معاملے میں ان کے خیالات اسپین، اٹلی اور جاپان سے ملتے ہوئے ہیں اس طرح ان ممالک کے مابین اقتدار کا ایک محور طے پا گیا اور اپنی متحرک شخصیت کی بناء پر ہٹلر، مسولینی اور فرانکو اس کے رہنما قرار پائے۔ ان تینوں رہنماؤں کی بدولت ان کے ممالک بہت جلد جنگی اثرات سے باہر آنے لگے۔ ان کی صنعتی و زرعی پیداوار معجزاتی طور پر کئی گنا بڑھ گئی جبکہ جرمنی اور اٹلی میں جدید سامان حربی کی لامحدود فراہمی کے لئے الومیناتی کے ایجنٹوں نے خفیہ منصوبہ بندی کی تاکہ فاشسٹ اور کیپیٹلسٹ ممالک کو ایک مرتبہ پھر میدان جنگ میں اتارا جا سکے۔

جب ہٹلر اور مسولینی عروج پا رہے تھے تو ابتداء میں وہ معتدل فاشزم کے قائل تھے اور ان کا

صرف یہ مطالبہ تھا کہ ان کے ممالک کے ساتھ جو بھی زیادتی ہوئی ہے اس کا ازالہ کیا جائے۔ وہ کمیونزم کا راستہ روکنا چاہتے تھے اس طرح الومیناتی کا راستہ از خود رک جاتا۔ مگر جوں جوں وقت گذرتا گیا، ہٹلر اور مسولینی دونوں انتہا پسند اور سخت موقف رکھنے والے نازی وار لارڈز کے زیر اثر آتے چلے گئے۔ ان وار لارڈز کا یہ دعوٰی تھا کہ دنیا میں امن اسی وقت ممکن ہے جب یہ دنیا ان کے ہاتھوں پوری طرح مفتوح ہو جائے۔ ہٹلر اور مسولینی دونوں نے کارل رٹر کا نظریہ اپنا لیا۔ جوں جوں ان دونوں رہنماؤں کے کلیت پسندانہ اور توسیع پسندانہ عزائم بڑھتے گئے، جنرل فرانکو نے ان سے راستہ الگ کر لیا۔

جاپان، جرمنی اور اٹلی کے انتہا پسند رہنما جو کلیت پسند اور توسیع پسند تھے وہ فاشزم کے راستے پر چل کر وہی کچھ کرنا چاہتے تھے جو ان کے مخالفین اور بین الاقوامی بینکاروں نے کمیونزم کی آڑ میں کیا تھا۔ ان وار لارڈز کے وسیع اور طویل المیعاد منصوبے تھے۔ سب سے پہلے تو وہ اسٹالن کو شکست دے کر یورپ میں اس کی پیش قدمی کو فوری طور پر روکنا چاہتے تھے۔ اس کے بعد یورپ سے کمیونزم کا مکمل طور پر خاتمہ چاہتے تھے۔ ان کا تیسرا منصوبہ اقتدار کے اس محور کو مزید مضبوط کرنا تھا تاکہ فرانس اور برطانیہ پر قبضہ کیا جا سکے اپنی حاکمیت اعلٰی کو قائم کیا جا سکے اور ان کے فوری منصوبوں میں سے آخری منصوبہ امریکہ پر قبضہ تھا۔ امریکہ پر قبضہ کے منصوبے کے تحت جاپان کو جنوب میں میکسیکو کے مغربی ساحل سے حملہ آور ہونا تھا۔ جرمنی کی فضائیہ کو شمال میں کینیڈا کو فضائی طور پر مسخر کرنا تھا جبکہ جرمنی اور اٹلی کی فوج کو افریقہ سے اوقیانوس عبور کر کے براستہ امریکہ پر جنوبی امریکہ اور خلیج میکسیکو کی طرف سے حملہ آور ہونا تھا۔

منصوبے کے مطابق شمال سے حملہ آور فوج کو شکاگو میں مل جانا تھا اور مسسپی کی طرف دباؤ بڑھانا تھا جبکہ جنوب مغرب اور جنوب مشرق سے حملہ آور فوج کو نیو آرلینز میں یکجا ہونا تھا اور مسسپی کی

طرف پیش قدمی کرنا تھی اس طرح امریکہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا۔

برطانیہ اور امریکہ پر قبضے کے بعد ان دو ممالک سے یہودیوں کا خاتمہ بھی اس منصوبے کا لازمی حصہ تھا۔

1933 میں ہٹلر نے برطانیہ سے متعلق اپنی پالیسی کا باقاعدہ اعلان کیا۔ اس نے کہا کہ مارکس، لینن اور اسٹالن بارہا یہ کہہ چکے ہیں کہ کمیونزم کے حتمی مقاصد کے حصول سے پہلے برطانیہ اور اس کی بادشاہت کو تباہ کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ، "اگر مجھ سے مدد طلب کی گئی تو میں برطانوی بادشاہت کا دفاع کروں گا"۔

معاہدہ ورسائی کے بارے میں اس نے کہا کہ یہ برطانیہ کا نہیں بلکہ یہودیوں کا کیا دھرا ہے جو جرمنی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہٹلر کبھی بھی اس خیال سے نہیں پھرا کہ جرمنی کی بقاء بطور عظیم طاقت برطانوی بادشاہت کے ساتھ اتحاد میں ہی مضمر ہے۔ 1936 میں اس نے اس اتحاد کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ اس کے لئے اس نے سفیروں کی سطح پر مذاکرات کا انتظام کیا۔ اس سلسلے میں اجلاس جنوری 1936 میں ہوئے جس میں انگلینڈ کی طرف سے لارڈ لنڈن ڈیری Lord Londonderry اور جرمنی کی طرف سے گوئرنگ **Herr Goering** نے ان مذاکرات میں حصہ لیا۔

اور جب یہ مذاکرات ناکام ہو گئے تو اس کی اتحاد کی یہ خواہش اس قدر شدید تھی کہ اس نے کہا کہ، "کوئی بھی قربانی اس اتحاد سے بڑی نہیں ہے۔ اس قربانی کا مطلب کالونیوں سے دستبرداری بھی ہے۔ اس کی اہمیت بحری طاقت کے لئے بھی ہے اور اس سے برطانوی صنعت کے ساتھ مسابقت کا بھی خاتمہ ہوگا۔" برطانیہ جرمن اتحاد قائم کرنے میں ناکامی کی بناء پر اس کو اندرونی محاذ پر کمزوری کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے نازی وار لارڈز مزید مضبوط ہو گئے۔ ان

کوششوں میں ناکامی سے وہ اس بات کا بھی قائل ہو گیا کہ کوئی بھی معتدل پالیسی ان بین الاقوامی بینکاروں کا توڑ نہیں کر سکتی جو برطانیہ کی خارجہ پالیسی کو چلا رہے تھے۔ اس نے اس بات کو تسلیم کرنا شروع کر دیا کہ کارل رٹر درست کہتا ہے کہ، "دنیا میں امن اور اقتصادی آزادی کے لئے کمیونزم پر چھائی ہوئی یہودی سرمایہ کاروں کی طاقت کو اور اس کے ساتھ ساتھ عالمی تحریک انقلاب کے ارکان کو بھی تباہ کر دینا چاہئے۔" کہا جاتا ہے کہ ان مذاکرات میں ہٹلر نے یہ بھی یقین دہانی کرائی کہ وہ نازی ازم کے تحت کلیت پسندی کو محض روس کے خلاف کارروائی تک محدود رکھے گا۔ جب برطانوی مذاکرات کار نے یہ کہا کہ اس کو شبہ ہے کہ برطانوی حکومت کمیونزم کے خلاف منصوبے میں ساتھ دے گی کیونکہ وہ اس کو نسل کشی سمجھتے ہیں تو ہٹلر نے اس پر بھی مصالحت پر آمادگی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ جرمنی اس منصوبہ پر از خود کارروائی کرے گا۔ تاہم برطانیہ کو جرمنی کے ساتھ معاہدہ کرنا پڑے گا کہ جو بھی حالات ہوں دونوں ممالک جنگ میں ایک دوسرے کے ساتھ آئندہ دس سال تک مدمقابل نہیں ہوں گے۔

ہٹلر نے دلیل پیش کی کہ، "روز بہ روز بڑھتے ہوئے مالی بوجھ سے نجات حاصل کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ فرانس، برطانیہ اور روس کرنسی جاری کرنے کا اختیار بنکوں سے لے کر اپنے ہاتھ میں لے لیں جو ان کا آئینی حق ہے۔"

ان مذاکرات میں بین الاقوامی بینکاروں کی سرگرمیوں پر تفصیل سے بحث کی گئی اور ان کی سرپرستی میں ہونے والی غیر قانونی سرگرمیوں پر بھی گفتگو کی گئی۔ آخر میں روس کی توسیع پسندانہ پالیسی پر بھی بات کی گئی۔ ان مذاکرات کا آخری نکتہ اسٹالن کی اسپین میں کمیونسٹ آمریت قائم کرنے کی کوشش تھا۔

اس کانفرنس کے ناتمے کے بعد لارڈ لنڈن ڈیری Lord Londonderry لندن واپس

پہنچا اور اس نے 21 فروری 1936 کو برطانوی کابینہ کو اپنی رپورٹ پیش کردی۔ اس حقیقت کو جاننے کے بعد کہ برطانیہ جرمن اتحاد ممکن نہیں ہو پا رہا، ہٹلر نے مزید رعایتوں کی بھی پیشکش کی مگر یہ سب بے نتیجہ رہا۔

جولائی 1936 میں اسپین میں سول وار کا آغاز ہوگیا اور اس کے نتیجے میں ہٹلر، مسولینی اور فرانکو میں قربت مزید بڑھ گئی۔ برطانیہ کے ساتھ اتحاد کی کوششوں میں ناکامی کی وجہ سے ہٹلر کو نازی وار لارڈز کی مزید مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ یہ کلیت پسند نازی لیڈر نہ تو برطانیہ کے ساتھ کسی قسم کا اتحاد چاہتے تھے اور نہ ملک میں کسی قسم کی مذہبی آزادی۔ ان کا دنیا بھر پر حکمرانی کا اپنا منصوبہ تھا۔ انہیں ہٹلر سے شکایت تھی کہ اس نے روس پر حملہ کیوں نہیں کیا۔ انہیں برطانیہ اور فرانس پر بھی حملے نہ کرنے پر شدید ناراضگی تھی۔ جب ہٹلر نے ان کے منصوبوں پر ان کی ہدایات کے مطابق عمل نہ کیا تو انہوں نے ہٹلر سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ سب سے پہلے انہوں نے اسے مارنے کی کوشش کی جو ناکام رہی۔ اس کے بعد انہوں نے جرمن عوام میں ان کے آریان نسل کی برتری کی مہم شروع کردی۔ یہ مہم آریان نسل کی غیر متنازعہ عالمگیر حکومت کے لئے ایک جنگ شروع کرنے کے پروپیگنڈہ پر مبنی تھی۔ دنیا بھر میں لبرل پریس نے ہٹلر کے خلاف مہم شروع کردی اور اس کو ملحد قرار دیتے ہوئے کہا کہ سیاہ پوش نازی وار لارڈ پوری دنیا پر قبضہ اور مذہب کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ اس کے بعد پورے جرمن میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹوں کا پورے جرمن میں احتجاج شروع ہوگیا اور جگہ جگہ ان کی ریاست کے ساتھ جھڑپیں شروع ہوگئیں۔

نازی لیڈروں نے الزام لگایا کہ کیتھولک اور پروٹیسٹینٹ قانون کو توڑنے کے مرتکب ہو رہے ہیں اس طرح وہ ریاست کی اتھارٹی کو چیلینج کر رہے ہیں۔ ان دونوں فرقوں کے مذہبی رہنماؤں نے اس کا جواب یہ دیا کہ نازی ازم انتہا پسندی پر مبنی ہے اور خدا کے خلاف ہے۔ اس کے جواب میں

نازیوں کا کہنا تھا کہ کسی کو بھی ریاستی معاملات میں مداخلت کا حق نہیں دیا جا سکتا۔

ہٹلر نے ان مذہبی رہنماؤں کو گرینڈ اور رینٹ لاجز پر پابندی لگا کر مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت تک گرینڈ اور رینٹ لاجز پورے جرمنی میں آریان نسل کے نمائندوں کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ نازی لیڈروں نے ہٹلر کے اس اقدام کو ناکام بنانے کے لئے مذہبی تنظیموں پر بھی عائد کردی۔ کمیونزم کے خلاف متحدہ محاذ بنانے اور نازیوں کو منانے کے لئے حکم جاری کیا کہ جو بھی پادری ریاست کے اقتدار کو چیلنج کرے گا یا قانون کے منافی سرگرمیوں میں ملوث پایا گیا اس کو مقدمے کا سامنا کرنا پڑے گا اور الزام ثابت ہونے پر سزا بھی بھگتنی پڑے گی۔

اب معاملات پوری طرح سودخوروں کے ہاتھ میں آچکے تھے اور 1936 میں پورے جرمنی کے طول و عرض میں مذہب کے خلاف کریک ڈاؤن شروع ہوگیا۔ یہ وہی صورتحال تھی جو پورے سوویت روس میں ریڈ آرمی کرتی پھر رہی تھی۔ کلیت پسند نازی وار لارڈز نے گرینڈ اور رینٹ لاجز میں نازیوں کو داخل کردیا اور وہاں پر آریان قبائل کے پرانے وقتوں کی بت پرستی پر مشتمل عبادت و رسومات شروع کردی گئیں یہ بالکل الومیناتی کی قبالہ پر مشتمل عبادات تھیں۔ جرمن چرچ نے فاشزم کے مقابلے نازی ازم کے لئے زیادہ سخت رویہ اپنایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فاشزم اسپین میں صرف کمیونزم کے خلاف تھا جبکہ جرمنی کا نازی ازم مذہب کے خلاف اور اصنام پرستی پر مبنی تھا۔

اب بین الاقوامی سازش پوری طرح تیار تھی اور دنیا جنگ عظیم دوم کے لئے تیار ہو چکی تھی۔ روسیوں نے خفیہ طور پر جرمنی کو مسلح کردیا تھا۔ اٹلی نے جرمنی کو جدید ترین آبدوزیں فراہم کی تھیں۔ ان آبدوزوں کو اسپین کی سول وار میں اچھی طرح استعمال کرکے ٹیسٹ کیا گیا تھا اور ان کے نتائج تسلی بخش تھے۔ ان کو خصوصی طور پر برطانوی آبدوز شکن ہتھیاروں سے محفوظ بنایا گیا تھا۔ برطانوی حکومت کو اس کی انٹیلی جنس ایجنسیوں نے اس بارے میں آگاہ کیا مگر ہر دفعہ کی طرح اسے پھر نظر

انداز کر دیا گیا۔ برطانوی کیپٹن میکس مارٹن نے برطانوی حکومت کو اس کی سنگینی بتانے کے لئے ایک عملی مظاہرہ کیا اور حفاظتی حصار میں کھڑے نصف درجن جہازوں کو تمام حفاظتی انتظامات تہس نہس کرتے ہوئے ناکارہ بنا دیا۔ اس کی اس کوشش کو سراہنے اور بحریہ کو جدید بنانے کے بجائے سزا کے طور پر کنارے بٹھا دیا گیا اور اس کی ترقی روک دی گئی۔ جنگ عظیم دوم کے دوران جب جرمن یو بوٹوں نے تباہی پھیلا دی تو اس کو دوبارہ جنگ میں طلب کیا گیا۔

برطانوی حکومت کو اس کی خفیہ ایجنسیاں 1930 سے متنبہ کر رہی تھیں کہ جرمن آبدوزیں پانچ سو فیٹ گہرائی تک جا سکتی ہیں اور ان کے مقابلے کا نظام ناکارہ ہو چکا ہے مگر برطانوی حکومت ہر تنبیہ کو نظر انداز کرتی رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ برطانوی حکومت کی جڑوں میں بیٹھے ہوئے بین الاقوامی بینکاروں کے ایجنٹ اس کو کمزور رکھنا چاہتے تھے جبکہ وہ جرمنی کو مسلسل مضبوط کر رہے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب جنگ شروع ہوئی تو برطانیہ کے پاس ان آبدوزوں کا کوئی مؤثر توڑ نہیں تھا اور اپریل 1943 تک جب جنگ کو برطانیہ اپنے حق میں کرنے میں کامیاب ہوا، برطانیہ اپنے 75 فیصد تجارتی جہازوں اور چالیس ہزار سے زائد افراد کا نقصان اٹھا چکا تھا۔

جب ہٹلر نے اپنی معاشی پالیسی اور معاشی اصلاحی پروگرام کا اعلان کیا تو بظاہر یہ بنکوں کے خلاف تھا۔ اس نے اٹلی، اسپین اور جاپان پر زور دیا کہ اس مقصد میں وہ اس کا ساتھ دیں اور بین الاقوامی بینکاروں کی اجارہ داری سے نمٹنے کے لئے اپنی کرنسی کا خود اجراء کریں۔ یہ دراصل بین الاقوامی بینکاروں کی خود اپنی سازش تھی تا کہ بنک آف سیٹلمنٹ Bank of Settlement کا قیام عمل میں لایا جا سکے۔ مرکزی بینکوں کو کنٹرول کرنے کے لئے پہلے ہی یہ سود خور انتظام کر چکے تھے۔ مثال کے طور پر جرمنی میں ہی ایک آئینی ترمیم کے ذریعے مرکزی بینک کے صدر کو ہٹانے کا اختیار پیچیدہ کر کے عملاً بنک آف انٹرنیشنل سیٹلمنٹ کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ یعنی بنک

آف انٹرنیشنل سیٹلمنٹ کے اکثریتی ووٹ کے بغیر جرمنی کے مرکزی بنک کے صدر کو ہٹایا نہیں جا یا سکتا۔

جنگ عظیم دوم کا مقصد پورا ہو چکا تھا اور سارے ممالک میں مرکزی بنک قائم ہونے کا سلسلہ فوری طور پر شروع ہو گیا۔ ان بنکوں کی اکثریت امریکہ کے فیڈرل ریزرو بنک کے ماڈل پر قائم کی گئی ہے اور اب سارے ممالک کی معیشت بنک آف انٹرنیشنل سیٹلمنٹ کے قلم کی ایک جنبش پر موقوف ہے۔ یہ بنک آف انٹرنیشنل سیٹلمنٹ سود خور بین الاقوامی بینکاروں کا کلب ہے جو کسی ملک کے قانون کی زد میں نہیں آتا۔

یہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہے آج جمہوریت ایک گمراہ کن اور پرفریب نعرہ بن چکا ہے اور عملاً اس کے ذریعے تمام ممالک سود خوروں کی جنت میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ تمام جمہوری ممالک وہ زری نظام چلاتے ہیں جو ان بینکوں کا بنایا ہوا ہے جس کے تحت کرنسی اس قرض کے تحت پیدا کی جاتی ہے جو چند افراد کی طرف سے دیا گیا ہوا ہوتا ہے۔ برطانیہ، فرانس اور امریکہ جمہوری ممالک کہلاتے ہیں کیونکہ وہ بین الاقوامی بینکاروں کے ایک جال کے ذریعے ان کے قرضوں کے نظام میں جکڑے ہوئے ہیں۔ کمیونسٹ ممالک بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ جمہوری ہیں۔ وہ ایسا دعویٰ اس وقت تک کر سکتے ہیں جب تک کہ وہ بین الاقوامی بینکاروں کے کنٹرول میں ہیں۔

دوسری جنگ عظیم کا آغاز اس لئے کیا گیا کہ الومیناتی کو درپیش رکاوٹوں کا خاتمہ کیا جا سکے اور اس کے نیٹ ورک کو ملک اور قوم سے بالاتر کر کے پوری دنیا پر پھیلایا جا سکے۔

انگلینڈ میں سامیوں کے خلاف مہم کا آغاز 1921 کے آغاز میں اس وقت ہوا جب بالشویک کی قید میں رہنے کے بعد وکٹر ای مارسڈن Victor E Marsden انگلینڈ واپس پہنچے۔ وہ روس میں لندن سے شائع ہونے والے اخبار مارننگ پوسٹ کے نامہ نگار تھے اور پہلی جنگ عظیم

شروع ہونے سے پہلے سے وہاں پر متعین تھے۔

جب مارسڈین انگلینڈ واپس پہنچے تو ان کے پاس روسی پروفیسر سرگی نیلس Professor Sergei Nilus کے شائع کردہ پیپر تھے جو انہوں نے 'دی جیولیش پیرل" The Jewish Peril کے عنوان سے شائع کئے تھے۔ پروفیسر سرگی کا کہنا تھا کہ انہیں یہ دستاویزات ایک عورت سے حاصل ہوئی تھیں جس نے ایک انتہائی مالدار یہودی سے اس کو چرایا تھا۔ یہ یہودی 1901 میں پیرس میں ہونے والی گرینڈ اور ینٹ لاجز کے اعلیٰ سطحی اگیزیکٹو اجلاس میں شرکت کے بعد اس عورت کے فلیٹ میں آیا تھا۔

جب مارسڈین لندن واپسی کے بعد ان کاغذات کا ترجمہ کر رہا تھا تو اسے کئی دفعہ اس کام سے روکنے کے لئے متنبہ کیا گیا۔ حتیٰ کہ اسے موت کی دھمکی بھی دی گئی مگر مارسڈین نہیں مانا اور اس نے انہیں 'دی پروٹوکولز آف لرنیڈ ایلڈرز آف زیون' The Protocols of Learned Elders of Zion کے نام سے شائع کر دیا۔ اس ترجمہ کے چند سال کے اندر ہی اس کی مشکوک حالات میں موت واقع ہوگئی۔

اس ترجمے کے شائع ہوتے ہی دنیا بھر میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ پروٹوکولز دراصل وہی طویل المیعاد منصوبے تھے جو روتھس شیلڈ نے فرینکفرٹ میں 1773 میں سودخوروں کے ایک اجلاس سے خطاب کے دوران پیش کئے تھے۔ اس کے مخاطب کوئی ربّی یا یہودی مدرسے کے طلبہ نہیں تھے بلکہ سودخور تھے جن کا مقصد اپنے شیطانی عزائم کو پوری دنیا پر مسلط کرنا تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صیہونی منصوبہ دراصل الومیناتی کا منصوبہ ہے جس کا ہدف پوری دنیا کو ایک اللہ کے ربوبیت سے ہٹا کر شیطان کے سامنے جھکانا ہے۔

اس بات سے قطع نظر کہ یہ دستاویزات کس طرح منظر عام پر آئیں اور یہ کتنی درست ہیں۔ 1773 سے اب تک ہونے والے واقعات کو اس کے تناظر میں دیکھیں تو وقت کی درستگی پر آنکھیں حیرت سے پھٹ جاتی ہیں۔

مارسڈین کے پرنس آف ویلز کے ساتھ قریبی تعلقات تھے۔ 1927 میں جب پرنس آف ویلز مملکت کے دورے پر نکلے تو مارسڈین کو ان کی رفاقت کے لئے منتخب کیا جا چکا تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ مارسڈین نے طویل دورہ میں شہزادہ کو صیہونی سازش سے آگاہ نہ کیا ہو۔ جب دورہ سے واپسی ہوئی تو شہزادہ یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔ اس دورے سے واپسی پر شہزادے نے مملکت کے امور میں سنجیدہ حصہ لینا شروع کر دیا۔ اس نے ان تمام امور میں مداخلت شروع کر دی جس سے خفیہ طاقتوں کی سازش کی بو آتی تھی۔

20 جنوری 1936 کو اس کی تاجپوشی ہوئی اور اس نے شاہ ایڈورڈ ہشتم کا لقب اختیار کیا۔ اب وہ زیادہ بااختیار تھا اور امور مملکت آزادانہ چلا رہا تھا۔ یہ معاملات خفیہ طاقتوں کو پسند نہیں تھے۔ اس کے خلاف مہم شروع کر دی گئی کہ اس کا جھکاؤ اوسوالڈ موسلے Oswald Mosley کی دائیں بازو کی فاشسٹ تحریک کی طرف ہے۔ میڈیا گزٹ کے ذریعے اس کی بھرپور کردار کشی کی گئی۔ جب مسز والے سمپسن Mrs. Wally Simpson کے ساتھ اس کی محبت کا راز افشاء ہوا تو بائیں بازو سے تعلق رکھنے والا پریس گویا پھٹ پڑا۔ بادشاہ کی شخصیت اور منصب کا لحاظ کئے بغیر ان تعلقات کے حوالے سے فحش گوئی تک کی گئی۔ اب بادشاہ کے پاس دو ہی آپشن تھے۔ یا تو تخت چھوڑ دے یا اپنی محبت کو۔ شاہ ایڈورڈ ہشتم نے ایک جنٹلمین کی طرح پہلے راستے کو ترجیح دی۔

ایڈورڈ ہشتم کی تخت سے دستبرداری کے بعد تمام تر اختیارات وزیراعظم بالڈون کے ہاتھ میں آ گئے اور عملاً بین الاقوامی بینکاروں کا راج دوبارہ سے قائم ہوگیا۔ اس طرح سے دونوں جنگوں

کے نتیجے میں ان سودخور بین الاقوامی بینکاروں کے مشن کا پہلا مرحلہ مکمل ہو چکا تھا یعنی افریقہ کی سونے اور ہیرے کی کانوں پر کنٹرول اور بنک آف انٹرنیشنل سیٹلمنٹ کے قیام کے ذریعے پوری دنیا کی معیشت پر قبضہ۔

ہر جنگ سے ان سودخوروں کے دنیا پر قبضے کی راہ ہموار ہوئی۔ امریکہ اسپین جنگ کے نتیجے میں انہوں نے کیوبا کی شکر کی پیداوار پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ 1904 میں ہونے والی روس جاپان جنگ سے پہلے یہ دنیا کی سب سے بڑی تجارت تھی۔ یہ جنگ بھی اتنی زیادہ طے شدہ تھی کہ روتھس شیلڈ روسیوں کو مالی معاونت فراہم کر رہا تھا تو نیویارک کی کہن لوئیب اینڈ کمپنی جاپان کو۔ ان دونوں سودخوروں کے مابین مکمل ہم آہنگی تھی جس کے نتیجے میں روس کمزور ہو گیا اور وہاں پر بالشویک انقلاب آنے کی راہ ہموار ہو گئی۔

دوسری عالمگیر جنگ

جس وقت شاہ ایڈورڈ ہشتم نے تخت سے دستبرداری اختیار کی تو برطانیہ کے پڑھے لکھے طبقے کی ایک بڑی تعداد جس میں ارکان پارلیمنٹ اور بری اور بحری فوج کے ارکان بھی شامل تھے نے حکومت اور برطانوی عوام کو ان بین الاقوامی بینکاروں کی سازش کے بارے میں آگاہ کرنے کی بڑی کوشش کی۔ ان میں کیپٹن اے ایچ ایم رامسے Capton A H M Ramsay اور ایڈمرل سر بیری ڈومی وائیل Admiral Sir Barry Domwile بھی شامل تھے۔ یہ دونوں افسران جس میں سے ایک کا برطانوی بحریہ اور دوسرے کا برطانوی بری فوج میں بڑا نام اور کام تھا، اپنی تحقیقات اور مطالعہ کے نتیجے میں 1938 تک اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ روس کے بالشویک انقلاب کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا اور یہی ہاتھ شاہ ایڈورڈ ہشتم کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔

یہ دونوں افسران یہ جان چکے تھے کہ عالمی تحریک انقلاب کے پس پشت خفیہ طاقت بین الاقوامی یہودی بینکاروں پر مشتمل ہے۔ اور اب یہ اتنے مالی طور پر اتنے طاقتور ہو چکے ہیں کہ دنیا کو جنگ میں دھکیلنے کے لئے درکار ایجنٹ بھی مطلوبہ تعداد میں اور مطلوبہ پوزیشنوں پر ان کے پاس موجود ہیں۔ اس کے لئے دنیا بھر میں ہر طرح کے اختلاف کو ابھارا گیا اور نئے تنازعات کھڑے کئے گئے۔ ان بین الاقوامی تنازعات میں صیہونیت اور سامی مخالف تحریک، کمیونزم اور فاشزم، سوشلزم اور کیپٹلزم قابل ذکر ہیں۔ ان تمام تنازعات اور اختلافات کا محض ایک ہی مقصد تھا اور وہ یہ کہ دنیا بھر میں ایک عالمگیر حکومت کا قیام۔ اس عالمگیر حکومت کے ذریعے وہ پوری دنیا پر ایسا ہی کنٹرول اور حکومت چاہتے ہیں جیسا انہوں نے لینن کے ذریعے روس پر کنٹرول حاصل کیا۔ ایک ایسی ہی

حکومت کے ذریعے وہ دنیا بھر کے لوگوں پر اپنے شیطانی عقائد مسلط کر سکتے ہیں اور پھر بقول ان کے دنیا بھر میں امن قائم ہو جائے گا۔ اگر دنیا بھر میں ایک ہی ریاست اور ایک ہی آمر حکمراں ہوگا منطقی طور پر جنگ کا تصور ہی ختم ہو جائے گا۔

برطانیہ کے ان دونوں افسران کیپٹن رامسے اور ایڈمرل ڈومی وائیل نے 1936 سے 1939 تک برطانیہ کی جرمنی کے ساتھ جنگ کو روکنے کی بھرپور کوشش کی۔ یہ دونوں اشخاص اس جنگ کے پس پشت بین الاقوامی بیکاروں کے پس پردہ معاملات کو سمجھ چکے تھے۔

دوسری جنگ عظیم میں جن عوامل کو استعمال کیا گیا وہ کمیونزم، فاشزم، اور سامی مخالف تھے۔ کیپٹن رامسے نے برطانوی وزیراعظم چیمبرلین Naville Chamberlain سے مل کر قائل کرنے کی کوشش کی کہ جرمنی کے ساتھ جنگ کا نتیجہ محض عالمی توسیع پسندی میں معاون ثابت ہوگا مگر وہ ناکام رہا۔ مگر اس ملاقات کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب چیمبرلین میونخ گیا تو وہ ہٹلر کے ساتھ مصالحت کر چکا تھا اور جب لندن واپس پہنچا تو اپنی مشہور زمانہ چھتری اور ایک کاغذ کو لہراتے ہوئے اس نے کہا کہ امن کی ضمانت کا معاہدہ اس کے ہاتھ میں ہے۔

جیسے ہی چیمبرلین نے یہ اعلان کیا، بین الاقوامی بیکاروں کا کنٹرولڈ پریس چیمبرلین پر پھٹ پڑا اور فاشسٹ مخالف ایک نفرت انگیز مہم شروع کر دی گئی۔ اس مہم کے تحت چیمبرلین کو ایک ایسی بوڑھی عورت کا خطاب دیا گیا جو کسی بھی قیمت پر امن خریدنا چاہتی ہے۔ اس کو فاشسٹوں کا پیروکار تک قرار دیا گیا۔

کیپٹن رامسے نے برطانوی وزیراعظم چیمبرلین سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس بین الاقوامی سازش کے دستاویزی ثبوت فراہم کرے گا۔ یہ دستاویزی ثبوت ان ٹیلیگرام پر مبنی تھے جو ونسٹن چرچل اور امریکی صدر روزویلٹ کے درمیان پیغام رسانی پر مبنی تھے۔ یہ دونوں رہنما، ہی الومیناتی کے زیر

کنٹرول تھے۔ ان تمام تاروں کے پیغامات کوڈ میں تھے اور اس کا علم اس وقت کے برطانوی وزیراعظم چیمبرلین کو نہیں تھا۔

ان تمام پیغامات کو کوڈ میں تبدیل کرنے والا شخص لندن میں امریکی سفارتخانے میں تعینات ٹیلر کینٹ Tyler Kent تھا اور اس کی معاون اینا وولکوف Anna Wolkoff تھی۔ ٹیلر بھی سازش کو سمجھ چکا تھا اور دنیا میں جنگ نہیں چاہتا تھا۔ ٹیلر کینٹ کیپٹن رامسے کو ایک جنگ مخالف کے طور پر جانتا تھا اس لئے اس نے یہ تمام پیغامات کیپٹن رامسے کو پہنچا دیئے۔

بین الاقوامی سازش کار مصروف تھے۔ انہوں نے ایک جعلی دستاویز چیمبرلین کو پیش کی جس کے تحت جرمنی نے پولینڈ پر قبضہ کا فوری منصوبہ تشکیل دیا تھا۔ اس 48 گھنٹہ کے جعلی الٹی میٹم کو دکھا کر برطانیہ سے پولینڈ پر کسی بھی قسم کی جرمنی کی جارحیت کے مقابلے میں دفاع کی ضمانت حاصل کی گئی۔ حالانکہ جرمنی پہلے ہی پولینڈ کو ڈانزنگ اور پولش کوریڈور کے حوالے سے پرامن طور پر حل کرنے کی دعوت دے چکا تھا۔ یہ دعوت پولش حکومت نے بین الاقوامی سازش کاروں کے اثر میں آکر نظرانداز کر دی تھی۔

اسی اثناء میں اخبارات نے ہٹلر کے خلاف مہم پھر شروع کر دی اور اس کی پولینڈ کو معاہدہ امن کی پیشکش کو معاہدہ ورسائی کو توڑنے کی سازش قرار دیا گیا۔ جرمنوں کی شکایات درست تھیں۔ معاہدہ ورسائی کے ذریعے قائم کی جانے والی پولش کوریڈور نے جرمنی کے اپنے علاقے ڈانزنگ کو بقیہ جرمنی سے الگ کر دیا تھا۔ جرمنی سے چیکوسلاواکیہ کا علاقہ الگ کر دیا گیا تھا اور آسٹریا کے لوگ کمیونزم کے خلاف جرمنی سے اتحاد چاہتے تھے اسے نظرانداز کر دیا گیا تھا۔

جرمنی کی انہی شکایت کو بنیاد بنا کر برطانوی وزیراعظم چیمبرلین کو یہ جھوٹی خبر دی گئی تھی کہ جرمنی اڑتالیس گھنٹے میں پولینڈ پر حملہ کرنے والا ہے۔

جب ہٹلر پولینڈ سے مسائل کے حل کے بارے میں دی گئی تجاویز کے بعد مثبت جواب کا انتظار کر رہا تھا تو بین الاقوامی بینکاروں کا کنٹرولڈ میڈیا ہٹلر کے خلاف مہم میں مصروف تھا۔ کئی ماہ گذرنے کے بعد جب ہٹلر پولینڈ پر دباؤ ڈالنے کے لئے اپنی فوجوں کو پولینڈ کی سرحد پر لایا تو برطانیہ نے پولینڈ کی حفاظت کے نام پر کئے گئے معاہدے کی آڑ میں اس پر حملہ کر دیا جو جنگ عظیم دوم کا نقطہ آغاز ثابت ہوا۔ اس الاؤ کو دہکانے کے لئے طویل محنت کی گئی تھی جس میں معاہدہ ورسائی کی شرمناک شرائط (جس کے تحت جرمنی کے علاقے ڈانزنگ کو اس سے علیحدہ کر دیا گیا تھا)، جرمنی کو خفیہ طور پر مسلح کر کے اسے ایک نئی جنگ کے لئے تیار کرنا، جرمنی کی پولینڈ پر حملے اور قبضے کی جعلی دھمکی کی روشنی میں برطانیہ کا پولینڈ کی حفاظت کا معاہدہ کرانا اور محض جرمنی کی فوجوں کے پولینڈ کی سرحدوں پر اجتماع پر ہی اس پر حملہ کر دینا شامل ہے۔

برطانیہ کے جرمنی پر حملے کے باوجود بھی ہٹلر نے برطانیہ کے بارے میں اپنی پالیسی تبدیل نہیں کی اور اپنے جنرلوں کو 22 مئی 1940 کو اس وقت رکنے کا حکم دیا جب وہ بہ آسانی برطانوی فوجیوں کو شکست دے سکتے تھے۔ جرمن کیپٹن ہارٹ اپنی مشہور کتاب "دی ادر سائیڈ آف دی ہل" The Other Side Of The Hill میں لکھتا ہے کہ "آرمرڈ ڈویژن ڈنکرک Dunkrik سے آرٹلری کے درمیانی رینج پر تھا مگر ہم کو محض جواب دینے یا حفاظت کا حکم تھا"۔

جرمن جنرل وون کلیسٹ General Von Kleist وہ جنرل تھا جس نے ہٹلر کے احکامات کو نظر انداز کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ کیپٹن ہارٹ Captain Hart جنرل کلیسٹ کے ساتھ گفتگو کو لکھتا ہے کہ، "پھر ایک تاکیدی حکم موصول ہوا جس میں مجھے پسپا ہو کر نہر سے پیچھے آنے کا حکم ملا۔ وہاں پر میرے ٹینکوں کو تین دن تک روکے رکھا گیا۔"

کیپٹن ہارٹ پھر ہٹلر کی مارشل وون رنسٹیٹ Marshal Von Runstedt اور اس کے دو اسٹاف ممبران کے ساتھ گفتگو کو بیان کرتا ہے، "ہٹلر نے برطانوی بادشاہت کی تعریف کر کے ہم کو ششدر کر دیا۔ ہٹلر کا کہنا تھا کہ برطانوی بادشاہت اور رومن کیتھولک چرچ دنیا میں امن کے لئے ضروری ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ برطانیہ سے یہ چاہتا ہے کہ جرمنی کی حیثیت کو تسلیم کر لیا جائے۔ جرمنی برطانیہ کی ہر قسم کی مدد کے لئے تیار ہے حتیٰ کہ اگر وہ مشکلات میں گھر جائے تو فوجی مدد بھی۔"

اس طرح جرمنی نے باقاعدہ برطانیہ کو وقت فراہم کیا کہ وہ ڈنکرک سے اپنی فوج کو بحفاظت نکال سکے۔ جب تک چیمبرلین وزیر اعظم رہا برطانیہ نے جرمن شہروں پر حملہ نہیں کیا۔ یہودیوں کے کنٹرولڈ پریس نے اس کو نورا کشتی قرار دیا۔

یہ صورتحال سودخور سازشیوں کی برداشت سے باہر تھی اور ان کے عزائم کے پورا ہونے میں رکاوٹ بھی۔ ایسے موقع پر اخبارات پھر کام آئے اور ایک بھرپور مہم کے جواب میں چیمبرلین کو گھٹنے ٹیکنے پڑ گئے۔ یہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا ایسکوئیتھ کے ساتھ 1915 میں ہوا تھا اور اسے مستعفی ہونا پڑا تھا۔ ایک مرتبہ پھر تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور فوری طور پر چیمبرلین کو ہٹایا گیا اور مئی 1940 میں ونسٹن چرچل کو پورے اختیارات کے ساتھ نیا وزیر اعظم مقرر کر دیا گیا۔ چرچل کی مخلوط حکومت میں سوشلسٹ اس کے اتحادی تھے۔ چرچل نے 11 مئی 1940 کو وزارت عظمیٰ سنبھالی اور اسی شام اس نے جرمن شہروں پر بے رحمانہ بمباری کا حکم جاری کر دیا جس کے جواب میں جرمنی نے بھی لندن سمیت دیگر برطانوی شہروں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ اب نورا کشتی اصل جنگ میں تبدیل ہو چکی تھی۔

کئی جرمن جنرل ہٹلر کی پالیسیوں سے متفق نہیں تھے۔ یہ نازی وارلارڈز ہٹلر کو ہٹا کر نازی ازم پر

عمل کرنا چاہتے تھے۔ فاشزم قومی سطح پر مبنی پروگرام تھا جبکہ نازی ازم بین الاقوامی سطح کا پروگرام تھا جس میں پوری دنیا پر آریائی حکومت کا قیام شامل تھا۔

مئی 1941 میں ان نازی وارلارڈز کا خفیہ اجلاس ہوا جس میں جنگ سے خاتمہ اور روس پر توجہ مرکوز کرنے کے لئے برطانیہ سے خفیہ رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس فیصلے کے تحت رڈولف ہیس Rudolf Hess کو خفیہ طور پر برطانیہ بھیجا گیا تا کہ وہ لارڈ ہملٹن اور چرچل سے مل کر معاہدہ امن پر راضی کر سکے۔

رڈولف ہیس کو یہ اختیار بھی دیا گیا کہ اگر برطانیہ معاہدہ امن پر راضی ہو جائے تو جرمن جرنیل ہٹلر کو ہٹا دیں گے۔ چرچل نے اس تجویز کو ماننے سے یکسر انکار کر دیا۔ اب ان نازی وارلارڈز نے ہٹلر پر دباؤ ڈالا کہ پہلے روسی کمیونزم کے خطرے سے نمٹا جائے۔ جرمنی نے 22 جون 1941 کو روس پر حملہ کر دیا۔ فوراً ہی برطانیہ اور امریکہ روس کی حمایت میں جنگ میں کود پڑے اور انہوں نے اپنے تمام وسائل روس کی معاونت کے لئے وقف کر دیئے۔ بحری جہازوں کے کاروانوں کے کارواں اسلحہ و بارود لے کر مرمانسک Murmansk اور خلیج فارس کے راستے روس کو کمک پہنچانے لگے۔

آئرش بغاوت کے زمانے میں برطانیہ میں ایک قانون 18B منظور کیا گیا جس کے تحت پولیس کو اختیار دیا گیا تھا جس کے تحت وہ کسی بھی برطانوی شہری کو بلا کسی الزام اور وارنٹ کے گرفتار کر سکتی تھی اور حراست میں رکھ سکتی تھی۔ جرمنی پر حملے کے ساتھ ہی اس قانون پر عملدرآمد معطل کر دیا گیا تھا۔

چرچل نے برسر اقتدار آتے ہی اس قانون کو جنگ کے مخالفین کے لئے استعمال کیا اور جس کے بارے میں ذرہ برابر بھی شبہ تھا کہ وہ جنگ مخالف ہے اس کو پابند سلاسل کر دیا گیا۔

ان گرفتار شدگان میں کیپٹن رامسے، سر بیری ڈومی وائیل، ان کی بیگمات اور بچے بھی شامل تھے۔ ان میں سے بیشتر 1944 تک قید میں رہے اور جیل میں ان سے اخلاقی مجرمین سے بھی بدتر سلوک کیا گیا۔

اس سے پہلے کہ جنگ پوری طرح شروع ہوتی، ان سودخوروں کے کنٹرول میں موجود میڈیا نے معاشرہ میں جرمنی سے متعلق ایک ہسٹریائی ماحول پیدا کر دیا۔ اس کی فوج کو دنیا کی مضبوط ترین فوج قرار دیا گیا جو جدید ترین اسلحہ سے لیس تھی۔ اس کو تقریباً ناقابل شکست قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ اگر وہ لندن کا رخ کرلے تو اس کا راستہ روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا کہ جرمنی برطانیہ میں باغیوں کی ایک پوری چین رکھتا ہے جو برطانیہ پر حملے کی صورت میں اس کی معاون ہوگی۔

برطانیہ میں ان گرفتاریوں کی ابتدا ایڈمرل نکلسن کی بیوی سے ہوئی تھی۔ مسز نکلسن نے برسرعام یہ کہا تھا کہ اس کا خیال یہ ہے کہ برطانیہ کو جرمنی کے ساتھ جنگ میں ملوث کرنے کی سازش بین الاقوامی یہودی بینکاروں نے کی ہے۔ اس پر چار الزامات عائد کئے گئے مگر سماعت کے بعد جج اور جیوری دونوں نے اس کو تمام الزامات سے بری کر دیا۔ گو کہ مسز نکلسن اور دیگر ان تمام افراد جن کو حراست میں رکھا گیا تھا بعد میں نہ صرف رہا کر دیا گیا بلکہ باعزت بری بھی کر دیا گیا مگر جب تک ضرورت رہی ان کو نہ صرف حراست میں رکھا گیا بلکہ دوسروں کے لئے مثال بھی بنائی گئی کہ مخالفت کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔

کیپٹن رامسے نے اپنی تمام یادداشت بے نام جنگ The Nameless War کے نام سے مرتب کیں جبکہ سر بیری ڈومی وائیل نے ایڈمرل سے کیبن بوائے From Admiral to Cabin Boy تک کے نام سے یہ تمام حالات مرقوم کئے۔

تیسری عالمگیر جنگ

دو عالمی جنگوں کے بعد دنیا کو دو حصوں میں بانٹ دیا گیا۔ ایک حصہ روسی عملداری میں دے دیا گیا جبکہ دوسرا حصہ امریکی سپرداری میں۔ اس طرح ایک ڈھیلے ڈھالے نظام کے ذریعے عملاً دنیا سودخوروں کے ماتحت کر دی گئی۔ گوکہ دونوں حصوں کے مالک اور چلانے والے بین الاقوامی بینکار ہی تھے مگر دنیا سے سرمایہ اکٹھا کرنے کے لئے کبھی سرد جنگ کا سہارا لیا گیا تو کبھی کسی نہ کسی خطہ میں باقاعدہ جنگ کی آگ بھڑکتی رہی۔

دنیا پر قبضے کے لئے بیسویں صدی میں بین الاقوامی سوخور بینکاروں نے دو اہم کام کئے۔ دنیا پر قبضہ کو مستحکم کرنے کے لئے پہلے قدم کے طور پر اقوام متحدہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ کنٹرول کو مزید سخت کرنے کے لئے اس میں سلامتی کونسل کا ادارہ وجود میں لایا گیا اور اس میں اپنی ایجنٹ قوتوں کو مستقل رکنیت اور ویٹو پاور دے کر کھیل کے تمام قواعد اپنے ہاتھ میں لے لئے گئے۔

دوسرے قدم کے طور پر انہوں نے اپنے کلب میں توسیع کی اور اس کو از سر نو منظم کیا۔ مئی 1954 میں ہالینڈ میں آرنہیم Arnheim کے مقام پر دنیا کے 80 بااثر ترین افراد جمع ہوئے۔ ان میں سے 20 کا تعلق امریکہ سے تھا جبکہ بقیہ کا تعلق یورپ سے تھا۔ یہ سب کے سب یا تو بینکار تھے یا پھر ممتاز سیاستداں۔ ان سب کی میزبانی نیدرلینڈ کا شہزادہ بسمارک کر رہا تھا اور یہ ایک طرح سے 1773 فرینکفرٹ میں روتھس شیلڈ کے بنائے گئے کلب کی باقاعدہ توسیع و تجدید تھی۔ چونکہ یہ سب لوگ بلڈر برگ نامی ہوٹل میں جمع ہوئے تھے اس لئے اس کلب کا باقاعدہ نام بلڈر برگ گروپ تجویز کیا گیا۔ اجلاس میں دو عظیم جنگوں کے بعد کی دنیا کی صورتحال اور دنیا پر قبضے کے نئے مرحلے پر غور و خوض کیا گیا۔ بلڈر برگ گروپ کا پہلا سربراہ شہزادہ بسمارک کو مقرر کیا گیا

جبکہ سیکریٹری جوزف ریٹنگر Joseph Retinger کو مقرر کیا گیا۔ وہ اپنی موت تک بلڈر برگ گروپ کا سیکریٹری رہا۔ جوزف ریٹنگر بھی ایک اہم کردار تھا۔ اس کا تعلق پولینڈ کے مشہور کاراکوف خاندان سے تھا۔ وہ شروع سے ہی ایک فری میسن تھا اور دوسری جنگ عظیم کے دوران پیراشوٹنگ مشن بھی سرانجام دیتا رہا۔ وہ برطانیہ کی خفیہ ایجنسی ایم آئی سکس MI6 کا اہم رکن تھا اور اس کو اس اہم برطانوی ایجنسی کا اثاثہ قرار دیا جاتا رہا۔ وہ یورپین یونین کی تجویز کا خالق اور اس کی تحریک کا سیکریٹری جنرل بھی تھا۔ وہ یورپین یونین سے قبل بنائی جانے والی یورپین کمیونٹی کے بانیوں میں بھی شامل تھا۔ اس کے سیاسی اور اقتصادی خداؤں سے گہرے تعلقات تھا۔ بلڈر برگ گروپ بنانے کا تجویز کار بھی وہی تھا تاکہ کرہ ارض کے بارے میں سودخور بینکار اور ان کے آلہ کار متفقہ فیصلے کر سکیں۔ اس گروپ کے جو مقاصد طے کئے گئے وہ یہ تھے۔

: دنیا بھر کی آبادی کے ذہن کو کنٹرول کیا جائے۔ دوسرے الفاظ میں عالمی رائے عامہ کو کنٹرول کیا جائے۔

: نیو ورلڈ آرڈر کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں کوئی متوسط طبقہ نہ ہو۔ صرف حکمراں ہوں یا خادمین۔ اور ہاں جمہوریت بھی نہیں۔

: صفر افزائش نسل کے ساتھ ایک معاشرہ کا قیام۔ دولت صرف حکمرانوں کے لئے۔

: ضرورت کے تحت بحران پیدا اور جنگیں برپا کی جائیں۔

: تعلیم کے شعبہ پر مکمل کمانڈ اور کنٹرول تاکہ ضرورت کے تحت ذہن اور عوام کی تربیت کی جا سکے۔

: داخلہ اور خارجہ پالیسیوں کا مرکزی کنٹرول۔ پوری دنیا کے لئے ایک ہی پالیسی۔

: اقوام متحدہ کا بطور ڈی فیکٹو عالمی حکومت کے استعمال کرنا۔ اور عالمی شہریوں پر براہ راست ٹیکس کا نفاذ۔

: پوری دنیا میں ایک ہی عالمی قانونی نظام کا نفاذ۔

: ایک عالمی فلاحی ریاست کا قیام جہاں پر تابعدار اور وفادار غلاموں کو نوازا جائے اور مخالفین کو ختم کر دیا جائے۔

بعد میں وقت کے ساتھ ساتھ گروپ کے اہداف میں مزید اضافہ بھی ہوا۔ اس کے تحت فیصلہ کیا گیا کہ

: نافٹا (North Amercian Free Trade Agreement (NAFTA اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن میں توسیع کی جائے اور

: ناٹو NATO کو عالمی فوج کا درجہ دے دیا جائے۔

بلڈر برگ گروپ دنیا کے بااثر اور مالدار ترین افراد کا کلب ہے جس کی اصل طاقت کے بارے میں محض تصور کیا جا سکتا ہے۔ جہاں پر صدور، وزرائے اعظم، بین الاقوامی بینکار اور فوجی جنرل شانہ بہ شانہ دنیا کے فیصلے کر رہے ہوتے ہیں۔ کب مالی بحران آئے گا اور کب جنگ شروع کی جائے گی۔ تمام فیصلے یہیں سے صادر ہوتے ہیں۔

2009 تک اس گروپ کے 75 اجلاس ہو چکے ہیں۔ گروپ میں شرکت صرف اور صرف بذریعہ دعوت ہی ممکن ہے۔ اس کے شرکاء کی تعداد عموماً 130 سے 150 کے درمیان ہوتی ہے۔ مستقل ارکان کے علاوہ دیگر افراد کو مدعو کرنے کا فیصلہ گروپ کی اسٹیئرنگ کمیٹی کرتی ہے۔

بلڈر برگ گروپ کے فیصلوں کی اثر پذیری کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔

1991 میں ہونے والے بلڈر برگ کے اجلاس میں اس وقت کے آرکنساس کے گورنر بل کلنٹن کو بھی مدعو کیا گیا۔ اجلاس میں ڈیوڈ راک فیلر نے کلنٹن کو بتایا کہ نارتھ امریکن فری ٹریڈ ایگریمنٹ (نافٹا) بلڈر برگ گروپ کی ترجیح کیوں ہے اور گروپ اس سلسلے میں کلنٹن کی حمایت چاہتا ہے۔ آئندہ برس بل کلنٹن امریکہ کا صدر منتخب ہو چکا تھا اور یکم جنوری 1994 سے نافٹا پر عملدرامد شروع

ہو چکا تھا۔ بلڈر برگ گروپ کو دنیا بھر میں بادشاہ گر بھی کہا جاتا ہے۔ یہیں پر فیصلے ہوتے ہیں کہ امریکہ کا آئندہ صدر کون ہوگا اور برطانیہ کا وزیر اعظم کس کو بننا چاہئے۔

دنیا کے معاملات کو مزید کنٹرول میں رکھنے کے لئے کونسل آن فارن ریلیشنز (سی ایف آر) Council On Foreign Relations اور ٹرائی لیٹرل کمیشن Trilateral Commission کا بھی قیام عمل میں لایا گیا۔ سی ایف آر عملاً امریکہ میں کلیدی پوزیشنوں کے لئے ایمپلائمنٹ ایجنسی Employment Agency کا کردار ادا کرتی ہے۔ چاہے ریپبلکن پارٹی ہو یا ڈیموکریٹ، سی ایف آر کی منشاء کے بغیر نہ تو اسپیکر کا تقرر کر سکتے ہیں اور نہ ہی ججوں کا۔ اسی طرح تمام انتظامی پوسٹوں پر تقرری کے لئے سی ایف آر کی غیر رسمی منظوری درکار ہوتی ہے۔

ایک عالمی حکومت کا قیام شروع سے ہی سی ایف آر کے ایجنڈے پر ہے۔ اس کے بانی پال وار برگ کے بیٹے جیمس نے 1950 میں سینیٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی کے روبرو ایک بیان میں واضح کیا کہ عالمی حکومت ناگزیر ہے۔ اس نے کہا کہ، "ہمیں عالمی حکومت تشکیل دینی ہے چاہے آپ اسے پسند کریں یا ناپسند، چاہے یہ مرضی سے ہو یا مفتوح ہو کر۔"

بعدازاں ہنری کسنجر نے 1992 میں بلڈر برگ کے اجلاس میں کہا کہ، "اگر اقوام متحدہ کی فوج امن و امان کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے امریکہ میں داخل ہو جائے تو آج امریکی اس پر برافروختہ ہوں گے مگر کل جب ان کو بتایا جائے گا کہ ان کو خطرہ باہر سے تھا، چاہے یہ خطرہ حقیقی ہو یا ساختہ، یہی امریکی عوام مسرت کا اظہار کریں گے۔ پھر بعدازاں پوری دنیا کے لوگ عالمی رہنماؤں پر اس کے نقش قدم پر چلنے پر زور دیں گے۔..........انفرادی حقوق ان کی بہتری کے نام پر سلب

کر لئے جائیں گے۔اس بہتری کی ضمانت عالمی حکومت دے گی۔"

دوسری جنگ عظیم کے بعد سے اب تک یہ سود خور بیکار اپنے مشن کی تکمیل کے لئے برسر عمل ہیں۔ 1955 میں جس یورپین یونین کے قیام کی تجویز پیش کی گئی تھی بالاخر 1992 میں وہ دنیا کو نظر آ گئی۔اس عرصہ میں مشرق وسطی اور سعودی عرب کے تیل کے ذخائر پر قبضہ کے لئے 1967 میں عرب اسرائیل جنگ کا ڈرامہ رچایا گیا۔کوریا کی تقسیم کی گئی۔پاکستان اور بھارت کے مابین مسلسل جنگ اور مخالفت کی آگ جلا کر رکھی گئی۔الومیناتیوں کے رہنما لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پاک بھارت کی تقسیم کی ہی اس طرح تھی کہ اس خطہ میں کبھی بھی امن قائم نہ ہو سکے۔جغرافیائی طور پر ایک خطہ بنگال، پنجاب، سندھ اور کشمیر کو اس طرح تقسیم کیا گیا کہ پاکستان اور بھارت میں ہر وقت کسی نہ کسی بناء پر تنازعہ کھڑا رہے۔شمال مغربی سرحدی صوبے کو افغانستان اور بلوچستان کو اسی طرح ایران کے ساتھ تقسیم کرکے کوشش کی گئی کہ ایران و افغانستان کے پاکستان کے ساتھ سرحدی تنازعات ہمیشہ موجود رہیں۔مزید یہ کہ تقسیم ہند کے وقت ان بین الاقوامی بیکاروں نے 'دہشت کے تسلط' کے سنہری اصول پر انتہائی کامیابی کے ساتھ عمل کیا۔مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے قتل عام، خواتین کی آبرو ریزی، لڑکیوں اور بچوں کا اغوا اور مسلم آبادی کی املاک کو تباہ کرنا اور ان پر قبضہ تاریخ کے وہ بدترین واقعات ہیں جس پر انسانیت ہمیشہ شرمندہ رہے گی۔

اس طرح بھارت اور پاکستان میں ہمیشہ کے لئے دشمنی کی آگ بھڑکا دی گئی اور دونوں ممالک نے کئی غیر روایتی اور غیر اعلان شدہ جنگوں کے علاوہ باقاعدہ تین جنگوں میں کشت و خون کا بازار گرم کیا۔پھر پاکستان کے مشرقی حصے کو الگ کرکے ایک الگ ملک بنا دیا گیا۔

ویتنام پر امریکی جارحیت اور بھارت چین جنگ کے علاوہ بھی پوری دنیا میں کہیں نہ کہیں بغاوت، آزادی اور انقلاب کے نام پر جنگ کی آگ بھڑکتی رہی اور گولہ و بارود انسانی زندگیوں کو چاٹتا رہا۔

چونکہ دنیا بھر میں اسلحہ و گولہ بارود کی فیکٹریاں ان سود خوروں ہی کی ملکیت ہیں اس کی وجہ سے نہ صرف ان کی دولت کئی گنا بڑھتی گئی بلکہ ہر جنگ کے نتیجے میں یہ اپنے بنیادی مقصد، پوری دنیا پر حاکمیت کی طرف ایک قدم آگے بڑھاتے گئے۔

گو کہ تیسری عالمی جنگ کا باقاعدہ آغاز 24 دسمبر 1979 کو ہوا جب روسی صدر بریژنیف نے افغان صدر نور محمد ترہ کی کی 'درخواست' پر افغان حکومت کی مدد اور مجاہدین کی شورش کے سدباب کے لئے روسی فوج کابل پہنچادی۔نور محمد ترہ کی 27 اپریل 1978 کو ایک فوجی بغاوت کے ذریعے صدر داؤد کو قتل کرکے برسر اقتدار آیا تھا۔اس بغاوت میں صدر داؤد کے ساتھ ساتھ ان کے تمام اہل خانہ کو بھی ختم کر دیا گیا تھا۔بغاوت کے وقت ترہ کی حکمران پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی آف افغانستان کے سیکریٹری جنرل کے عہدے پر فائز تھا۔یہ بغاوت روسی حکومت یا دوسرے الفاظ میں بین الاقوامی بیکاروں کی ایماء پر عمل میں آئی تھی جن کے خیال میں وسط ایشیاء کے وسائل پر براہ راست قبضے کا وقت آن پہنچا تھا اور دنیا میں ایک عالمگیر حکومت کے قیام کے منصوبے کے تیسرے اور آخری مرحلے کو شروع کرنے کے لئے حالات سازگار ہو چکے تھے۔

ایک طرف صدر داؤد کی حکومت (جس کے بارے میں یہ تاثر ابھارا گیا کہ وہ کمیونسٹوں سے تعلقات ختم کرکے امریکی بلاک جس میں پاکستان اور سعودی عرب سرفہرست ہیں سے پینگیں بڑھا رہا ہے) کو ایک کمیونسٹ انقلاب کے ذریعے ختم کیا گیا دوسری جانب ردعمل کے طور پر بذریعہ پاکستان، پاکستان اور افغانستان کے پشتون علاقوں میں اس کمیونسٹ انقلاب کے خلاف اسلامی جہاد کے جذبے کو ابھارنا شروع کر دیا گیا۔اس تحریک کو پاکستان اور سعودی عرب کے ذریعے لامحدود فنڈز کی فراہمی شروع کر دی گئی۔بغاوت کے بعد ترہ کی نے پارٹی کے جنرل سیکریٹری کے عہدے کے ساتھ ساتھ ملک کی صدارت اور وزیراعظم کے بھی مناصب سنبھال

لئے۔ پارٹی کو پہلے ہی دو دھڑوں پرچم اور خلق میں تقسیم کیا جا چکا تھا۔ ترہ کی اور نائب وزیر اعظم حفیظ اللہ امین دونوں کا تعلق خلق دھڑے سے تھا۔ جبکہ پرچم دھڑے کے خلاف انتقامی کارروائیاں شروع کر دی گئیں۔ پرچم کے سینئر لیڈروں ببرک کارمل اور نجیب اللہ کو روس میں پناہ فراہم کر دی گئی۔

دسمبر 1978 کو ماسکو کی پٹھو ترہ کی حکومت نے روس کے ساتھ فوجی امداد کا معاہدہ کیا۔ 1979 کے موسم بہار سے ہی افغان حکومت نے باغی مجاہدین سے نمٹنے کے نام پر ماسکو سے فوجی امداد کی درخواستیں شروع کر دیں۔ 14 اپریل کو افغان حکومت نے روسی حکومت سے بیس گن شپ ہیلی کاپٹروں کی بمعہ اس کے کریو کی درخواست کی۔ اس درخواست کے جواب میں روسی حکومت نے 6 جون کو ٹینکوں اور ہیلی کاپٹروں کا ایک دستہ افغانستان بھیج دیا۔ 7 جولائی کو لیفٹیننٹ کرنل اے لوماکن کی قیادت میں ایک ائر بورن دستہ ٹیکنیشینوں کے بھیس میں بگرام ائر بیس پر اترا۔ انہوں نے انقلابی صدر نور محمد ترہ کی کے ذاتی باڈی گارڈ کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

جوں جوں مجاہدین کے دباؤ میں اضافہ ہوتا جارہا تھا روسی فوجی امداد کے لئے افغان درخواستیں بھی بڑھتی جارہی تھیں۔ اب یہ درخواستیں ذاتی محافظ دستوں کے بجائے بڑے بریگیڈ کے لئے تھیں مگر روس کو کوئی جلدی نہیں تھی۔ اسی اثناء میں حفیظ اللہ امین نے ترہ کی کو قتل کر کے مسند اقتدار سنبھال لی۔ اب کھیل پوری طرح تیار تھا۔ 24 دسمبر 1979 کو روسی فوج 'افغان درخواستوں' کے جواب میں افغانستان میں داخل ہونا شروع ہو گئیں۔ ماسکو نے بین الاقوامی بیکاروں کی ہدایت پر حفیظ اللہ امین کو کمیونسٹ مخالف قرار دیا اور افغان فوج کی وردیوں میں ملبوس روسی فوج نے 27 دسمبر 1979 کو آپریشن شروع کر دیا اور تمام اہم تنصیبات پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ 28 دسمبر کو حفیظ اللہ امین کو موت کے گھاٹ اتار کر ماسکو کی پناہ میں محفوظ ببرک کارمل کو مسند اقتدار میں لا بٹھایا۔ دو

ہفتوں کے اندر اندر روسی سپاہ کی تعداد افغانستان میں ایک لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی جبکہ صرف ایک ہفتہ میں روسی جہازوں نے چار ہزار مرتبہ افغانستان میں لینڈ کیا تھا۔

روسی جارحیت کے جواب میں پوری مسلم دنیا میں جو کہ تقریباً ساری کی ساری امریکی بلاک میں تھی کو، ایک بخار میں مبتلا کر دیا گیا۔ انیسویں صدی میں یورپ میں جاری جنگوں میں بھی قومیت اور نسلی افتخار کے ساتھ ساتھ مذہبی تنازعات کو کامیابی کے ساتھ استعمال کیا گیا تھا۔ افغان جنگ میں پوری دنیا میں پان اسلام ازم کا نعرہ بلند کیا گیا اور پوری اسلامی دنیا سے مسلم نوجوانوں کو اکٹھا کر کے افغانستان لایا گیا۔ اس کا ایک مقصد تیسری عالمگیر جنگ کے لئے جواز مہیا کرنا تھا جبکہ دوسرا مقصد ان ممالک کی حکومتوں کو ان نوجوان ملیشیا کے ذریعے بلیک میل کرنا تھا۔

تیسری عالمگیر جنگ کے پہلے مرحلے پر روس نے 15 مارچ 1988 کو افغانستان سے واپسی کا یکطرفہ اعلان کیا جس پر عالمی سازش کے مرکز جنیوا میں دستخط کئے گئے اور 15 مئی 1988 سے روسی فوج کی واپسی شروع ہو گئی۔ روسی افواج کی اس پسپائی کے ساتھ ہی بین الاقوامی سازش کاروں کے فوری مقاصد حاصل ہو چکے تھے اور کھیل کے اگلے مرحلے میں داخل ہونے کی تیاری مکمل تھی۔ افغانستان میں کی جانے والی پیش قدمی کے نتیجے میں روسی معیشت ٹوٹ چکی تھی۔ اس کے نتیجے میں کمیونسٹوں کو ان کے حقیقی سائز میں لایا جا چکا تھا اور ان کے ناقابل شکست کا خمار اتر چکا تھا۔ اب دنیا پر یلغار کا اسٹیج تیار ہو چکا تھا۔ سب سے پہلے افغانستان میں کمزور ترین حکومتیں تشکیل دی گئیں۔ پھر اپنے پٹھوؤں سے پوری دنیا میں جہاد کا نعرہ بلند کیا گیا اور کنٹرولڈ ذرائع ابلاغ کے ذریعے ان کو دنیا بھر کے لئے حقیقی خطرہ ثابت کیا گیا۔ اور پھر امریکہ میں جڑواں ٹاوروں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی کا ڈرامہ اسٹیج کیا گیا۔ یہ جدید دنیا کا پرل ہاربر تھا۔ ان ٹاوروں کی تباہی کے بعد ایک بار پھر دنیا پر "دہشت کا تسلط" قائم کر دیا گیا۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں

کی سوچنے سمجھنے کی قوت سلب کر لی گئی اور پھر افغانستان اور عراق کی فتح کے لئے عالمی فوج اتار دی گئیں۔ تاوان کی پہلی قسط کے طور پر عراق سے اسرائیل کو تیل کی فراہمی فوری بحال کر دی گئی اور پھر وسط ایشیاء کے تیل کے ذخائر تک پہنچ کے لئے ترکی تک تیل کی پائپ لائن بھی ڈال دی گئی۔ دوسری لائن کا منصوبہ پاکستان میں گوادر کی بندرگاہ تک بذریعہ افغانستان تک ڈالنے کا ہے۔ اس پورے کھیل میں اقوام متحدہ نے اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کیا۔ سانحہ نائن الیون کے بعد سے تمام شریک ممالک ایک بار پھر بھاری قرض تلے دب گئے اور بینکاروں کی تجوریاں بھرتی گئیں۔ پاکستان پر بیرونی قرضوں کا بوجھ 1999 میں 30.2 ارب ڈالر تھا جو 2009 میں بڑھ کر 51.2 ارب ڈالر تک پہنچ چکا تھا۔ پاکستان پر بیرونی قرضوں کی کہانی بھی انتہائی تکلیف دہ ہے۔ پاکستان بیرونی قرضوں کے نیٹ میں 1951 میں آیا۔ بھارت کے ساتھ دو باقاعدہ جنگ لڑنے کے باوجود 1971 میں قرضوں کا یہ بوجھ 2.7 ارب ڈالر کا تھا جس میں بنگلہ دیش کے لئے لیا گیا 0.6 ارب ڈالر کا قرض بھی شامل تھا مگر 1979 سے جاری تیسری عالمگیر جنگ کے نتیجے میں پاکستان پر بیرونی قرضوں کا بوجھ 51.2 ارب ڈالر تک پہنچ چکا ہے اور تقریباً اتنا ہی ملکی قرض ہے۔ اسی طرح امریکہ 2009 تک ان سود خور بینکاروں کے بارہ ٹریلین ڈالر سے زائد کا مقروض ہو چکا ہے جو سانحہ نائن الیون کے وقت موجود قرضہ جات کے مقابلے میں تقریباً دوگنا ہے۔ امریکی عوام روزانہ تقریباً چار ارب ڈالر کے مزید قرضدار ہوجاتے ہیں۔

اسی طرح برطانیہ اس وقت تاریخ کے بدترین مالی بحران کا سامنا کر رہا ہے۔ موجودہ برطانوی حکومت نے 2013 تک قرضہ جات کا اندازہ 1,370 ارب پاؤنڈ کا لگایا ہے۔

نئی سازشیں، نئے خطرات

تمام تر منصوبہ بندی کا واحد مقصد دنیا پر شیطان کی حاکمیت کا قیام ہے۔ جیسا کہ بتایا گیا کہ جنگ ہی وہ ہتھیار ہے جس سے اقوام اور ملکوں کو قابو کیا جاتا ہے اور 'دہشت کا تسلط' وہ طریقہ کار ہے جس سے پورے معاشرے کو اچانک یرغمال بنایا جا سکتا ہے۔ شیطان کے پیروکار سود خور بینکاروں نے ماضی سے اب تک ان دونوں ہتھیاروں کا بخوبی اور مسلسل استعمال کیا ہے۔

انجمن اقوام، اقوام متحدہ، پوری دنیا کے مرکزی بنک اور پھر سب سے بڑا بنک آف انٹرنیشنل سیٹلمنٹ، ان سب کا قیام دنیا کو یرغمال بنانے کے لئے ہی عمل میں لایا گیا۔ اب عالمگیر حکومت کے قیام کا آخری مرحلہ آن پہنچا ہے۔ ایک عالمی حکومت کا مطلب ہے، ایک عالمی کرنسی، ایک عالمی خزانہ اور سب سے بڑھ کر ایک عالمی فوج۔

اس کا سب سے پہلا مرحلہ ہے ایک عالمی کرنسی کا قیام جس کے لئے کام شروع کر دیا گیا ہے۔ بلڈر برگ جوان سود خور بینکاروں کا کلب ہے اور دنیا کے فیصلے کرتا ہے، کے 2009 میں ہونے والے اجلاس میں اس کا فیصلہ کر دیا گیا کہ آئی ایم ایف کو اقوام متحدہ کے زیر انتظام عالمی خزانہ کا درجہ دے دیا جائے اور اس کی کرنسی ایس ڈی آر SDR (Special Drawing Right) کو بین الاقوامی لین دین کے لئے واحد کرنسی تسلیم کر لیا جائے۔

سویڈن کے سابق وزیر اعظم اور وزیر خارجہ کارل بلٹ Carl Bildt نے اس تجویز کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ "اقوام متحدہ کے عالمی ادارہ صحت کو ورلڈ ڈپارٹمنٹ آف ہیلتھ World Department of Health اور آئی ایم ایف کو ورلڈ ڈپارٹمنٹ آف ٹریژری World Department of Treasury سے تبدیل کر دیا جائے اور یہ دونوں ادارے اقوام متحدہ

کے تحت کام کریں گے۔"

اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ موجودہ اقتصادی بحران کو طویل اقتصادی تباہی کے بجائے مختصر کر دیا جائے کیونکہ اس سے مطلوبہ مقاصد حاصل ہو چکے ہیں۔ اجلاس سے خطاب میں امریکی سیکریٹری خزانہ ٹموتھی گیدز Timothy Geithner اور کارل بلٹ کا کہنا تھا کہ دس سال پر محیط اقتصادی بحران سے بینکاروں کی اپنی صنعتیں تباہی کا شکار ہو سکتی ہیں۔ اگر عوام کے پاس زر ہی نہیں ہوگا تو ان کی مصنوعات خریدے گا کون۔ اس لئے اس کو مختصر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اب تک ان بین الاقوامی سودخوروں کے منصوبے اور سازشیں اسی طرح روبہ عمل آ رہے ہیں جس طرح وہ اس کی منصوبہ بندی کرتے رہے۔ سب سے پہلے براعظم یورپ پر بذریعہ انگلینڈ قبضہ، پھر امریکہ اور پھر کمیونسٹ دنیا اور ان سب کے ذریعے پوری دنیا کے وسائل ان کی دسترس میں۔ مگر بلڈربرگ کے 2009 میں یونان میں ہونے والے اجلاس میں اس خدشہ پر بھی غور کیا گیا کہ دنیا بھر پر قبضہ کے لئے جو افراتفری پیدا کی جا رہی ہے کہیں یہ واقعات قابو سے باہر نہ ہو جائیں اور ان سودخور بینکاروں کا کرہ ارض پر قبضہ کا خواب نہ صرف شرمندہ تعبیر ہونے سے رہ جائے بلکہ تمام وسائل بھی ان کے قبضے سے نکل جائیں۔

اجلاس میں اس امر کا بھی فیصلہ کیا گیا کہ نیو ورلڈ آرڈر کے حصول کے لئے امریکی ڈالر کو بتدریج بے قیمت کر دیا جائے۔

بلڈربرگ پر خصوصی کام کرنے والا صحافی ڈینیل ایسٹولین Daniel Estulin اپنی ایک رپورٹ میں کہتا ہے کہ اس موقع پر ان کے درمیان کئی اختلافات بھی ابھر کر سامنے آئے۔ وہ کہتا ہے کہ، "انتہا پسند ایک فوری اور سخت قلیل مدتی اقتصادی بحران کے حق میں تھے۔ مگر وہاں پر موجود دیگر لوگوں کا موقف تھا کہ معاملات بہت دور تک جا چکے ہیں اور اگر ہنری کسنجر کے ماڈل کو سامنے

رکھا جائے تو اس اقتصادی بحران سے وہ نتائج حاصل نہیں ہوئے جن کا تخمینہ لگایا گیا تھا۔ اس موقع پر رچرڈ ہالبروک بھی موجود تھا۔ تاہم یہ پتہ نہیں چل سکا کہ ہالبروک کا نقطہ نظر کیا تھا۔ ہالبروک کے معنی ہیں اوباما کا نقطہ نظر۔" اجلاس میں اس امر پر اتفاق کیا گیا کہ موجودہ اقتصادی بحران سے نکلنے کے لئے بتدریج اور آہستہ بازیافت کا عمل اختیار کیا جائے گا۔

ایسٹولین مزید رپورٹ کرتا ہے کہ، "اجلاس میں چند یورپی بینکار اپنی اقتصادی موت کے اندیشے میں مبتلا تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر موجودہ اقتصادی بحران مزید جاری رہا تو اس کے نتائج ناقابل برداشت ہوں گے۔"

اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ورلڈ ڈپارٹمنٹ آف ہیلتھ اور ورلڈ ڈپارٹمنٹ آف ٹریژری کے قیام کے لئے ماحولیاتی تبدیلی کو کلید کے طور پر استعمال کیا جائے۔ مقررین کا کہنا تھا کہ مالیاتی بحران ہر نسل کے لئے ایک مرتبہ آتا ہے جبکہ ارضی درجہ حرارت میں اضافہ کا چیلنج ہزار سال میں سامنے آتا ہے۔

ایک عالمی حکومت کے قیام کے لئے یورپی یونین کے طرز پر شمالی امریکی یونین کی تشکیل بھی روبہ عمل ہے۔ اس کے لئے تجویز کیا گیا ہے کہ نافٹا میں شامل ممالک امریکہ، میکسیکو اور کینیڈا پر مشتمل ایک یونین تشکیل دی جائے۔ ان ممالک کی کرنسی کو ایمرو کا نام دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اس کو ڈیزائن بھی کر لیا گیا ہے۔ یورپین یونین تشکیل دینے کی تجویز 1955 میں بلڈربرگ کے اجلاس میں پیش کی گئی تھی اور اس کو روبہ عمل آنے میں تقریباً 37 سال کا عرصہ لگا مگر امریکی یونین کی تشکیل دینے میں اتنا عرصہ نہیں لگے گا۔

بلڈربرگ کے اجلاس کے خاتمے کے ساتھ ہی دنیا بھر میں اقتصادی محاذ پر تبدیلیاں آنی شروع ہو گئیں۔ سب سے پہلے 20 مئی 2009 کو امریکی سیکریٹری خزانہ ٹموتھی گیدز نے فیڈرل ریزرو بنک آف امریکہ کو مزید بااختیار بنانے کا اعلان کیا۔ نیوز ایجنسی بلوم برگ کے مطابق، "اوباما

انتظامیہ سیکورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن کے بطور ریگولیٹری ادارہ کے متعدد اختیارات کو چھانٹ سکتی ہے۔ اس تجویز کے تحت فیڈرل ریزرو کے اختیارات میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔" امریکی سیکورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن کے اختیارات کی کانٹ چھانٹ کے دوران اس کی سربراہ میری شاپیرو کو مشاورت کے عمل سے بالکل باہر رکھا گیا جس کے بارے میں انہوں نے برسرِ عام شکوہ بھی کیا۔

اسی طرح آئی ایم ایف کو عالمی خزانہ بنانے کی جانب بھی کام شروع کر دیا گیا ہے۔ گروپ 20 کے 2009 میں ہونے والے اجلاس کے بعد جاری ہونے والے اعلامیہ میں کہا گیا، "دنیا ایک عالمی مرکزی بنک کی جانب سے جاری کردہ عالمی کرنسی کے قریب ایک قدم اور آ گئی ہے۔ یہ عالمی مرکزی بنک پوری انسانیت کے لئے مالیاتی پالیسیاں ترتیب دے گا۔ ------------

ہم عالمی گردش زر کو بڑھانے کے لئے عالمی معیشت میں 250 ارب ڈالر کے مساوی ایس ڈی آر کو انجیکٹ کرنے پر متفق ہو گئے ہیں۔"

آئی ایم ایف اپنے رکن ممالک کو قرضہ اسپیشل ڈرائنگ رائٹس (ایس ڈی آر) کی صورت میں فراہم کرتا ہے۔ یہ ایس ڈی آر بین الاقوامی کرنسی بننے کی صورت میں کرنسی کا اجراء، دنیا کی کسی بھی مقتدر حکومت کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ بلڈر برگ کے اجلاس کے بعد ہی امریکی صدر باراک اوباما نے کانگریس سے کہا ہے کہ وہ آئی ایم ایف کے لئے ایک سو ارب ڈالر کے قرضے کی منظوری دے تا کہ وہ دنیا کو پانچ سو ارب ڈالر کے قرضے فراہم کر سکے اور اس کے عالمی خزانہ بننے کی راہ ہموار ہو سکے۔

اس کے پہلے مرحلے پر آئی ایم ایف افریقہ کے سب صحارا ممالک کو دس ارب امریکی ڈالر کے مساوی قرض ایس ڈی آر کی صورت میں فراہم کرے گا۔ ایس ڈی آر کی ڈالر کی موجودہ پوزیشن لینے کا مطلب ہے کہ دنیا سے ساٹھ سالہ عہد کا خاتمہ جس میں امریکی ڈالر ہی بلا شرکت غیرے دنیا

بھر میں واحد عالمی کرنسی کی حیثیت رکھتا تھا۔ عالمی مالیاتی نظام سے ڈالر کی موجودہ حیثیت کو ختم کرنے کے دو طریقے ہیں۔ پہلے یہ کہ اس کو بتدریج اور آہستہ موت سے ہمکنار کیا جائے اور اس کی جگہ فی الحال یورو کو دی جائے۔ تاہم یورو اپنی ابتدا سے لے کر اب تک تمام کوششوں کے باوجود دنیا کی ریزرو کرنسی کی جگہ نہیں اپنا سکا ہے۔ مارکیٹ کی قوتوں کے ذریعے ڈالر کے اقتدار کو فوری طور پر خطرات لاحق نظر نہیں آتے۔ اس لئے اس کی حیثیت کو ختم کرنے کے لئے بین الاقوامی معاہدہ روبہ عمل لایا جائے گا اور یہ وہ مقام ہے جہاں پر آئی ایم ایف کھیل میں داخل ہو گا اور ڈالر کی جگہ دنیا بھر میں ایس ڈی آر استعمال میں لایا جائے گا۔ ایس ڈی آر کو دنیا کی ریزرو کرنسی بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس مقصد کے لئے ایس ڈی آر کو بھاری تعداد میں جاری کیا جائے اور اسے رکن ممالک کو فراہم کیا جائے۔ اس کے پہلے مرحلے کا آغاز ہو چکا ہے جس کے تحت سب صحارا افریقی ممالک کو دس ارب ڈالر کے ایس ڈی آر فراہم کئے جائیں گے۔

اسی اجلاس میں دنیا کو 2012 تک انتظامی طور پر تین حصوں میں بھی تقسیم کرنے کی تجویز پر بھی غور کیا گیا۔ تجویز کے مطابق ان تین انتظامی یونٹوں کو 2018 تک ایک یونٹ میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ ایشیاء کا یونٹ افغانستان، پاکستان، ایران، بھارت اور سری لنکا پر مشتمل ہو گا۔ بلڈر برگ کے فیصلے کے مطابق دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ مزید سو سال تک جاری رہے گی جو اب ایک عالمگیر حکومت پر ہی منتج ہو گی۔ اس مقصد کے لئے بلیک واٹر یا ژی اور ناٹو فوج اس علاقے میں اس وقت تک موجود رہیں گی۔ جب تک مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہو جائیں۔ واضح رہے کہ بلیک واٹر جو وقتاً فوقتاً اپنا نام تبدیل کرتی رہی ہے بلڈر برگ گروپ ہی کی پرائیویٹ آرمی ہے۔

شیطان کے اپنے منصوبے ہیں اور اللہ کی اپنی حکمت۔ دنیا کو اللہ تعالٰی نے دارالعمل قرار دیا ہے۔ شیطان کے پیروکار اب تک محض اس لئے کامیاب ہیں کہ اللہ کے ماننے والے یا تو ان کے فریب میں آچکے ہیں یا پھر انتشار کا شکار۔ اس کا مقابلہ کرنے کا سب سے مؤثر اور پہلا ہتھیار آگہی ہے۔ ان بین الاقوامی سودخور بینکاروں کے ایجنٹوں کو پہچاننا ان سے مقابلے کا پہلا مرحلہ ہے۔ آج کے مواصلاتی دور میں جہاں جھوٹ کی یلغار ہے اور سارے ذرائع ابلاغ ان بین الاقوامی سازش کاروں ہی کے ہاتھوں میں ہیں، ان ایجنٹوں کی پہچان اور بھی مشکل ہے تاہم ناممکن نہیں۔

شیطان کے پیروکاروں کی آپس میں پہچان کے مختلف طریقہ کار ہیں جس میں سے اکثر ہینڈ سائن پر مبنی ہیں۔ اس میں دو طریقے زیادہ عام ہیں ایک سب سے زیادہ عام طریقہ یہ Hand Sign ہے۔

آیئے ان نشانوں کی مدد سے بین الاقوامی برادری کے اہم لیڈروں میں سے شیطان کے ایجنٹوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔

mrssatan.blogspot.com
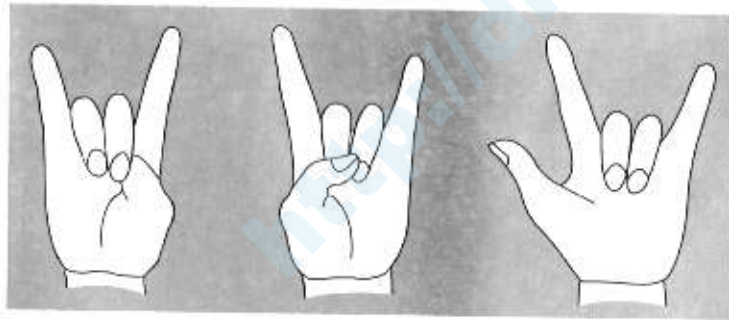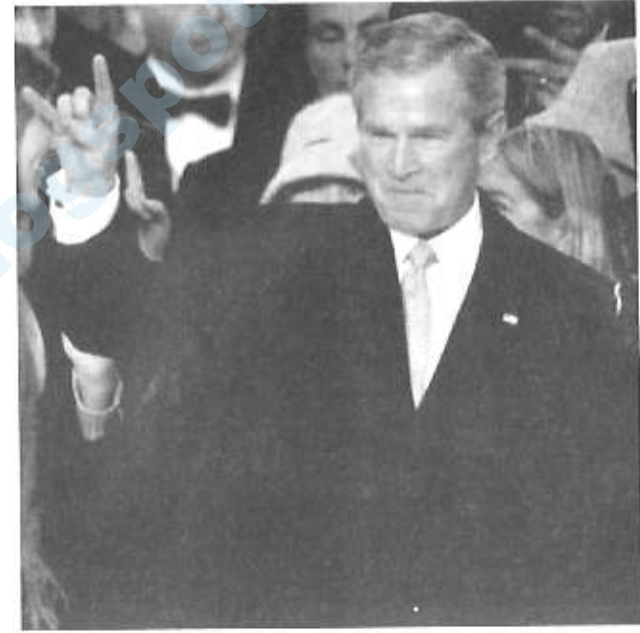
کیا احمدی نژاد بھی؟ انٹرنیٹ پر یہ تصویر بھی موجود ہے

مسعود انور نے کوئی کمال نہیں کیا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بڑا کام کیا ہے۔ تحقیقی مقالے اور کیا ہوتے جن پر پی ایچ ڈی کی ڈگری مل جاتی ہے۔ یہاں تو ایسے ویسے لوگوں کو کچھ نہ کرنے پر بھی ڈاکٹریٹ کی ڈگری دے دی جاتی ہے یا وہ کسی جعلی یونیورسٹی سے خرید لیتے ہیں۔ مسعود انور نے تو محنت کی ہے اور خوب کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں لکھی لیکن بڑا کام یہ ہے کہ وہ مستند تاریخ کے ٹکڑے جوڑ کر ایک ایسی تصویر سامنے لے آئے ہیں جو نہ صرف ماضی کی عکاس ہے بلکہ اس میں حال اور مستقبل بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ آج اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ماضی کی سازشوں کا تسلسل جاری ہے اور مسعود انور نے ان سازشیوں کے چہرے بے نقاب کر دیئے ہیں۔ غور سے دیکھئے، یہ سازشی کردار آج بھی ہمارے آس پاس ہوں گے۔

مسعود انور کی شہرت ایک بہترین رپورٹر کی رہی ہے۔ بلاشبہ وہ اس میدان میں جھنڈے گاڑ چکے ہیں مگر انگریزی اخبارات میں رپورٹنگ کی وجہ سے وہ عام لوگوں تک نہیں پہنچ سکے۔ اب انہوں نے ایک ایسا کام کیا ہے جو ہر ایک کے ذہن کو جھنجھوڑ دے گا۔

یہ کتاب یقیناً مقبول عام ہوگی۔ گو کہ کتاب شائع کرنا منافع بخش کام نہیں ہے مگر سارا منافع روپیہ پیسہ ہی تو نہیں ہے۔ مسعود انور تحقیق و تدوین کی راہ پر چل پڑے ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب بارش کا پہلا قطرہ ثابت نہیں ہوگی۔ یوں بھی یہ قطرہ تو نہیں، موسلا دھار بارش ہے۔ مسعود انور سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں اور اس وابستگی میں ان کا اپنا ہی قصور ہے کہ پہلا کام ہی ایسا بھرپور اور دلچسپ ہے۔

اس وقت تیسری عالمگیر جنگ جاری ہے جو صرف اور صرف مسلمانوں کے خلاف ہے مگر خود مسلمانوں کو اس کا ادراک نہیں ہے۔ کیا مسعود انور اس پر بھی کام کریں گے؟

اطہر ہاشمی

چیف ایڈیٹر روزنامہ جسارت